افادات

حکیم الامت حضرت مولانا اشرف علی تھانوی قدس اللہ سرہٗ

جمع و ترتیب

جناب محمد اقبال قریشی صاحب زید مجدہم

فہرست مضامین

تعارف

بِسۡمِ اللّٰہِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِیۡمِ

نحمدہٗ و نصلّی علیٰ رسولہ الکریم.وعلیٰ آلہ واصحابہ واولیائہ اجمعین وسلّم تسلیماً کثیرًا کثیرا.

امّا بعد!

''الحمدللہ ثم الحمدللہ رسالہ ھٰذا میں بدعت کی حقیقت اور اس سے متعلق احکام و مسائل افادات حضرت حکیم الامت، محی السنّت والطریقت حضرت مولانا اشرف علی تھانوی نور اللہ مرقدہٗ سے یکجا بے نظیر ذخیرہ جمع ہو گیا ہے۔جن کو حق سبحانہ وتعالیٰ نے اس قدر وسیع النظراور قلب مصفا عطا فرمایا تھا کہ ایک مرتبہ اپنی مجلس علم و عرفان میں یوں ارشاد فرمایا:

''علماء کے وجود کو میں دین کی بقاء کے لئے اس درجہ ضروری سمجھتا ہوں کہ اگر سارے علماء بھی ایسے ہی مسلک کے ہو جائیں جو مجھ کو کافر کہتے ہیں تب بھی میں ان کی بقاء کی دعائیں مانگتا ہوں کیونکہ گو وہ مسائل میں غلو کریں اور مجھ کو برا کہیں لیکن وہ تعلیم تو قرآن وحدیث ہی کی دیتے ہیں،ان کی وجہ سے دین تو قائم ہے۔میں ان کو دہریئے مدعیان اسلام کے مقابلے میں ہزار درجے غنیمت سمجھتا ہوں جو سرے سے دین کو اڑانا چاہتے ہیں۔اور اللہ تعالیٰ جانتا ہے کہ اس وسعت رائے میں میری کوئی ذاتی مصلحت نہیں بلکہ اس کا منشا محض حفظِ حدود ہے۔

(سیرت اشرف ج ۲ ص ۱۶۸)

اور بقول عارف باللہ سیّدی و مرشدی حضرت حاجی محمد شریف صاحب قدس سرہٗ مخدوم الامت حضرت مولانا مفتی محمد حسن صاحب امرتسری قدس سرّہ نے ان سے فرمایا:

''دیکھو میرے ایک سوال کا جواب دو،تم حضرت کی خدمت میں بہت رہے ہو،یہ لوگ جو حضرت والا رحمۃ اللہ علیہ کی مخالفت کرتے ہیں،کیا حضرتؒ کی زبان مبارک سے بھی کبھی تم نے ان کے متعلق کوئی بات سنی؟''

اس پر حضرت حاجی صاحبؒ نے عرض کیا کہ:

''میں نے حضرت کی زبان مبارک سے ان کی کبھی بھی برائی نہیں سنی ۔ بلکہ ایک دفعہ کسی صاحب کے سوال پر حضرت نے فرمایا تھا:

''دیکھنا یہ چاہئے کہ یہ لوگ جو میری مخالفت کرتے ہیں اس مخالفت سے ان کا منشاء کیا ہے؟ اگر منشاء حُبِ رسول ﷺ ہے ۔ تو میں ان کو معذور جانتا ہوں بلکہ ماجور سمجھتا ہوں میری مخالفت کی وجہ سے ان کو اجر ملے گا''

اس پر مخدوم العلماء عارف باللہ حضرت مولانا مفتی محمد حسن صاحب امرتسریؒ نے فرمایا:

''اور میں تو حضرتؒ کی خدمت میں بہت زیادہ رہا ہوں مجھے ایک واقعہ بھی یاد نہیں کہ حضرتؒ نے ان کو برائی سے یاد کیا ہو۔''

(تفصیل کے لئے دیکھو مکتوبات و ملفوظات اشرفیہ ص ۱۸۹)

اسی وسیع الظرفی کی بناء پر ایک بار یوں ارشاد فرمایا: ''ممکن ہے ان کی مخالفت کا سبب واقعی حب رسول ﷺ ہی ہو اور وہ غلط فہمی سے ہم لوگوں کو نعوذ باللہ حضور ﷺ کی شان میں گستاخ سمجھتے ہوں''
(سیرتِ اشرف ج ۲ ص ۱۲۲)

حضرت حکیم الامت مجدد الملت حضرت مولانا اشرف علی صاحب تھانویؒ کی اسی للٰہیت اور نورانیت کا اثر تھا کہ مولانا احمد رضا خان صاحب نے ان کو جھک کر سلام کیا چنانچہ اس واقعہ کو حضرت ہی کی زبانِ مبارک سے سنئے۔

ارشاد فرمایا: ''ایک مرتبہ ان ہی بدعتی مولوی صاحب کا اتفاق سے بریلی کے سٹیشن پر مقابلہ ہوگیا دو چار شخص ان کے ساتھ تھے اور دو چار میرے ساتھ ۔ اتفاق سے میری نظر تو نہیں پڑی مگر ساتھیوں نے مجھ سے کہا کہ انہوں نے دور سے بہت زیادہ جھک کر سلام کیا ہے ۔ میں نے کہا میں نے نہیں دیکھا ۔ اس کے بعد ان کو معلوم ہوا کہ فلاں شخص کو میں نے سلام کیا ہے ۔ اس قدر جھلائے کہ گاڑی کے آنے میں کچھ دیر تھی' پلیٹ فارم تک پر نہ ٹھہرے پلیٹ فارم چھوڑ کر کرائے کی جس گاڑی میں آئے تھے اس میں جا بیٹھے کہ میری صورت بھی نہ دکھے ۔

اب اس طرف کے لوگوں نے شہر میں اُڑایا کہ آج تو ایسے مرعوب ہوئے' ایسے دب گئے کہ سلام بھی کر لیا ۔ ان کے معتقدین نے اس پر یہ کہا (اور صحیح بھی کہا) کہ پہچانا نہیں تھا ۔ عام لوگوں نے کہا کہ جی ہاں! پہچانا نہیں تھا' ایسے بچے تھے دودھ پیتے تھے کچھ جانتے ہی نہیں ۔ یہ عوام کا اتار چڑھاؤ تھا ۔'' (الافاضات الیومیہ ج ۲ ص ۴۵' ۴۶ ۔ ملفوظ نمبر ۶۱ مطبوعہ ملتان)

اسی رواداری اور حسن ظن کی بناء پر ایک سلسلہ گفتگو میں فرمایا کہ بدعتی زیادہ برے ہیں

اور غیر مقلد غنیمت ہیں۔ سو یہ من کل الوجوہ غلط ہے۔ بعض اعتبار سے غیر مقلد ہی زیادہ برے ہیں بدعتیوں سے۔ اس لئے کہ بدعتی اجتہاد نہیں کرتے، غیر مقلد اجتہاد کرتے ہیں۔ بدعتی تو بھنگڑوں کے معتقد، مزاروں کے معتقد، وہ بھلا امام ابو حنیفہؒ کی تقلید کیسے چھوڑ سکتے ہیں؟ اور یہ بزرگان سلف کی شان میں گستاخی کریں، سو یہ علی الا طلاق کیسے اچھے ہو سکتے ہیں؟ بد زبانی، بدگمانی ان کا شعار ہے۔ بڑا ہی بیباک اور گستاخ فرقہ ہے۔ جس کو چاہتے ہیں جو جی میں آیا کہہ ڈالتے ہیں۔ (الافاضات الیومیہ ج ۸ ص ۲۳۸)

مجھے یقین کامل ہے کہ اگر کوئی شخص تعصب سے بالا ہو کر محض خالی الذہن ہو کر رسالہ ھذا کا مطالعہ کرے تو یقیناً اس کے دل میں بدعت سے نفرت اور وحشت پیدا ہوگی۔ اور اتباع سنت کا ذوق وشوق پیدا ہوگا اور یہی مقصود اعظم ہے۔ محی السنّت حضرت حکیم الامت تھانوی قدس سرہٗ کے ارشادات جمع کرنے کا۔

اِنْ اُرِیْدُ اِلَّا الْاِصْلَاحَ مَا اسْتَطَعْتُ وَمَا تَوْفِیْقِیْ اِلَّا بِاللّٰہِ عَلَیْہِ تَوَکَّلْتُ وَ اِلَیْہِ اُنِیْبُ.

مکرر خیر خواہانہ معروض خدمت ہوں کہ رسالہ ھذا کے علاوہ رسالہ ''اصلاح الرسوم'' کا بھی ضرور مطالعہ کیا جائے۔

محتاج دعا

بندہ محمد اقبال قریشی غفرلہ

۲۶ ذوالحجہ ۱۴۲۰ھ

بدعات کی مذمّت میں فرمانِ الٰہی

یٰۤاَیُّهَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوا ادْخُلُوْا فِی السِّلْمِ كَآفَّةً وَّلَا تَتَّبِعُوْا خُطُوٰتِ الشَّیْطٰنِ ط اِنَّهٗ لَكُمْ عَدُوٌّ مُّبِیْنٌ. (البقرہ آیت ۲۰۸)

یعنی اے ایمان والو اسلام میں پورے پورے داخل ہو (یہ نہیں کہ کچھ کچھ یہودیت کی بھی رعایت کرو) اور (ایسے خیالات میں پڑ کر) شیطان کے قدم قدم مت چلو' واقعی وہ تمہارا کھلا دشمن ہے (کہ ایسی پٹی پڑھا دیتا ہے کہ ظاہر میں تو سرا سر دین معلوم ہو اور فی الحقیقت بالکل دین کے خلاف)

ف: آیت کی تفسیر ملاحظہ فرمانے سے معلوم ہوا ہوگا کہ بدعت پر کس درجے ملامت و مذمت' رد و انکار فرمایا گیا ہے اور حدیثوں میں بھی اس سے زیادہ صاف صاف الفاظ میں سخت سخت وعیدیں آئی ہیں اور واقع میں غور سے کام لیا جائے تو بدعت ایسی ہی مذموم چیز ہونا چاہیے کیونکہ خلاصہ حقیقت بدعت کا غیر شریعت کو شریعت بنانا ہے اور شریعت کا من اللہ ہونا ضرور اور لازم ہے تو یہ شخص ایسے امر کو جو من اللہ نہیں اپنے اعتقاد میں من اللہ بناتا ہے جس کا حاصل اور مرجع افتراء علی اللہ اور ایک گونہ ادعاء نبوت ہے سو اس کے عظیم اور ثقیل ہونے میں کیا شبہ ہے یہ تو شناخت ہے اس کی حقیقت کے اعتبار سے اور آثار کے اعتبار سے ایک بڑی شناخت اس میں یہ ہے کہ اس سے توبہ کمتر نصیب ہوتی ہے کیونکہ جب وہ اس کو مستحسن سمجھ رہا ہے تو توبہ کیوں کرے گا۔ البتہ اگر اللہ تعالیٰ اپنے فضل سے اس جہل سے نجات بخشیں کہ اس کی نظر میں وہ استحسان مبدّل باستہجان ہو جائے تو اور بات ہے اور پھر توبہ سہل ہے افسوس ہے جہلائے صوفیاء اس بلائے بدعت میں بکثرت مبتلا ہیں۔ بہت سے ان میں عابد زاہد تارکِ دنیا بھی ہیں مگر برکاتِ سنت سے محروم ہیں۔ (تفسیر بیان القرآن)

(۲) وَاَنَّ هٰذَا صِرَاطِیْ مُسْتَقِیْمًا فَاتَّبِعُوْهُ وَلَا تَتَّبِعُوا السُّبُلَ فَتَفَرَّقَ بِكُمْ عَنْ سَبِیْلِهٖ ذٰلِكُمْ وَصّٰكُمْ بِهٖ لَعَلَّكُمْ تَتَّقُوْنَ ٥

(الانعام آیت ۱۵۳)

''اور یہ کہ یہ دین میرا راستہ ہے جو کہ مستقیم ہے' سو اس راہ پر چلو کہ وہ راہیں تم کو اللہ کی راہ سے جدا کر دیں گی۔ اس کا تم کو اللہ تعالیٰ نے تاکیدی حکم دیا ہے تاکہ تم احتیاط رکھو۔''

ف: حکم شریعت وہ ہے جو قرآن یا حدیث یا فقہ سے ثابت ہو۔اور جو ان تینوں میں سے کسی ایک سے بھی ثابت نہ ہو تو بے شک وہ حکم شرع کا نہ ہوگا۔

ایک جماعت نے وحی کی پیروی کو ایسا چھوڑا کہ وہ کفر تک پہنچ گئے۔دوسرے فرقے نے اس میں زیادتی کے ساتھ ایسی پیروی کی کہ حد سے آگے بڑھ گئے اور بدعتوں میں پھنس گئے یعنی وہ اپنی رسموں کو بھی عبادت سمجھنے لگے۔وہ اس میں اگر جائز بھی ہوں لیکن ان کو عبادت سمجھنا سخت غلطی ہے کیونکہ عبادت وہ ہے جس پر ثواب کا وعدہ ہو اور ان رسموں میں ثواب کا وعدہ نہ کسی حدیث میں ہے نہ کسی آیت میں ۔ (تسہیل المواعظ جلد ۱ ص ۲۶۴،۲۶۵)

(۳) وَلَا تَتَّبِعُوآ اَهْوَآءَ قَوْمٍ قَدْ ضَلُّوْا مِنْ قَبْلُ وَاَ ضَلُّوْ كَثِيْرًا وَّ ضَلُّوْاعَنْ سَوَآءِ السَّبِيلِ ٥ (المائدہ آیت ۷۷)

اور ان لوگوں کے خیالات پر مت چلو جو پہلے خود بھی غلطی میں پڑ چکے ہیں اور بھی بہت سوں کو غلطی میں ڈال چکے ہیں اور وہ لوگ راہ راست سے دور ہو گئے تھے۔

ف: اس میں ان رسوم کا ابطال ہے جو شریعت کے خلاف ہیں۔گو مشائخ کی طرف منسوب ہوں۔اور اگر وہ مشائخ محققین ہیں تو ان کی طرف منسوب کرنے کی تکذیب کریں گے۔یا کسی صحیح عذر پر محمول کریں گے۔ (مسائل السلوک عن کلام ملک الملوک)

(۴) قُلْ هَلْ نُنَبِّئُكُم بِالْاَخْسَرِيْنَ اَعْمَالاً ٥ اَلَّذِينَ ضَلَّ سَعْيُهُمْ فِي الْحَيٰوةِ الدُّنْيَا وَهُمْ يَحْسَبُوْنَ اَنَّهُمْ يُحْسِنُوْنَ صُنْعاً.

(الکہف آیت ۱۰۳،۱۰۴)

"آپ کہیے کہ کیا ہم تم کو ایسے لوگ بتائیں جو اعمال کے اعتبار سے بالکل خسارہ میں ہیں یہ وہ لوگ ہیں جن کی دنیا میں کری کرائی محنت سب گئی گزری ہوگئی اور وہ اسی خیال میں ہیں کہ وہ اچھا کام کر رہے ہیں۔"

ف: حضرت علی کرم اللہ وجہہ اور حضرت سفیان ثوریؒ نے اخسرین اعمالاً کی تفسیر اہل بدعت سے کی ہے۔اور بلاشبہ اس آیت میں اہل بدعت کی حالت کا پورا نقشہ کھینچا گیا ہے کہ وہ اپنے خود تراشیدہ کو نیکی سمجھ کر خوش ہیں حالانکہ اللہ اور اس کے رسول ﷺ کے نزدیک ان کے اعمال کا کچھ وزن ہے اور نہ ثواب بلکہ الٹا گناہ ہے۔

(۵) وَلَاتَكُوْ نُوامِنَ الْمُشْرِكِيْنَ ٥ مِنَ الَّذِينَ فَرَّقُوادِيْنَهُم وَكَانُوا شِيَعاًكُلُّ حِزْبٍ م بِمَالَدَيْهِمْ فَرِحُوْنَ ٥

''مت ہو مشرکین میں سے جنہوں نے ٹکڑے ٹکڑے کیا اپنے دین کو اور ہو گئے فرقے اور پارٹیاں۔ ہر ایک پارٹی اپنے طرز پر خوش ہے۔''

ف: حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا نے رسول کریم ﷺ سے اس آیت کی تفسیر میں نقل فرمایا کہ اس سے مراد اہل بدعت کی پارٹیاں ہیں۔

(٦) اَلْيَوْمَ اَكْمَلْتُ لَكُمْ دِيْنَكُمْ وَ اَتْمَمْتُ عَلَيْكُمْ نِعْمَتِيْ.

''یعنی میں نے آج تمہارے دین کو مکمل کر دیا ہے اور اپنی نعمت تم پر پوری کر دی ہے۔''

ف: حضرت امام مالکؒ نے فرمایا کہ جو شخص اسلام میں کوئی بدعت ایجاد کرے جس کو وہ نیکی سمجھتا ہے گویا وہ اس کا مدعی ہے کہ آنحضرت ﷺ نے اللہ تعالیٰ کے احکام امت کو پہنچانے میں خیانت کی (کہ یہ نیکی ان کو نہیں بتلائی) کیونکہ حق تعالیٰ کا ارشاد ہے کہ میں نے آج تمہارا دین مکمل کر دیا ہے۔ تو جو چیز اس دن دین میں داخل نہ تھی وہ آج بھی دین نہیں بن سکتی۔

بدعات کی مذمت احادیث نبوی صلی اللہ علیہ وسلم کی روشنی میں!

ارشاد فرمایا جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے:

(۱) مَنْ اَحْدَثَ فِیْ اَمْرِنَا ھٰذَا مَالَیْسَ مِنْہُ فَھُوَ رَدٌّ. (بخاری)

یعنی جو کوئی ہمارے اس کام میں (دین میں) وہ بات نکالے جو اس میں نہیں ہے تو وہ بات رد ہے۔ یعنی وہ مردود ہے۔ (مائۃ دروس ص ۱۱)

(۲) صحیح مسلم میں حضرت جابر بن عبداللہؓ سے روایت ہے کہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم اپنے خطبہ میں فرمایا کرتے تھے:

فَاِنَّ خَیْرَالْحَدِیْثِ کِتَابُ اللہِ وَ خَیْرُالْھَدْیُ ھَدْیُ مُحَمَّدٍ صلی اللہ علیہ وسلم وَشَرَّالْاُمُوْرُ مُحْدَثَاتُھَا وَ کُلُّ بِدْعَۃٍ ضَلاَلَۃٌ.

بہترین کلام اللہ کی کتاب ہے اور بہترین طریقہ اور طرز عمل محمد صلی اللہ علیہ وسلم کا طریقہ اور طرز عمل ہے۔ اور بدترین چیز نو ایجاد بدعتیں ہیں اور ہر بدعت گمراہی ہے

اور حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہما اپنے خطبہ میں مذکورہ الفاظ کے بعد فرماتے:

اِنَّکُمْ سَتُحْدِثُوْنَ وَیُحْدِثُ لَکُمْ فَکُلُّ مُحْدَثَۃٍ ضَلاَلَۃٌ وَّ کُلُّ ضَلاَلَۃٍ فِی النَّارِ.

یعنی تم بھی نئے نئے کام نکالو گے اور لوگ تمہارے لئے نئی نئی صورتیں عبادت کی نکالیں گے۔ خوب سمجھ لو کہ ہر نیا طریقہ گمراہی ہے اور ہر گمراہی کا ٹھکانہ جہنم ہے۔

(۳) عَمَلٌ قَلِیْلٌ فِیْ سُنَّۃٍ خَیْرٌ مِنْ عَمَلٍ کَثِیْرٍ فِیْ بِدْعَۃٍ.

(الرافعی عن ابی ہریرۃؓ)

یعنی عمل قلیل سنت کے ساتھ اس عمل کثیر سے بہتر ہے جو بدعت کے ساتھ ہو

(وجہ ظاہر ہے کہ عمل کے کامل ہونے میں صحت اعتقاد شرط ہے تو فساد کے ساتھ ضرور وہ عمل ناقص ہوگا)۔

ف: بعض لوگ جو بعض مبتدع صوفیوں کو کثرت اوراد و اذکار میں مشغول دیکھ کر خوش اعتقاد علماء یا عوام پر ان کو ترجیح دیتے ہیں یہ بھی حدیث بالا کے قریب ہے۔اور وہ یہ ہے:

الحدیث۔ تم لا اِلہٰ اِلاَّ اللہ اور استغفار کو اختیار کرو اور دونوں کی کثرت کرو کیونکہ ابلیس کہتا ہے کہ میں نے لوگوں کو گناہوں سے تباہ کیا اور انہوں نے مجھ کو لا اِلہٰ اِلاَّ اللہ اور استغفار سے تباہ کر دیا (کیونکہ اس کی برکت سے گناہ معاف ہو جاتے ہیں تو میرا سب کیا دھرا برباد ہو جاتا ہے) پھر جب میں نے دیکھا تو میں نے ان کو بدعات سے تباہ کیا۔اور وہ یہ سمجھ رہے ہیں کہ ہم ہدایت پر ہیں اس لئے یہ توبہ نہیں کرتے' تو اس سے میرا مقصود حاصل ہو جاتا ہے۔

ف: اس حدیث سے دو امور مستفاد ہوئے' ایک ان دونوں ذکروں کی کثرت اور صوفیاء میں ان کی جس قدر کثرت ہے وہ کسی جماعت میں نہیں۔دوسرا امر یہ ہے کہ بدعت کے ہوتے ہوئے کثرت ذکر میں کوئی فضیلت نہیں۔کیونکہ وہ ذکر اس نیت سے نہیں ہوگا کہ بدعت معاف ہو جائے کیونکہ بدعت کو گناہ نہیں سمجھا جاتا۔پس بعض جہلاء صوفیاء باوجود ابتلاء بدعات کے محض کثرت ذکر پر ناز کرتے ہیں یہ سراسر غلطی ہے۔

(التشرف بمعرفۃ احادیث التصوف ص۴۱۴'۴۱۵)

(حصّہ اوّل)

ملفوظات

☆☆☆

☆☆☆

گاندھی کے پیچھے نماز

ایک مولوی ......صاحب نے عرض کیا کہ حضور ایک بدعتی مولوی کہتا ہے کہ گاندھی کے پیچھے نماز پڑھنے میں اتنا نقصان نہیں جتنا دیوبندی کے پیچھے نماز پڑھنے میں ہے۔ مزاحاً جواب میں فرمایا کہ گاندھی کے پیچھے نماز مکروہ بھی نہ ہوگی (یعنی نماز ہوگی ہی نہیں)۔

(الافاضات الیومیہ جلد ا ص ۱۵۰)

بدعت سے قلب میں قساوت اور ظلمت پیدا ہوتی ہے

ایک سلسلہ گفتگو میں فرمایا کہ آجکل بدعتی لوگ اکثر بد دین ہوتے ہیں دوسروں پر تو الزام ہے کہ یہ بزرگوں کی اہانت کرتے ہیں اور اپنی حرکات کو نہیں دیکھتے کہ ہم کیا کرتے ہیں ایک صاحب نے حنفیہ کے دلائل میں حدیث کی ایک کتاب لکھی ہے' اس میں یہ بھی لکھا ہے کہ یہ بخاری سے بھی زیادہ صحیح ہے کیا یہ بزرگوں کی تنقیص اور اہانت نہیں ہے؟ حقیقت میں ان کے دل میں علماء کی قطعاً وقعت نہیں۔ وجہ یہ ہے کہ بدعت سے قلب میں قساوت اور غفلت پیدا ہوتی ہے۔ کتنی بڑی گستاخی اور بے ادبی کی بات ہے۔ جرأت تو دیکھئے کہ یہ کتاب بخاری سے بھی اصح ہے۔ یہ کتاب میرے پاس بھی تقریظ کے لئے بھیجی گئی تھی' میں نے انکار لکھ کر واپس کر دی۔ (الافاضات الیومیہ ج ۵ ص ۲۶۵'۲۶۶)

آجکل کے بدعتیوں کا حال

فرمایا میں نے دعائیں ہر مسلک کے بزرگوں سے لی ہیں حتی کہ ایسوں سے بھی جو صورتا بدعتی کہلاتے تھے۔ کیونکہ پہلے ایسے لوگ بھی اللہ اللہ کرنے والے ہوتے تھے۔ اوران میں تدین تھا عناد اور شرارت نہ تھی، جیسے آج کل کے بدعتی اکثر بددین بلکہ فاسق فاجر تک ہیں

(الافاضات الیومیہ جلد ۸ ص ۱۹)

اھل بدعت کے قلوب میں دین نہیں ہے

ایک سلسلہ گفتگو میں فرمایا کہ بدعتی بھی عجیب چیز ہیں، دین تو قلوب میں ہے ہی نہیں قلب مسخ ہو گیا ہے ہمیشہ اہل حق کے پیچھے پڑے رہتے ہیں۔ نہ کچھ حدود ہیں نہ کچھ اصول جو جی میں آتا ہے بک دیتے ہیں۔ ایک مرتبہ بریلی میں ایک بدعتی مولوی نے خواب دیکھا کہ دوزخ کی کنجیاں میرے ہاتھ میں رکھی گئی ہیں، اور تعبیر اس کی یہ سمجھ رکھی تھی کہ وہ جس کو چاہیں کفر کا فتویٰ دے کر دوزخ میں بھیج دیں۔ میں نے کہا کہ یہ تعبیر تو بالکل ہی غلط ہے۔ یہ تو کسی کے قبضہ میں نہیں کہ کسی کو کوئی دوزخ میں بھیج دے۔ بلکہ اس کا مطلب یہ ہے کہ وہ لوگوں کو گمراہ کر کے دوزخ میں بھیج رہے ہیں۔ پس وہ کنجی دوزخ کی موافق کے لئے ہے مخالفین کے لئے نہیں۔

(الافاضات الیومیہ ج ۲ ص ۴۵)

مولانا احمد رضا خانصاحب کی ملاقات کے واقعہ کی تفصیل

فرمایا کہ ایک مرتبہ اُن ہی بدعتی مولوی صاحب کا اتفاق سے بریلی کے اسٹیشن پر مقابلہ ہو گیا۔ دو چار شخص ان کے ساتھ تھے اور دو چار میرے ساتھ تھے۔ اتفاق سے میری نظر تو نہیں پڑی مگر ساتھیوں نے مجھ سے کہا کہ انہوں نے دور سے بہت بڑے جھک کر سلام کیا ہے۔ میں نے کہا میں نے نہیں دیکھا۔

اس کے بعد ان کو معلوم ہوا کہ فلاں شخص کو میں نے سلام کیا۔ اس قدر جھلائے کہ گاڑی آنے میں کچھ دیر تھی، پلیٹ فارم تک پر نہ ٹھہرے۔ پلیٹ فارم چھوڑ کر کرائے کی جس گاڑی میں آئے تھے اس میں جا بیٹھے تاکہ میری صورت ہی نہ دکھے۔ اب اس طرف کے لوگوں نے شہر میں اُڑایا کہ آج تو ایسے مرعوب ہوئے، ایسے دب گئے کہ جھک کر سلام کر لیا۔ اُن کے معتقدین

نے اس پر یہ کہا (اور صحیح بھی کہا) کہ پہچانا نہیں تھا' عام لوگوں نے کہا کہ جی ہاں پہچانا نہیں تھا' ایسے بچے تھے' دودھ پیتے تھے' کچھ جانتے ہی نہیں ۔ یہ عوام کا اتار چڑھاؤ ہے۔
(الافاضات الیومیہ ج ۲ ص ۴۵' ۴۶)

بدعتی اور وہابی کے معنی

ایک سلسلہ گفتگو میں فرمایا کہ مولانا فیض الحسن صاحب سہارنپوری بڑے ظریف تھے۔ کسی نے ان سے بدعتی اور وہابی کے معنی پوچھے تو عجیب تفسیر کی' فرمایا کہ بدعتی کے معنی ہیں با ادب بے ایمان اور وہابی کے معنی ہیں بے ادب با ایمان ۔آجکل کے بدعتی اکثر شریر ہوتے ہیں پہلے لوگوں میں یہ بات نہ تھی ۔ وجہ یہ کہ وہ اللہ اللہ کرنے والے ہوتے تھے اس کی برکت سے ان میں تدین تھا اور اب تو بکثرت فاسق فاجر ہوتے ہیں جن کو دین سے کوئی لگاؤ نہیں ہوتا اور اس وقت یہی حالت قلت تدین کی غیر مقلدوں میں بھی ہے اور مزید برآں یہ کہ تہذیب سے بھی کورے ہوتے ہیں ۔ایک صاحب کا یہاں پر اخبار آتا تھا اس میں کافر حکام ورؤساء کی مدح ہوتی تھی اور ماشاء اللہ اہل حدیث کہلاتے ہیں' کفار کو اولی الامر منکم میں داخل لکھتے تھے کہاں تو یہ سوء ظن کہ بزرگان سلف کو بھی برا بھلا کہا جاتا ہے اور کہاں یہ حسن ظن کہ کفار کی مدح کی جاتی ہے' یہ ان کا دین ہے۔

بس اغراض نفسانی کو دین سمجھ رکھا ہے کہ ایسے لوگوں سے کچھ ملنے کی امید ہوگی ان کی ہی تعریف شروع کر دی ۔ میں نے لکھ دیا کہ تمہارے اخبار میں کفار کی مدح ہوتی ہے لہذا یہاں اخبار نہ بھیجا کرو ۔ان ہی صاحب نے تفسیر بیان القرآن کے ایک مقام پر اعتراض کیا ہے نہایت ہی بدتہذیبی سے' میں اس کی شکایت نہیں کرتا کہ اعتراض کیوں کیا ؟ کسی کی غلطیوں پر مطلع کرنا طاعت ہے مگر آدمیت تو ہو۔ مگر ایسے لوگوں کو دین تھوڑا ہی مقصود ہے اور ایسے لوگ انہی سے باز آتے ہیں جو گنبد کی آواز ہیں کہ جیسی کہے ویسی سنے ۔ہم کو غریب سمجھ کر ڈانٹ لیتے ہیں ۔اس وقت طبائع کا یہی رنگ ہے کہ نرمی والوں کو ستاتے ہیں اور سختی والوں سے دبتے ہیں ۔اس کی تائید میں ایک قصہ بیان فرمایا کہ ایک مولوی صاحب تھے دھلی کے وہ بیان کرتے ہیں کہ میں ایک رئیس کے یہاں مہمان تھا شب کو بڑے استنجے کی ضرورت ہوئی اُٹھ کر بیت الخلا گیا وہاں سے نکلتے ہوئے سنتری نے ٹوکا' کون؟

اگر میں حضرات دیوبندیوں کا طرز اختیار کرتا کہ میں ہوں حقیر فقیر پر تقصیر تو اس وقت پٹتا

پھر میں خواہ کچھ ہی ہوتا اس لئے ہم نے کہا کہ ہم ہیں مولانا صاحب دہلی والے تو کیا بکتا ہے نالائق۔ اس سنتری نے عرض کیا کہ حضور پہچانا نہیں تھا۔ ہم نے کہا ہاں اندھا ہے سارے دن تو ہم کو دیکھا پھر بھی نہیں پہچانا صبح ہونے دے تب خبر لی جائے گی بس قدموں پر گر پڑا اور ٹھیک ہو گیا یہ تو بہادروں کا قصہ ہے مگر ہم سے تو ایسی بہادری ہو نہیں سکتی ہم تو حقیر فقیر پر تقصیر ہی ہیں جو جس کے جی میں آتا ہے کہہ لیتا ہے ہمارے بزرگوں کا تو یہی طرز رہا ہے کہ اپنے آپ کو مٹائے ہوئے رہتے تھے ہم کو بھی وہی پسند ہے مولانا مظفر حسین صاحب کاندھلوی کا ایک واقعہ یاد آیا۔ کسی سفر میں تشریف لے جا رہے تھے ایک بوڑھے شخص کو دیکھا کہ سر پر بہت سا بوجھ لادے جا رہا ہے فرمایا لاؤ بھائی میں لے لوں تو بوڑھا ہے تھک گیا ہوگا۔ اس نے کہا بھائی تو بھی تو بوڑھا ہے۔ مولانا نے فرمایا اول میں ایسا بوڑھا نہیں دوسرے ذرا تازہ دم ہوں وہ غریب پہچانتا نہ تھا آخر بوجھ دے دیا آپ نے اس کے گاؤں تک پہنچا دیا راستہ میں مختلف باتیں ہوئیں باتوں باتوں میں اس شخص نے یہ بھی کہا کہ میں نے سنا ہے مولوی مظفر حسین صاحب اس طرف آئے ہوئے ہیں بھائی اگر تجھ کو خبر ہو مجھ کو بھی خبر کر دیجیو! فرمایا کر دوں گا۔ جب رخصت ہونے لگے تب فرمایا بھائی مظفر حسین میں ہی ہوں۔ وہ بیچارہ قدموں پر گر پڑا اور بے حد نادم ہوا آپ نے اس کی تسلی کی اور بات کو ختم کیا حضرت یہ سب عشق کے کرشمے ہیں کہ اس طرح مٹا دیتا ہے اور یہی حالت ہو جاتی ہے ؎

عشق آں شعلہ است کو چوں بر فروخت
ہر چہ جز معشوق باقی جملہ سوخت (۱)

اور اس کی یہ کیفیت ہے فرماتے ہیں

ایں چنیں شیخے گدائے کو بکو (۲)
عشق آمد لا ابالی فاتقو!

یہ ان کی دیوانگی وہ دیوانگی ہے جس کو مولانا فرماتے ہیں ؎

---

(۱) عشق وہ آگ ہے کہ جب یہ بھڑکتی ہے تو معشوق کے علاوہ ہر چیز کو جلا دیتا ہے۔

(۲) ایسا شیخ کامل اور (عشق کی بدولت) در در کا فقیر ہو جائے۔ عشق بے پرواہ ہوتا ہے ذرا ہوشیار رہنا ۱۲

اوست دیوانہ کہ دیوانہ نہ شد
مرعسس را دید و در خانہ نہ شد (۳)

(الافاضات الیومیہ ج ۲ ص ۳۲۵'۳۲۶)

اہل بدعت ہمیشہ سے اہل حق کے پیچھے پڑے ہیں

ایک سلسلہ گفتگو میں فرمایا کہ یہ اہل بدعت ہمیشہ اہل حق کے پیچھے پڑے رہتے ہیں اور یونہی اڑنگ بڑنگ ہانکتے رہتے ہیں۔ایک سب انسپکٹر میرے ایک وعظ میں شریک تھے۔وعظ کے بعد انہوں نے مجھ سے گیارھویں کے متعلق سوال کیا میں نے کہا کہ بدعت ہے۔کہنے لگے آپ اس کو بدعت کہتے ہیں اور فلاں مولوی صاحب اس کو اچھا بتلاتے ہیں تو ہم کیا کریں؟ میں نے کہا کہ جیسے ہم سے یہ سوال کیا جاتا ہے کبھی ان سے بھی تو یہ سوال کیا ہوتا کہ تم اچھا کہتے ہو اور فلاں اس کو بدعت کہتے ہیں ہم کیا کریں؟اس سے معلوم ہوتا ہے کہ دل میں کرنے کی خو ہے اور دوسروں کو آڑ بناتے ہو۔پھر کچھ نہیں بولے۔ (الافاضات الیومیہ ج ۴ ص ۴۰)

ہمارے بزرگوں کے ساتھ ظلم

ایک سلسلہ گفتگو میں فرمایا کہ کتنے غضب اور ظلم کی بات ہے کہ ہمارے بزرگوں کو بدنام کرتے ہیں اور وہابی کے لقب سے یاد کرتے ہیں۔ہمارے قریب میں ایک قصبہ ہے جلال آباد' وہاں پر ایک جبہ شریف ہے جو حضور ﷺ کی طرف منسوب ہے اس کی زیارت حاجی صاحب رحمۃ اللہ علیہ اور مولانا شیخ محمد صاحب ؒ کیا کرتے تھے اور حضرت مولانا رشید احمد صاحب گنگوہی رحمۃ اللہ علیہ نے اس کے متعلق میرے خط کے جواب میں تحریر فرمایا تھا کہ:

اگر منکرات سے خالی وقت میسر آنا ممکن ہو تو ہرگز دریغ نہ کریں۔''

بتلایئے یہ باتیں وہابیت کی ہیں؟ان بدعتیوں میں دین تو ہوتا نہیں' جس طرح جی میں آتا ہے جس کو چاہتے ہیں بدنام کرنا شروع کر دیتے ہیں خود تو بددین دوسروں کو بھی بددین بتلاتے ہیں میں تو مولانا فیض الحسن صاحب کا قول نقل کیا کرتا ہوں کہ بدعتی کے معنی ہیں با ادب بے ایمان اور وہابی کے معنی ہیں بے ادب با ایمان۔مولانا بڑے ظریف تھے کیا لطف کی تفسیر کی۔ (الافاضات الیومیہ، ج ۴ ص ۵۸'۵۹)

(۳) وہی دیوانہ ہے جو آپ کا دیوانہ نہیں۔۱۲

اہل باطل ہمیشہ اہلِ حق پر اعتراض کرتے رہتے ہیں

ایک سلسلہ گفتگو میں فرمایا کہ یہ اہل باطل ہمیشہ اہل حق پر عتراض ہی کرنے میں مشغول رہتے ہیں۔ان کو کبھی کوئی کام کی بات بیان کرتے ہوئے نہیں دیکھا اور حدود کا تو ان لوگوں میں مطلق خیال ہی نہیں۔بدوں تحقیق جو جی چاہا اور جس کی نسبت چاہا کہہ دیا یہ قلب میں دین نہ ہونے کی دلیل ہے الحمدللہ اپنے حضرات کی برکت کی وجہ سے ہم لوگوں کو حدود کا اس قدر خیال رہتا ہے کہ جب دیوبند میں بڑا جلسہ ہوا تھا اس میں مجھ سے حضرت مولانا دیوبندیؒ نے فرمایا تھا کہ اس جلسہ میں حضور ﷺ کے فضائل بیان کرنا مناسب ہے یہ حضرت مولانا کا فرمانا اس خیال سے تھا کہ بڑا مجمع ہے ہر قسم کے عقائد کے لوگ اطراف سے آئے ہوئے ہیں جن میں بعضے وہ بھی ہیں کہ ہم لوگوں کے متعلق یہ خیال کیے ہوئے ہیں کہ ان کے دل میں حضور اقدس ﷺ کی عظمت نہیں نعوذ باللہ تو ایسے لوگ رسول اللہ ﷺ کے فضائل سن کر یہ سمجھ جائیں گے کہ حضور ﷺ کے متعلق ان کے یہ خیالات ہیں میں نے عرض کیا کہ ایسے بیان میں روایات کے یاد ہونے کی ضرورت ہے اور روایات مجھ کو محفوظ نہیں۔روایات پر میری نظر بہت کم ہے فرمایا کہ اگر یاد آ جائے بیان کر دینا یہ حضرت کا مشورہ تھا اور نیک مشورہ تھا مگر اپنا اپنا مذاق ہے مجھ کو اس کا بیان اس نیت سے کرتے ہوئے شرم معلوم ہوئی کہ اپنے منہ سے ہم یوں کہیں کہ ہم محب رسول ﷺ ہیں اور ایسے ہیں ویسے ہیں دوسرے یہ وعظ تو اپنی مصلحت تبریہ کے لئے ہوا مخاطبین کی مصلحت سے نہ ہوا اس لئے میں نے حب دنیا کا بیان کیا جس کا آج کل عام مرض ہے اور لوگوں میں سب خرابیاں حب دنیا کے سبب ہیں۔(الافاضات الیومیہ جلد۴ ص۷۰۔۷۱)

اہل حق کی عبارات سے اہل بدعت بعید بعید لزوم ثابت کرتے ہیں

ایک سلسلہ گفتگو میں فرمایا کہ اصل میں بدعتی لوگوں کو عناد ہے اہل حق سے۔اس عناد کے سبب ان کی عبارات سے بعید بعید لزوم ثابت کرتے ہیں کہ یہ لازم آتا ہے وہ لازم آتا ہے۔صریح عبارات میں تحریف کر کے اس پر کفر کو چسپاں کرتے ہیں۔مولوی ابراہیم صاحب دہلوی نے اس کی مثال میں خوب کہا کہ اکثر وعظ ظریف ہوتے ہی ہیں کہ ان کا لزوم ایسا ہے جیسے ایک شخص یک چشم تھا، ایک شخص سے راہ میں ملا اور کہا کہ تو حرام زادہ تیرا باپ حرام زادہ۔اس

نے کہا کہ میاں یہ کیا واہیات ہے راہ چلتے گالیاں دیتے ہو۔ میں نے آخر تمکو کہا کیا تھا؟ کہنے لگا کہ یہ مشہور ہے کہ کانا حرام زادہ تو تم نے جب مجھ کو دیکھا ہو گا ضرور دل میں کہا ہو گا؟ کہ کانا حرام زادہ تو میں نے اس کا جواب دیا کہ تو حرام زادہ تیرا باپ حرام زادہ۔ اب ایسے لزوم کا کسی کے پاس کیا علاج۔ (الافاضات الیومیہ ج ۴ ص ۷۰،۷۱)

بدعتی ہمیشہ دوسروں پر اعتراض کرتے ہیں

ایک سلسلہ گفتگو میں فرمایا کہ بدعتی لوگ ہمیشہ دوسروں ہی پر اعتراض کرنے میں مشغول رہتے ہیں۔ مگر کوئی مفید بات یا کام کبھی نہیں کرتے۔ اُن کے یہاں چند چیزیں ہیں جن کو مایہ ناز سمجھتے ہیں مگر دین ان میں بھی نہیں ہوتا، نہ فہم سے کام لیتے ہیں۔ ایک مرتبہ کانپور میں میں نے وعظ میں گیارھویں کے متعلق بیان کیا اس میں ایک انسپکٹر پولیس بھی شریک تھے۔ بعد وعظ کے مجھ سے کہا کہ ہماری بڑی مشکل ہے فلاں فلاں عالم تو اس کو جائز کہتے ہیں اور تم اس کو بدعت کہتے ہو ہم کیا کریں؟ میں نے کہا کہ اس کا جواب بعد میں دوں گا پہلے یہ بتلایئے کہ آپ کو تردد رفع کرنا ہے یا اعتراض کرنا مقصود ہے؟ کہا کہ تردد رفع کرنا مقصود ہے۔ میں نے دریافت کیا کہ تردد تو دونوں ہی جانب ہونا چاہیئے۔ سو جیسے مجھ سے اس وقت کہا گیا ہے کبھی ان مجوزین (جائز کہنے والوں) سے بھی اس طرح کہا ہے کہ فلاں فلاں منع کرتے ہیں اور آپ اجازت دیتے ہیں ہم کیا کریں؟ بس داروغہ جی ختم ہو گئے۔

(الافاضات الیومیہ جلد ۴ ص ۱۹۸)

بدعت نہایت ہی مذموم چیز ہے

ایک مولوی صاحب کے سوال کا جواب دیتے ہوئے فرمایا کہ بدعت نہایت ہی مذموم چیز ہے ابن عمر رضی اللہ عنہ نے ایک شخص کو ایک عجیب جواب دیا تھا۔ اس شخص کو چھینک آئی، بجائے الحمدللہ کے اس نے کہا السلام علیکم! ابن عمرؓ نے فرمایا کہ تجھے بھی سلام تیری ماں کو بھی سلام۔ اُس نے برا مانا۔ پس مقصود تعلیم دینا تھا کہ بے محل شرعی سلام کرنا ایسا ہی برا ہے جیسا تمہارے سلام کے جواب میں ماں کو شامل کر لینا بے محل ہونے کی وجہ سے برا سمجھا گیا۔ اس میں بعض لوگوں نے ایک نکتہ نکالا ہے کہ ماں کا ذکر اس لئے کیا کہ اس نے تجھے ایسی تعلیم کی یہ بطور طعن کے تھا۔ یہ بہت بڑے جلیل القدر صحابی ہیں۔ بڑے ہی متبع سنت ہیں یہاں تک کہ سفر میں

جہاں حضورؐ نے نماز پڑھی وہاں یہ بھی نماز پڑھتے تھے۔(الافاضات الیومیہ ج ۴ ص ۲۷۷)

ایک بی بی کا مبتدع خان صاحب کو خواب میں دیکھنے کا واقعہ

ایک سلسلہ گفتگو میں فرمایا کہ ایک بی بی نے عجیب خواب دیکھا وہ یہ کہ ایک مولوی ....خان صاحب مبتدع کو خواب میں دیکھا۔ ان بی بی سے دریافت کیا کہ اُس کی (یعنی میری) مجلس میں کبھی میرا بھی ذکر آیا ہے؟ بی بی نے کہا ہمارے سامنے تو آیا نہیں خان صاحب بولے کبھی ذکر تو کرنا دیکھنا کیا کہے گا پھر خود ہی کہا میں بتلاؤں کیا کہے گا یہ کہے گا کہ بڑا ہی لچا تھا میں نے کہا کہ واقعی سچا خواب ہے میں نے اس سے زیادہ کچھ کہا ہی نہیں (یعنی شدید کلمات نہیں کہے گو اس نے ساری عمر مجھ کو گالیاں دیں۔ایک اور مولوی صاحب کا ذکر فرمایا کہ وہ اٹاوہ میں مجھ سے ملے کہتے تھے کہ اگر تم ایک کام کرنے لگو تو تمام ہندوستان کو میں تمہارا غلام بنادوں یہ میری ذمہ داری ہے وہ کام یہ ہے کہ مولود میں قیام کرنے لگو میں نے کہا اگر کسی کو غلام بنانا ہی مقصود نہ ہو کہنے لگے کہ بس یہی تو افسوس کی بات ہے آپ لوگ مصالح کو سمجھتے ہی نہیں میں کہتا ہوں کہ مصالح تو ہمارے یہاں خوب پسے جاتے ہیں تاکہ سالن مزہ دار ہو اور وہ یہ بھی کہتے تھے کہ تم کو اپنی قوت کی خبر نہیں کہ لوگوں پر کتنا اثر ہے بس ذرا سا حجاب ہے اگر وہ اٹھ جائے تو پھر تم کو معلوم ہو کہ لوگوں کے قلب پر تمہارا کتنا اثر ہے پھر مزاحاً فرمایا کہ یہ قوت تو ایسی ہوئی جیسے مشہور ہے کہ بھیڑیئے کو اپنی قوت کی خبر نہیں اسی سلسلہ میں اسی پہلے خان صاحب کا ذکر فرمایا کہ ایک مرتبہ اسٹیشن بریلی پر ان خان صاحب سے مواجہہ ہو گیا معلوم نہیں ان کو کیا دھوکا ہوا انھوں نے مجھ کو دور سے سلام کیا اتفاق سے میں نے دیکھا بھی نہیں اس لئے جواب بھی نہیں دیا پھر ان کو کسی سے معلوم ہوا یہ تو اشرف علی ہے' اس قدر غصہ آیا کہ پلیٹ فارم چھوڑ کر باہر گاڑی میں جا بیٹھے پھر شہر میں اس سلام کی شہرت ہو گئی اب عوام کا کون انتظام کرئے اس طرح کے لوگوں نے کہا کہ آج تو ایسے مرعوب ہوئے کہ جھک کر سلام بھی کر لیا ان کے معتقدین نے جواب دیا کہ پہنچانا نہ تھا لوگوں نے کہا جی ہاں ایسے دودھ پیتے بچے تھے پہنچانا نہ تھا' غرض اچھا خاصا تماشہ ہو گیا اسی سلسلہ میں ایک اور قصہ بیان فرمایا بریلی میں بدعتیوں کا ایک جلسہ ہوا اس میں ایک صاحب نے اِیَّاکَ نَعْبُدُ وَاِیَّاکَ نَسْتَعِیْنَ کی تفسیر بیان کی قیامت کے روز پیشی کے وقت خدا اور رسول دونوں جمع ہوں گے تو ہم اس وقت خدا کی طرف منہ کر کے کہیں گے ایاک

نعبد اور حضور کی طرف منہ کر کے کہیں گے وایاک نستعین۔ اس پر بڑی تحسین ہوئی واہ واہ کیا نکتہ ہے کیوں صاحب یہ بھی کوئی نکتہ ہوا رنگون میں ایک ہندوستانی بدعتی مولوی نے شجرہ میں بزرگوں کے نام کے ساتھ صلی اللہ علی نبینا وعلیہ وسلم چھپوایا ہے اور کہتا ہے کہ تبعًا کہنا جائز ہے جواب میں فرمایا کہ کیا مفسدہ کے وقت بھی جائز ہے دوسرے لفظی تبعیت زیادہ مؤثر ہوگی یا منوی تبعیت ظاہر ہے کہ اس شخص کو اصل مقصود تو بزرگان شجرہ پر صلوۃ بھیجنا ہے خود حضور اقدس ﷺ کا نام حیلہ جواز کے لئے تبعًا بڑھایا گیا ہے۔

(الافاضات الیومیہ ج ۳ ص ۲۵۲، ۲۵۳)

راہ سلوک کے راہزن

ایک سلسلہ گفتگو میں فرمایا کہ آج کل اس راہ سلوک میں راہ زن بہت پیدا ہو گئے ہیں لوگوں کو گمراہ کرتے ہیں اور جو خود گمراہ ہو وہ دوسرے کو کیا راستہ بتلائے گا۔ ایک بدعتی دکاندار پیر کا واقعہ ہے کہ ایک شخص پولیس میں ان کا مرید تھا وہ کسی جرم میں ماخوذ ہو کر لین حاضر ہوا اور اتفاق سے میرے ایک عزیز بھی حاضر ہو گئے اس شخص نے اپنے پیر کو خط لکھا تھا کہ یہ صورت حال ہے دعا کیجئے اور ان عزیز نے بھی ان سے اپنے لیے دعا کرنے کو لکھ دیا پیر نے جواب میں لکھا کہ آج کل پولیس پر خدا کا غضب ہے اور اس کا انتظام میرے سپرد ہے اور ہر جمعرات کو پیران کلیر میں اولیاء اللہ کی کمیٹی ہوتی ہے اور یہ معاملات پیش ہوتے ہیں۔ اور ظالم نے میرا نام بھی لکھا کہ وہ بھی کمیٹی میں شریک ہوتا ہے، اس کمیٹی میں پیش کر دیا جائے گا اب جو حکم ہو اور قرائن سے اس خرافات کے لکھنے کی یہ مصلحت تھی کہ جب مجھکو یعنی اشرف علی کو بذریعہ ان عزیز کے یہ جواب معلوم ہوگا جس میں میری ولایت بھی ثابت ہوتی ہے، تو میں خوش ہو کر ان کو ولی کہوں گا تو وہ عزیز بھی معتقد ہو جائیں گے۔ ان عزیز نے مجھ کو لکھا کہ اب کی جمعرات کو وہ معاملہ پیش ہوا تھا یا نہیں؟ اور کیا حکم ہوا؟ میں نے ان عزیز کو ڈانٹا کہ کیا واہیات ہے اور تعجب ہے کہ تم کو ایسی بات پر یقین آ گیا۔

اور حقیقت تو یہ ہے کہ اگر عبدیت میسر ہو جائے تو قطبیت، ابدالیت سب اس پر قربان ہیں۔ حضور ﷺ کی عبدیت کی صفت کو رسالت پر مقدم رکھا گیا ہے۔ چنانچہ تشہد میں عبدہ ورسولہ، کہا گیا ہے۔ باقی اس سے یہ لازم نہیں آتا کہ نبوت سے ولایت افضل ہے جیسا بعض کو شبہ ہو گیا ہے۔ اور منشاء اشتباہ کا یہ ہے کہ ولایت میں توجہ الی الحق ہوتی ہے اور نبوت

میں توجہ الی الخلق۔اور ظاہر ہے کہ اول افضل ہے ثانی سے۔مگر محققین نے نبوت ہی کو ولایت سے افضل کہا ہے اور اس شبہ کا جواب یہ ہے کہ نبوت میں صرف توجہ الی الخلق نہیں ہوتی بلکہ دونوں کا مجموعہ ہے جس میں اصل مقصود تو توجہ الی الحق ہے اور توجہ الی الخلق تابع۔اور چونکہ وہ بھی مامور بہ ہے اس لئے وہ توجہ الی الخلق بھی مضر نہیں۔ بلکہ توجہ الی الحق ہی ہے۔گو لون (رنگ) اس کا دوسرا ہو۔

ایک صاحب نے عرض کیا کہ جب وہ توجہ الی الخلق مضر نہیں تو پھر لیغان علی قلبی وانی استغفر اللہ کیوں فرمایا؟ فرمایا کہ صورتاً تو اس طرف توجہ رہی اس کو غین فرمایا گیا اور استغفار سے اس کو صاف کیا گیا۔جیسے آئینہ کے اندر بھی محبوب کی صورت نظر آ سکتی ہے اور کسی حکمت کی وجہ سے محبوب کا حکم ہوا کہ دو گھنٹے ہم کو بلا واسطہ دیکھو۔اور ایک گھنٹہ آئینہ میں ہمارے عکس کو دیکھو تو واقع میں وہ محبوب ہی کی رؤیت ہے۔مگر صورۃً بواسطہ حجاب کے ہے اور امتثال امر کے وقت رؤیت بلا واسطہ سے بھی قرب میں بڑھی ہوئی ہے۔اس کو ایک مثال سے سمجھئے۔محبوب نے کہا کہ مجلس سے اٹھ کر بازار سے آم لاؤ۔وہاں دو عاشق ہیں ایک تو نہیں گیا کہ میں قرب سے محروم ہو گیا۔ایک نے کہا کہ میں لاتا ہوں وہ آم لینے چلا گیا۔بظاہر تو یہ معلوم ہوتا ہے کہ جو نہیں گیا وہ مقرب ہے مگر واقع میں مقرب وہ ہے جو چلا گیا۔اس کو رضا بھی میسر ہے لقاء بھی میسر ہے۔

اوپر معلوم ہو چکا ہے کہ ولایت نبوت کا جز ہے اور جز' کل سے کیسے افضل ہو سکتا ہے؟ اور یہ بھی معلوم ہو چکا ہے کہ یہ جز و یعنی توجہ الی الخلق دوسرے جز و کو مضر نہیں۔مگر باوجود اس کے عاشق طبعاً چاہتا ہے کہ یہ حجاب بھی نہ ہو۔بلکہ بعض اوقات وہ غایت غیرت سے اپنے کو بھی غیرت سمجھ کر اس کو مٹا دینا چاہتا ہے۔اسی کو کہتے ہیں

غیرت از چشم برم روئے تو دیدن نہ دہم
گوش را نیز حدیث تو شیدم نہ دہم (۱)

اسی کو حضورﷺ فرماتے ہیں کہ میرے قلب پر بھی غین یعنی حجاب ہوتا ہے۔اور میں اس کے لئے استغفار کرتا ہوں۔پس صورتاً جو کمی ہو جاتی ہے اس کا تدارک اس سے کیا جاتا ہے۔میں

---

(۱) جب میری آنکھ آپ کے چہرہ کو دیکھتی ہے تو اس سے بھی مجھے غیرت آتی ہے اور جی چاہتا ہے کہ اپنے کان کو آپ کی آواز نہ سننے دوں کہ یہ چیزیں بھی غیر ہیں۔

آجکل حضرات چشتیہ کے حالات دیکھ رہا ہوں' ان کے یہاں ایسے قصے ہی نہیں کہ نبوت افضل ہے ولایت سے یا ولایت افضل ہے نبوت سے ۔ان کے یہاں تو صرف یہ ہے کہ آخرت کا خوف پیدا کرو کام میں لگو عمل کرو ۔ خدا کے سامنے آؤ خشیت و محبت پیدا کرو ۔زیادہ وقت ان حضرات کا ذکر اور فکر میں گزرتا تھا یہ لوگ فانی تھے بالکل اس کے مصداق تھے ؎

عشق آں شعلہ است کو چوں برفروخت　　　ہر چہ جز معشوق باقی جملہ سوخت (۱)

ایک سلسلہ گفتگو میں فرمایا کہ آجکل شرفاء بہت پریشان ہیں کہ روزگار نہیں ملتا زیادہ تر شریفوں ہی کے ایسے خطوط آتے ہیں ۔غریب لکھتے ہیں کہ نوکری ڈھونڈتے ہیں مگر نہیں ملتی بڑا ہی رنج ہوتا ہے ۔بی اے پاس ہیں ایم اے پاس ہیں مگر نوکری نہیں ملتی ۔اب تو یہ سوال ہونے لگا ہے انگریزی پڑھ کر کہاں سے کھاؤ گے؟ پہلے یہ لوگ عربی دانوں سے پوچھتے تھے کہ عربی پڑھکر کہاں سے کھاؤ گے یہاں ایک بزرگ تھے وہ کہا کرتے تھے کہ علم دین کا تو ادنیٰ نصاب بھی معاش کے لیے کافی ہے ۔دیکھئے کوئی شخص اذان یاد کرلے جو پانچ منٹ کا کام ہے اور کسی مسجد میں جا بیٹھے پھر سارے کنبہ کو روٹیوں کی کمی نہیں ہوگی ۔اور انگریزی میں اعلیٰ نصاب سے کم تو بالکل ہی بیکار اور اب اعلیٰ اعلیٰ پاس کرنے پر بھی روٹیاں ملنی دشوار ہوگئیں۔

(الافاضات الیومیہ ج ۳ ص ۲۳۵ تا ۲۳۷)

حضرت حکیم الامت رح کی تصانیف کی مدح

ایک سلسلہ گفتگو میں فرمایا کہ کلکتہ میں ایک شخص اُن ہی خان صاحب مذکور کا معتقد ہے۔ میری کتابیں بہت دیکھتا ہے ایک صاحب مجھے کہتے تھے کہ وہ شخص کہتا تھا کہ یہ کون کہتا ہے کہ اشرف علی دیوبندی ہے وہ تو ہماری جماعت کا آدمی ہے ۔اس کے ثبوت میں کچھ میری کتابوں کے مضمون بیان کئے اور معتقدانہ یہ کہتا تھا کہ ایک مسئلہ اختیاری اور غیر اختیاری کا اور اس کے احکام اور آثار کا تو صدیوں سے گم تھا اُس کو ایسا ظاہر کیا کہ کسی نے نہیں کیا اور یہ بھی کہا کہ بھلا دیوبند والے کہیں ایسی باتیں اور ایسے مضامین لکھ سکتے ہیں؟ لاحول ولا قوۃ الا باللہ۔
(الافاضات الیومیہ ج ۳ ص ۲۵۲)

---

(۱) عشق وہ آگ ہے جب بھڑکتی ہے تو معشوق کے سوا سب کو جلا دیتی ہے۔

اہل بدعت حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو الٰہ ناقص مانتے ہیں

ایک سلسلہ گفتگو میں فرمایا کہ میں نے ایک وعظ میں بیان کیا تھا کہ یہ بدعتی حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو الٰہ مانتے ہیں مگر ناقص اور ہم عبد مانتے ہیں مگر کامل ۔ تو تم حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی تنقیص کرتے ہو اور ہم کمال کے قائل ہیں۔

اہل تدیّن میں بدعت ہونے کا سبب

فرمایا اہل تدین میں بدعت شدت محبت اور قلت فہم سے پیدا ہوتی تھی وہ اللہ اللہ کرنے والے ہوتے تھے ۔ مگر محبت کی زیادتی اور فہم کی کمی سے بدعت میں مبتلا ہوجاتے تھے جس سے ان کی نیت کا اچھا ہونا ثابت ہوتا ہے۔ (الافاضات الیومیہ، ج۳ص ۲۸۹)

اہل بدعت دوزخی زیور کے مستحق ہیں

ایک مولوی صاحب نے عرض کیا کہ بیعت کے وقت طالب سے یہ بدعتی لوگ یہ شرط کرتے ہیں کہ بہشتی زیور مت دیکھنا ۔ فرمایا کہ یہ شرط انکی حالت کے بالکل مناسب ہے ۔ وہ تو دوزخی زیور کے مستحق ہیں، ان کو بہشتی زیور سے کیا تعلق ۔

پھر فرمایا کہ یہ لوگ ایسے بے عقل ہیں کہ یہ بہشتی زیور پر اعتراض کرتے ہیں ۔ حالانکہ اس میں درّ مختار، شامی وغیرہ کے مسائل ہیں جس کو یہ مانتے ہیں تو یہ ایسا قصہ ہوا کہ جیسے ایک شخص نے اپنے حقیقی بھائی کو ماں کی گالی دی ۔ اس نے کہا کہ وہ تمہاری بھی تو ماں ہے ۔ اس نے کہا اس کی دو حیثیتیں ہیں، تمہاری ماں ہونے کی حیثیت سے تو وہ ایسی ہی ہے ۔ اور میری ماں ہونے کی حیثیت سے وہ مکرمہ معظمہ ہے۔ (الافاضات الیومیہ ج ۴ ص ۷۷)

اہلِ بدعت اور خلاف مسلک لوگ جو عبادت گزار ہوں ان کی شخصیات کے معاملہ میں احتیاط

اکابر دیوبند کی جس طرح مسائل میں حق گوئی اور صاف گوئی معروف ومشہور ہے جس کو سب جانتے ہیں، اسی طرح ان کے تقویٰ اور تواضع کا ایک دوسرا رخ ہے جس کو بہت کم لوگ

جانتے ہیں وہ یہ کہ مسئلہ میں تو کسی کی رعایت نہیں کرتے ۔اپنے نزدیک جو بات حق ہے وہ صاف کہہ دیں لیکن اس کے خلاف کرنے والے حضرات کی شخصیات اور ذاتیات پر گفتگو آئے تو اس میں بڑی احتیاط کرتے ہیں ۔ان کی بدگوئی سے خود بھی احتیاط کرتے ہیں دوسروں کو بھی احتیاط کی تلقین کرتے ہیں ۔جس پر ان کی زندگی کے واقعات بکثرت شاہد ہیں ۔اسی سلسلے کا ایک واقعہ یہ ہے کہ:

حضرت مولانا محمد قاسمؒ سے کسی نے کہا میرٹھ کے مولانا عبدالسمیع صاحب بیدل بکثرت میلاد پڑھتے اور پڑھواتے ہیں آپ کیوں نہیں کرتے ۔فرمایا کہ بھائی ان کو حب رسول کا بڑا درجہ حاصل ہے دعا کرو مجھے بھی وہ حاصل ہو جائے ۔(ملفوظ حکیم الامت ۱۲' رمضان ۳۴۵ھ)

یہ سوال چونکہ دوسرے ایک عالم کی شخصیت اور اپنی ذلت کے تقابل کا تھا اس لئے اس وقت کسی مسئلہ کی تحقیق کی جاتی تو وہ اپنے نفس کی طرف سے مدافعت اور دوسرے عالم کی شخصیت پر جرح ہوتی اس سے اجتناب فرمایا اور تواضع کا پہلو اختیار کیا ۔اگر صرف مسئلہ پوچھا جاتا کہ مروجہ قسم کی محفل میلاد کا کیا حکم ہے تو وہی فرماتے جو ان کی تحریرات اور فتاویٰ میں مذکور ہیں ۔ایک مشہور پیر صاحب بازاری عورتوں کو بھی مرید کر لیتے تھے ۔حضرت مولانا محمد قاسم نانوتویؒ کی مجلس میں کچھ لوگ ان کو برا کہنے لگے تو حضرتؒ نے بہت خفا ہو کر فرمایا کہ تم نے ان کا عیب تو دیکھ لیا یہ نہیں دیکھا کہ وہ راتوں کو اللہ کے سامنے عبادت گذاری اور گریہ وزاری کرتے ہیں ۔لوگوں کو خاموش کر دیا اور اشارہ اس بات کی طرف کیا کہ کسی شخص کے اچھے عمل کو اچھا اور برے کو برا کہہ دینا تو دینی حق ہے کسی شخص کو برا یا بھلا اس کے مجموعہ اعمال کی بناء پر کہا جاسکتا ہے جس کا عموماً لوگوں کو علم نہیں ہوتا اس لئے کسی شخص کی ذات کو برا کہنے میں بہت احتیاط چاہیے ۔حضرت مولانا نانوتویؒ کے خاص بے تکلف مرید امیر شاہ خان نے ایک مرتبہ فضل رسول صاحب جو اس زمانے کے اہل بدعت میں سے تھے ان کا نام بگاڑ کر فصل رسول کی بجائے فصل رسول حرف صاد کے ساتھ کہا حضرتؒ نے ناراض ہو کر سختی سے منع فرمایا کہ وہ جیسے بھی کچھ ہوں تو آیت قرآن وَلَا تَنَابَزُوا بِالْاَلْقَاب۔ کے خلاف کر کے گناہگار ہو ہی گئے ۔ایک معروف و مشہور اہل بدعت عالم جو اکابر دیوبند کی تکفیر کرتے تھے اور ان کے خلاف بہت سے رسائل میں نہایت سخت الفاظ استعمال کرتے تھے ۔ان کا ذکر آ گیا تو فرمایا میں سچ عرض کرتا ہوں کہ مجھے ان کے متعلق معذب ہونے کا گمان نہیں ۔کیونکہ ان کی نیت ان سب چیزوں سے ممکن ہے کہ تعظیمِ رسول ہی کی ہو۔ (مجالس حکیم الامت ج ا ص ۱۲۳ تا ۱۲۸)

اہل بدعت کی مثال

ایک صاحب کے سوال کے جواب میں فرمایا کہ بدعتی تو ایسے ہیں جیسے گھر کے کچھ لوگ بگڑ گئے کیونکہ بزرگوں کے معتقد' تو ہیں اور غیر مقلد ایسے ہیں جیسے غیر ہوتے ہیں کیونکہ بزرگوں ہی کو نہیں مانتے۔ چنانچہ بدعتی بے ادب نہیں ہوتے ان کو بزرگوں سے تعلق ہے۔ مگر غلط تعلق کا ایسا ہی فرق ہے جیسے آریہ اور سنائن دھرمی ہیں۔ آریہ بظاہر موحد معلوم ہوتے ہیں' سنائن دھرمی غیر موحد۔ مگر سنائن دھرمی مذہبی مقتداؤں کا ادب کرتے ہیں اور آریہ نہیں کرتے۔ باقی آریہ کا موحد ہونا تو مجھ کو تو اسمیں بھی کلام ہے۔ اس لئے کہ یہ تین کو یعنی مادہ' روح اور پرمیشور کو قدیم بالذات مانتے ہیں' تو توحید کہاں رہی؟ اور سنائن دھرمی قائل تو ہیں بہت سے معبودوں کے مگر ان کو واجب اور قدیم بالذات نہیں مانتے۔

(الافاضات الیومیہ ج٦ ص۸۳)

اہل بدعت کی ناراضگی کا سبب

ایک سلسلہ گفتگو میں فرمایا کہ میاں اب تو بوڑھے ہو گئے اب کیا کسی کے بدنام کرنے سے ڈریں گے۔ جس کا جی چاہے بدنام کرے اور الزام اور بہتان لگائے۔ ہوتا کیا ہے؟ آخر بے چارے اگر یہ بھی نہ کریں تو اور کیا کریں۔ باقی جو حلوے مانڈوں میں کھنڈت پڑ گئی ہے ان کی واپسی تو ذرا اب مشکل ہے۔ اس لئے ہی زیادہ خفا ہیں۔ عام لوگ جس طرح پہلے بہکاوے میں آ جاتے تھے اللہ کا شکر ہے کہ اب وہ بات نہیں رہی۔ یوں تو بدفہم' بدعقل لوگ ہر زمانے میں رہے اور ہیں لیکن سمجھدار اب پھندوں میں نہیں آ سکتے۔ مرغے' انڈے' حلوے مانڈے سب ختم ہو گئے' تو کیا برا بھلا بھی نہ کہہ لیں۔ خصوصاً یہ بدعتی تو مجھ سے بے حد خفا ہیں ان کو ہی زیادہ نقصان پہنچا۔ آئے دن ایک نئی بات اور اعتراضات لے کر کھڑے ہو جاتے ہیں لیکن تاڑنے والے تاڑ لیتے ہیں کہ حقیقت اس کی کیا ہے۔ (الافاضات الیومیہ ج٦ ص ۱۹۵)

حضرت مولانا اسماعیل شہیدؒ کی ایک عبارت کا مفہوم

ایک مولوی صاحب کے سوال کے جواب میں فرمایا کہ اعتراض کر دینا کون سا مشکل ہے مشکل تو کام کرنا ہے یا کام کی بات کہنا یا اس کا سمجھنا ہے۔ میری تصانیف پر رات دن

عنایت فرما اعتراضات کرتے رہتے ہیں ۔چنانچہ حفظ الایمان کی عبارت پر اعتراض ہے ' حالانکہ اس کی عبارت بالکل صاف اور اس کا مفہوم بالکل بے غبار ہے لیکن عناد اور بغض وحسد کا کسی کے پاس کیا علاج ۔

حضرت مولانا محمد اسماعیل صاحب شہید رحمۃ اللہ علیہ کی ''تقویۃ الایمان'' کی عبارت پر اعتراض کرتے ہیں ۔وہ عبارت یہ ہے کہ اگر خدا چاہے تو محمد جیسے سینکڑوں بنا ڈالے ۔ یہ ایک بڑا اعتراض ہے جس پر مخالفین کو ناز ہے کہ اس کا کوئی جواب نہیں ۔حضرت مولانا احمد علی سہارنپوری محدثؒ نے ایک مولوی صاحب کو اس عبارت پر اعتراض کرنے کے وقت جو جواب دیا تھا عجیب وغریب ہے اور بزرگوں کے جواب ہوتے ہی ہیں عجیب ۔مناظرین کا ذہن وہاں تک نہیں پہنچتا ۔ان مولوی صاحب نے یہ اعتراض کیا تھا کہ حضرت شہید صاحب رحمۃ اللہ علیہ نے ''تقویۃ الایمان'' میں اس عنوان سے ایک عبارت لکھی ہے کہ اگر خدا چاہے تو محمد جیسے سینکڑوں بنا ڈالے ۔اور محاورہ میں یہ صیغہ بناڈالے تحقیر کا ہے ۔تو اس میں حضور ﷺ کی تحقیر ہے اور یہ کفر ہے ۔

حضرت مولانا نے جواب فرمایا کہ تحقیر تو ہے مگر فعل کی تحقیر ہے مفعول کی نہیں ، بنانے کی تحقیر ہے یعنی بنانا سہل ہے عظیم اور ثقیل نہیں ۔ کہنے لگے حضرت یہ تو تاویل ہے ۔فرمایا بہت اچھا اگر تاویل ہے جانے دیجئے ۔ یہ حضرات عجیب شان کے تھے کسی بات کے پیچھے نہ پڑتے تھے بڑے ظرف کے لوگ تھے کسی بات کے درپے نہ ہوتے تھے ۔اتفاق سے دوتین روز کے بعد یہی معترض مولوی صاحب مولانا سے عرض کرنے لگے کہ حضرت مشکوٰۃ شریف 'ترمذی شریف تو آپ کے یہاں چھپ چکیں اب بیضاوی شریف بھی چھاپ ڈالئے ۔مولانا نے فوراً فرمایا کہ مولوی صاحب یہ وہی ڈالنا ہے جس سے تحقیر ہوتی ہے ۔آپ نے بیضاوی کی تحقیر کی جو مشتمل ہے قرآن پر اور کل کی تحقیر جزو کی تحقیر ہے اور قرآن کی تحقیر کفر ہے ۔اب بتلایئے وہی کفر کا فتویٰ آپ پر ہوتا ہے یا نہیں ؟

اس وقت معترض مولوی صاحب کی آنکھیں کھلیں اور عرض کیا کہ حضرت واقعی اس کا مطلب اور مفہوم تو خود میرے ذہن میں وہی تھا کہ آپ کے پاس سامان موجود ہے آپ کو چھاپ دینا آسان ہے فعل ہی کی تحقیر تھی مفعول کی نہ تھی ۔

دیکھئے حضرت مولانا شہید صاحبؒ پر یہ ایک بہت بڑا اعتراض تھا ۔جس کی حقیقت مولانا کے جواب سے واضح ہوگئی غرض اعتراض کر دینا بدون سوچے سمجھے بدون غور کیے ہوئے

کوئی مشکل چیز نہیں خصوص بدعقل بدفہم بددین کے نزدیک تو بہت ہی آسان اور سہل چیز ہے کیونکہ اس کو کوئی چیز مانع نہیں اگر کچھ مشکل ہے تو اہل حق اہل عقل اہل فہم اہل دین ہی کو ہے کیونکہ ان کو آخرت کی فکر ہے اس لئے وہ حدود سے گذر کر نہ کچھ کہہ سکتے ہیں اور نہ کچھ کر سکتے ہیں۔ (الافاضات الیومیہ ج ۸ص ۲۶‘ ۲۷)

چشتیوں کو بعض نقشبندیہ کا بدعتی کہنا

فرمایا کہ چشتیوں کو بعض نقشبندیہ بدعتی کہتے ہیں اور اپنے کو بہت متبع سنت سمجھتے ہیں حالانکہ حضرات چشتیہ کو اتباع سنت کا نہایت اہتمام رہا ہے میں نے تو چشتیوں کے اتباع سنت کی حکایتیں جمع کی ہیں تاکہ یہ بہتان جو ان پر بدعتی ہونے کا لگایا گیا ہے غلط ثابت ہو۔

انہی حکایتوں میں ایک یہ حکایت بھی ہے کہ جب حضرت کبیر الاولیاء جلال الدین پانی پتیؒ بیمار ہوئے تو ان کو دوا پیش کی گئی آپ صاحب فراش تھے بیٹھنا مشکل تھا جوں توں بیٹھے پھر خادموں سے کہا مجھے اٹھا کر نیچے زمین پر بٹھلا دو۔ خادموں نے تعمیل حکم کی جب زمین پر بیٹھ گئے اس وقت دوا نوش فرمائی اور فرمایا کہ رسول اللہ ﷺ سے یہ ثابت نہیں ہے کہ آپ نے سریر پر کوئی چیز کھائی ہو دیکھئے احتمال سے بھی بچے اور اتنی مصیبت اٹھا کر زمین پر بیٹھے اس کے بعد دوا کھائی بھلا ایسے حضرات بدعتی ہو سکتے ہیں کسی کو بدعتی کہہ دینا سخت بات ہے عام عادت ہو گئی ہے کہ جو اپنی وضع کے خلاف ہوا اس کو بدعتی سمجھ لیا ایسا ہرگز نہ چاہیئے۔

بے تحقیق بدعتی سمجھنے پر ایک حکایت یاد آئی۔ مولانا جلال الدین تھانیسری جو حضرت شیخ عبدالقدوس گنگوہیؒ کے خلیفہ ہیں وہ عالم بھی ہیں۔ حضرت شیخ تھانیسر میں کبھی کبھی تشریف لایا کرتے تھے وہاں ایک جولاہا حضرت کا مرید تھا وہ چونکہ دیندار تھا مولانا جلال الدین کی خدمت میں بھی مسائل پوچھنے کو حاضر ہوتا تھا چونکہ مولانا اس زمانے میں محض عالم تھے طریق میں داخل نہ ہوئے تھے ان میں ایک طالبعلمانہ شوخی بھی تھی۔ جب حضرت شیخ آتے مولانا اس جولاہے مرید سے کہتے لو میاں وہ تمہارے نچیا پیر آئے ہیں نچیا اس لئے کہتے کہ حضرت شیخ پر سماع میں وجد طاری ہو جاتا تھا جس کے اثر سے بے اختیار حرکت فرمانے لگتے تھے۔ نچیا کے لفظ سے اس بیچارے مرید کو بڑا رنج ہوتا لیکن ان کی شان میں بھی گستاخی نہیں کر سکتا تھا۔ کیونکہ حضرت شیخ خود علماء کا بہت ادب کرتے تھے۔ بہت دن تو صبر کیا لیکن ایک دن ہمت کر کے چغلی کھا ہی دی عرض کیا کہ حضرت نہ مولانا چھوڑے ہی بنتا ہے نہ ان کے پاس

جانے ہی کو جی چاہتا ہے وہ حضرت کی شان میں ایک بہت ہی بے ادبی کا کلمہ کہتے ہیں پوچھنے پر اس نے وہی لفظ نچنیا کا نقل کر دیا۔ حضرت شیخ نے فرمایا کہ اگر اب کی بار ایسا کہیں تو تم کہہ دینا کہ جی ہاں حضور وہ ناچتے بھی ہیں اور نچاتے بھی ہیں۔ وہ یہ سن کر بڑا خوش ہوا کہ خیر اب ان کی بات کا کوئی جواب تو ہے۔ پھر قصداً مولانا کی خدمت میں گیا اور خود حضرت شیخ کا ذکر چھیڑا مولانا نے حسب عادت پھر وہی کہا کہ تمہارے نچنیا پیر آ گئے۔ اس نے وہی حضرت شیخ کا سکھایا ہوا جواب دے دیا کہ جی ہاں وہ ناچتے بھی ہیں اور نچاتے بھی ہیں۔ بس یہ جواب سننا تھا کہ مولانا جلال الدین پر ایک کیفیت طاری ہوگئی اور کھڑے ہو کر رقص کرنے لگے اور بے تاب ہو کر کہنے لگے کہ مجھے شیخ کی خدمت میں لے چلو چنانچہ لوگ لے گئے بس خدمت میں پہنچتے ہی قدموں میں گر گئے اور عرض کیا کہ مجھے بیعت فرما لیجئے۔ حضرت شیخ نے ان کی درخواست قبول فرمالی پھر کام میں لگ گئے۔ حتیٰ کہ حضرت شیخ کے اجل خلفاء میں سے ہوئے۔ ذکر و شغل میں جو حالات آپ پر طاری ہوئے وہ سب کتابوں میں لکھے ہیں یا تو ایسے خشک عالم تھے یا پھر اتنے بڑے صاحب تصرف ہوئے کہ ان کی ایک حکایت ایک ثقہ مولوی صاحب نے بیان کی کہ تھانیسر ہندوؤں کی جگہ ہے وہاں ایک میلہ ہوتا تھا جس میں لاکھوں ہندو جمع ہوتے تھے حضرت مولانا جلال الدین نے ایک روز اپنے خدام سے فرمایا کہ یہ کیا بات ہے کہ یہاں اتنے ہندو کیوں جمع ہوتے ہیں۔ عرض کیا کہ حضرت یوں تو یہ ان کا ایک مذہبی میلا ہے لیکن اس میں ایک عجیب بات ہے جو زیادہ ہجوم کی باعث ہے ایک جوگی آتا ہے جو بہت مرتاض ہے اور صاحب ریاضت ہے۔ اس میں یہ تصرف ہے کہ وہ زمین میں غوطہ لگاتا ہے یہاں غوطہ لگاتا ہے اور وہاں نکلتا ہے اندر ہی اندر یہاں سے وہاں پہنچ جاتا ہے یہ سن کر فرمایا کہ بھائی اس تماشہ کو تو ہم بھی دیکھیں گے۔ اب لوگوں کو تعجب کہ کیا شیخ بھی اس تماشہ کو دیکھیں گے مگر کون بول سکتا تھا حضرت نے فرمایا کہ مجھے وہاں لے چلو جہاں اس کا مرکز ہے۔ چنانچہ لوگوں نے حضرت کو لے جا کر اس کے مرکز کے پاس کھڑا کر دیا۔ جہاں سے وہ غوطہ لگاتا تھا۔ جب وقت آیا تو اس نے حسب معمول غوطہ لگایا۔ غوطہ لگاتے ہی زمین پھٹ گئی اور وہ غائب ہو گیا آپ نے جھٹ اپنا قدم مبارک اس موقع پر رکھ دیا اب جوگی صاحب نہیں نکلتے وہ وہیں زمین کے اندر رہ گیا اور مر گیا۔ وہ تو ختم ہو گیا اور آپ اپنا یہ کام کر کے چلے آئے۔ پہلے ایسے ایسے خوارق بزرگوں سے ظاہر ہوتے تھے۔ خود ان کے ذکر و شغل کے حالات عجیب و غریب لکھے ہیں۔

حضرت شیخ نے آپ کو سلطان الاذکار کا شغل تعلیم فرمایا تھا۔ اس کے اندر رعد، برق،

بارش، وغیرہ کثرت سے کیفیات نمودار ہوتی تھیں، جنہیں وہ شیخ کی خدمت میں لکھتے تھے اور شیخ ان کی تحقیق فرماتے تھے۔ بعض مصنفین نے اُن حالات کو ضبط بھی کر دیا ہے۔ ایک صاحب نے استفسار کیا کہ اُس جوگی کو جو اس طرح تصرّف سے ہلاک کر دیا تو قتل کا گناہ تو نہ ہوا ہو گا؟ فرمایا کہ اوّل تو اس کا معاہد ہونا ثابت نہیں۔ پھر ایسے گمراہ کرنے والے کو تعزیراً امام بھی قتل کر سکتا ہے۔ (الافاضات الیومیہ ج ۹ ص ۱۹۴ تا ۱۹۶)

بدعتیوں کی عبادت کی مثال

ایک سلسلہ گفتگو میں فرمایا کہ بدعتیوں کی عبادت کی مثال ایسی ہے جیسے خلاف اصول خدمت جو بجائے مقبول ہونے کے الٹی موجب ناخوشی ہوتی ہے اور خدمت کرنے والا سمجھتا ہے کہ میرا مخدوم بہت خوش ہو رہا ہو گا۔ اسی سلسلے میں فرمایا کہ آدمی جہاں نیا نیا جائے خواہ مخواہ وہاں کے کاموں میں دخل نہ دے۔ ساکت صامت بیٹھا رہے اور اگر ایسا ہی شوق کوئی خدمت وغیرہ کرنے کا ہو تو پہلے وہاں کے معمولات کی تحقیق کر لے۔ اب آجکل تو یہ احتمال ہی نہیں ہوتا کہ کوئی خدمت نامقبول بھی ہو سکتی ہے حالانکہ ناشناساؤں سے خدمت لینے میں طبعی حجاب ہوتا ہے اور شناساؤں میں بھی جن سے خدمت لینے کی عادت نہیں ہے اُن کی خدمت سے راحت نہیں پہنچتی بلکہ قلب پر بار ہوتا ہے پھر کیوں خواہ مخواہ خدمت کرنے کے درپے ہو۔ کوئی فرض ہے خدمت کرنا، اور بزرگوں کی خدمت کرنے سے وہ نفع نہیں ہوتا اکثر جو خدمت کرنے والے سوچتے ہیں کیونکہ وہ اس کی خدمت کے منتظر نہیں اور اُن پر خدمت کا کوئی خاص اثر بھی نہیں ہوتا جی تو خوش ہوتا ہے کیونکہ راحت پہنچتی ہے لیکن اس قسم کا اثر نہیں ہوتا کہ اُس کو وہ اپنا مقرب بنا لیں اور اس کی روایتوں کا کوئی اثر لیں اور بلا تحقیق اُن کے مطابق عمل کرنے لگیں۔ خدمت سے ہی جی خوش ہونے پر ایک بہت مزے کا سوال جواب یاد آیا۔

ایک بے تکلّف دیہاتی نے حضرت مولانا گنگوہیؒ سے بمقام آبھ جب کہ خدام مولانا کا بدن دبا رہے تھے سوال کیا کہ مولوی جی تم تو بہت ہی دل میں خوش ہوتے ہو گے کہ لوگ خوب خدمت کر رہے ہیں۔ فرمایا بھائی جی تو بہت خوش ہوتا ہے کیونکہ راحت ملتی ہے لیکن الحمدللہ بڑائی دل میں نہیں آتی یہ دل میں نہیں آتا کہ میں بڑا ہوں اور جو خدمت کر رہے ہیں وہ مجھ سے چھوٹے ہیں یہ سن کر وہ گاؤں والا کیسا صحیح نتیجہ نکالتا ہے بولا کہ اجی اگر یہ دل میں نہیں آتا تو بس پھر خدمت لینے میں کچھ حرج نہیں۔ (الافاضات الیومیہ ج ۱۰ ص ۱۰۰، ۱۰۱)

بدعت کا اثر اکثر دیر پا رہتا ہے

فرمایا گنگوہ کے اکثر پیرزادے مولانا گنگوہیؒ کے بہت معتقد تھے مگر مولانا ان کو بیعت نہیں کرتے تھے۔ فرماتے تھے کہ بدعتی کتنا متقی ہو' اکثر اس کے دل سے بدعت نہیں نکلتی کچھ نہ کچھ اثر ضرور رہتا ہے۔ اس لئے میں پیرزادوں کو سلسلہ میں داخل نہیں کرتا الاّ نادراً۔

(ملفوظات اسعد الابرار ملحقہ سفرنامہ لکھنؤ و لاہور ص ۲۹۴)

اہل بدعت کا خاتمہ اچھا نہیں ہوتا

فرمایا کہ اخیر اہلِ بدعت کا اچھا نہیں ہوتا قلعی کھل جاتی ہے۔ ایک شخص مکہ معظمہ میں تھے ان کا میلان بدعت کی طرف تھا۔ مرتے وقت وہ ہندوستان کو بہت یاد کرتے تھے کہ مجھے ہندوستان کو لے چلو۔ دل میں ان کے ہندوستان کی محبت تھی' حالانکہ زندگی میں انہوں نے کبھی ہندوستان کا خیال بھی نہیں کیا۔ (حسن العزیز ج ا ص ۱۹۱' ۱۹۲)

بدعتی تمام انبیاء علیھم السلام کی توہین کرتے ہیں

بدعتی تمام انبیاء علیہم السلام کی توہین کرتے ہیں سوائے حضور ﷺ کے۔ اور اگرچہ آپ ﷺ کی توہین کا قصد نہیں کرتے مگر آپ ﷺ کی بھی توہین ہو جاتی ہے۔

(حسن العزیز ج ۲ ص ۲۶۰)

گیارھویں کے بدعت ہونے کا بیان

فرمایا کہ ایک بار میرا اتفاق کانپور جانے کا ربیع الثانی میں ہوا۔ میں نے وعظ میں گیارھویں کا بدعت ہونا بیان کیا۔ بعد وعظ ایک سب انسپکٹر صاحب نے مجھ سے کہا کہ ایسے مسائل وعظ میں بیان نہیں کرنے چاہئیں اس سے مسلمانوں میں تفریق ہوتی ہے۔ میں نے کہا کہ بانی تفریق تو وہ لوگ ہیں جنہوں نے یہ بدعت ایجاد کی۔ کیونکہ یہ تو ظاہر ہے کہ اس کی اصل کتاب وسنت سے ثابت نہیں۔ یہ فعل بعد ہی کو ایجاد ہوا ہے۔ تو جنہوں نے اس کو شروع کیا انہوں نے دراصل تفریق ڈالی' وہی لوگ ذمہ دار اس تفریق کے ہیں نہ کہ منع کرنے والے۔ نہ آپ اس رسم کو نکالتے نہ ہم منع کرتے۔ اب آپ لوگ اس کو کرنا چھوڑ دیجئے ہم لوگ منع

کرنا چھوڑ دیں گے یہ سن کر وہ چپ رہ گئے کچھ جواب نہ بن پڑا بہت پوچھنے کے بعد انہوں نے یہ کہا کہ آپ ہی جیسے مولوی یہ بھی کہتے ہیں کہ گیارہویں سے یوں برکت ہوتی ہے یوں ثواب ہوتا ہے۔اس کا اللہ تعالیٰ نے میرے دل میں ایک نہایت لطیف جواب ڈالا۔میں نے کہا کہ میں قسم دے کر پوچھتا ہوں کہ کبھی یہ سوال آپ نے ان مولویوں سے بھی کیا کہ آپ ہی جیسے مولوی وہ لوگ بھی تو ہیں جو اس فعل سے منع کرتے ہیں پھر تم جائز کہتے ہو کیا سارے جواب ہمارے ہی ذمہ ہیں ان کے ذمہ کوئی بھی جواب نہیں۔بس اس سے ثابت ہو گیا ہے کہ آپ نے خود ہی پیشتر سے اس کا کرنا تجویز کرلیا ہے ورنہ اگر تو وہ ہوتا تو جس طرح ہم سے پوچھا جاتا ہے کہ مولوی ہی لوگ اس کو برکت اور ثواب کا فعل کہتے ہیں۔اسی طرح ان سے بھی تو کبھی یہ سوال کیا جاتا کہ صاحب وہ بھی تو آخر مولوی ہی ہیں جو اس کو بدعت کہتے ہیں اور منع کرتے ہیں اس کی کیا وجہ ہے کہ ہمیں سب پوچھا جاتا ہے پھر میں نے ان سے کہا کہ آپ نے اس اصول پر کہ تفریق نہ ڈالنی چاہیئے خود بہت آسانی کے ساتھ عمل کر سکتے ہیں کیونکہ اس فعل کو آپ فرض اور واجب تو سمجھتے ہی نہیں محض برکت اور ثواب کا کام سمجھتے ہیں اور منع کرنے والے اس کو بدعت سمجھ کر روکتے ہیں اس صورت میں آپ تو مستحب کو چھوڑ سکتے ہیں اور واجب یعنی منع کرنے کو نہیں چھوڑ سکتے۔ہاں جب آپ ترک کر دیں گے پھر منع کی بھی ضرورت نہ رہے گی۔ (حسن العزیز ج اول ملفوظ ۵۸)

اہل بدعت کا تذکرہ اولیاء اللہ میں از حد افراط

اہل بدعت کی کچھ کتابوں کا ایک صاحب نے ذکر کیا جو بعض اولیاء اللہ کے حالات میں لکھی گئی ہیں۔فرمایا کہ اگر یہ حضرات زندہ ہوتے تو یقیناً ان لوگوں سے سخت ناراض ہوتے۔وہ تو اپنے آپ کو خاک میں ملاتے ہیں یہ ان کو خدا سے ملائے دیتے ہیں۔کانپور میں محمد جان ایک نوعمر اور نیک بخت صاحب زادے تھے۔عشرہ کا زمانہ تھا کہتے تھے کہ میں چلا آ رہا تھا ایک بڑھیا نے کہا کہ بیٹے نیاز دے دو۔میں نے کہا کس کی؟ اس نے کہا تم کو نہیں معلوم ان دنوں میں اور کسی کی بھی نیاز ہوتی ہے سوائے امام حسینؓ کے۔تمہیں خبر نہیں اس زمانہ میں اللہ تعالیٰ (گویا نعوذ باللہ۔نعوذ باللہ۔نعوذ باللہ) پنشن یافتہ ڈپٹی اس زمانہ میں ہو جاتے ہیں کام کچھ نہیں کرتے۔لوگ غضب کرتے ہیں۔خدا کو ایسا سمجھتے ہیں جیسے پنشن یافتہ حاکم کہ اس کو کچھ اختیار نہیں رہتا۔شیخ فرید عطار کتنے بڑے صوفی ہیں وہ تو یوں فرماتے ہیں۔

در بلا یاری مخواہ از ہیچ کس　　زانکہ نبود جز خدا فریاد رس

جن لوگوں کو اتنا بڑھاتے ہیں میں پوچھتا ہوں وہ بڑے کاہے سے ہوئے؟ ظاہر ہے عبدیت سے ہوئے عبدیت جس میں جتنی کامل ہوئی اتنی ہی اس کی بزرگی ہوئی۔ میں تو کہا کرتا ہوں اہل بدعت سے کہ تم جو بزرگوں میں خواص الوہیت ثابت کرتے ہو تو ظاہر ہے کہ وہ الٰہ کامل ہونے سے تو رہے ناقص ہی ہوں گے لہٰذا تم تو بزرگوں کو الٰہ ناقص بتاتے ہو اور ہم بتاتے ہیں عبد کامل۔ تم ان سے ایسی چیز ثابت کرتے ہو جس میں وہ ناقص ہوں گے اور ہم ان میں ایسی چیز ثابت کرتے ہیں یعنی عبدیت جس میں وہ کامل ہوں گے تو فی الواقع تنقیص تو تم کرتے ہو۔ (حسن العزیز، ج ۱، ملفوظ ۴۵۳)

اہل بدعت اکثر بدفہم ہوتے ہیں

ایک صاحب کے سوال کے جواب میں فرمایا کہ یہ اہلِ بدعت اکثر بدفہم ہوتے ہیں۔ بوجہ ظلمت بدعت کے علوم اور حقائق سے کورے ہوتے ہیں۔ ویسے ہی لغویات ہانکتے رہتے ہیں، نہ سر نہ پیر۔ مثلاً یہ کہ حضور ﷺ کو علم غیب محیط ہے اور یہ کہ حضور ﷺ کے مثل پیدا کرنے کی اللہ تعالیٰ کو قدرت نہیں اس قسم کے ان کے عقائد ہیں اور پہلے تو اکثر بدعتی بھی اللہ اللہ کرنے والے ہوتے تھے اس لئے فساد عقائد سے گزر کر فساد اعمال، فساد اخلاق ان میں نہ ہوتا تھا اور اب تو اکثر شریر بلکہ فاسق فاجر ہیں۔ ایک مرتبہ ریاست رامپور ایک مدرسہ کے جلسہ میں گیا ہوا تھا، ایک مجلس میں ایک مولوی صاحب جو ذاکر شاغل تھے وحدۃ الوجود کا بیان بڑے زور شور سے کر رہے تھے۔ اثناء بیان میں مَیں بھی پہنچ گیا۔ مجھ پر نظر پڑتے ہی ایک دم اُس بیان کو قطع کر دیا۔ اس کے بعد ایک حرف اس کے متعلق نہیں کہا، بہت ہی محبت فرماتے تھے غلطی میں ابتلاء تھا قصد نہ تھا اور یہ سب ذکر اللہ اور خلوص کا اثر تھا جس کی اب کمی ہے۔

(الافاضات الیومیہ ج ۷ ص ۳۶)

حضرت حکیم الامت رحمۃ اللہ علیہ کی حق گوئی سے متعلق اہل بدعت کا اعتراف

ایک سلسلہ گفتگو میں فرمایا کہ ایک بار جونپور میں وعظ ہوا جس میں بعض اختلافی مسائل

پر بھی بیان تھا، جو بعض علماء حاضرین کو ناگوار ہوا اور تہذیب کے ساتھ مخالفت کا بھی اظہار کیا۔ میں ادب کے ساتھ جواب دے رہا تھا کہ اسی دوران میں وہاں ہی کے ایک مولوی صاحب جو فاضل اور مصنف تھے اور بڑے پیمانہ میں اُن کا طبعی میلان بدعت کی طرف بھی تھا۔ وہ معترض صاحب کے مقابلہ میں آ کھڑے ہوئے اور بھرے مجمع میں یہ کہا کہ صاحبو! میں مولود یا ہوں قیامیا ہوں لیکن حق وہی ہے جو اُنہوں نے بیان کیا۔ اور میرے ہی متعلق ان مولوی صاحب نے اپنے ایک رسالہ میں متکلم، مناظر، صوفی، محدث فقیہ کے اوصاف لکھے حالانکہ یہاں کچھ بھی نہیں، محض اپنے بزرگوں کی جوتیوں کے طفیل ہے۔ (الافاضات الیومیہ ج ۷ ص ۱۱۱)

بدعتیوں سے ملنے کا حکم

ایک صاحب نے عرض کیا کہ حضرت بدعتیوں سے ملنا کیسا ہے؟ فرمایا کہ اچھا نہیں۔ کانپور کے بدعتیوں کا ذکر فرماتے ہوئے حضرت والا نے فرمایا کہ مجھ سے کوئی خفا نہ تھا سب محبت کرتے تھے اور مالی خدمت بھی کرتے تھے۔ میں قبول کر لیتا تھا اور یہ جو میں نے کانپور کے بدعتیوں کا ذکر کیا ہے وہ ایسے بدعتی تھے جیسے ایک شخص کا گدھا کھو یا گیا تھا وہ اس کی تلاش میں پھر رہا تھا ایک شخص سے پوچھا کہ تم نے گدھا تو نہیں دیکھا اس نے کہا کہ ایک گدھی تو دیکھی ہے کہنے لگا کہ وہی ہو گی اس نے کہا کہ تم تو کہتے تھے کہ گدھا ہے کہنے لگا ایسا زیادہ گدھا بھی نہیں تھا۔ (الافاضات الیومیہ ج ۹ ص ۲۴)

بدعت اور گناہوں سے زیادہ سخت ہے

فرمایا کہ بدعت اور گناہوں سے زیادہ سخت ہے کیونکہ اور گناہوں کو دین نہیں سمجھا جاتا بلکہ گناہ سمجھا جاتا ہے۔ برخلاف اس کے بدعت کو دین سمجھا جاتا ہے گناہ سمجھا ہی نہیں جاتا یہ زیادہ سخت بات ہے ایک بار فرمایا کہ نیچری بھی بدعتیوں سے نفرت کرتے ہیں لیکن ان کی نفرت بے دینی کی وجہ سے ہے اور یہ بدعت سے بھی بدتر ہے ان سے تو بدعتی ہی ہزار درجہ بہتر ہیں کیونکہ بدعت کا منشاء اتنا فاسد نہیں جتنا کہ نیچریّت کا بلکہ اس کا منشاء تو غلو فی الدّین ہے نہ کہ بے دینی۔ (الافاضات الیومیہ ج ۹ ص ۱۴۹)

ف: اسی بناء پر اہل بدعت کو توبہ کی توفیق نہیں ہوتی کیونکہ وہ اسے نیکی سمجھ کر کرتے ہیں۔

جاہل صوفیاء کا حال

بعض اہل بدعت کا ذکر تھا' فرمایا کہ بعضے یوں کہتے ہیں کہ تصوّف کے لئے اسلام کی بھی ضرورت نہیں بس یاد ہونی چاہئے ۔نعوذ باللہ۔ایک بار فرمایا کہ جاہل صوفیاء کی طرح اگر شریعت سے قطع نظر کر لی جائے تو اسلام اور کفر میں مابہ الامتیاز پھر کوئی چیز ہی نہیں ۔

(حسن العزیز ج ۱ ملفوظ ۴۵۴)

بارش' نماز استسقاء' بعد دفن اور طاعون کے دفع کے لئے اذانیں کہنا بدعت ہے

فرمایا طاعون کے دفع کرنے کے لئے اذانیں کہنا بدعت ہے ۔اسی طرح قبر پر دفن کرنے کے بعد بھی اور اسی طرح بارش اور استسقاء کیلئے بدعت ہے (الکلام الحسن ج ۱ ص ۵۲)

قصیدہ غوثیہ نہ معلوم کس کا مرتبہ ہے

فرمایا کہ لوگ قصیدہ غوثیہ کا بڑا اہتمام کرتے ہیں حالانکہ یہ معلوم نہیں کہ وہ بڑے پیر صاحب کا ہے بھی کہ نہیں ؟ اس کی عبارت اور مضمون تو کچھ ویسا ہی معلوم ہوتا ہے ۔

(الکلام الحسن ج ۱ ص ۵۷)

بیمار کے لئے بکرا ذبح کرنا بدعت ہے

فرمایا بیمار کے لئے بکرا ذبح کرنا' اس میں فساد عقیدہ کا شبہ ہے ۔ کیونکہ مقصود اراقۃ الدم ہوتا ہے ۔اس لئے بدعت ہے اور اگر صدقہ کی تاویل کی جائے تو اتنا گوشت یا غلہ یا نقد دینے میں تسلی کیوں نہیں ہوتی ۔ (الکلام الحسن ج ۱ ص ۵۷)

بدعتیوں میں غیر مقلدین کی ایک علامت

فرمایا میں نے اہل بدعت کے سامنے کانپور میں غیر مقلد کی ایک نشانی بیان کی جس سے وہ بدعتی غیر مقلد ثابت ہو گئے وہ یہ کہ غیر مقلد ہمیشہ قرآن وحدیث سے تمسک کرتے ہیں اور فقہ سے کبھی مسئلہ نہ لے گا ۔ بخلاف ہمارے حضرات احناف کے گو لوگ ان کو غیر مقلد کہتے ہوں مگر وہ ہر مسئلہ میں فقہ سے تمسک کرتے ہیں اور یہ تعریف بدعتیوں پر اس لئے صادق آ گئی کہ ان کی بدعات کا کتب مذہب میں پتہ نہیں لامحالہ وہ آیات واحادیث سے استدلال کرتے

ہیں گو استدلال غلط ہی ہو۔ (الکلام الحسن ج۱ص۱۲۰)

حضرت علیؓ کو مشکل کشا کہنا کیسا ہے

فرمایا حضرت علیؓ کو مشکل کشا بمعنی اشکال علمی کو حاصل کرنے والے کہنا جائز ہے مگر مشکلات تکوینیہ کے حل کے اعتبار سے جائز نہیں جیسے اہل بدعت کا محاورہ ہے لیکن پھر بھی لفظ چونکہ مبہم ہے اس لئے اس سے بچنا چاہیے۔ (الکلام الحسن ج۱ص۱۷)

اہل بدعت سے ہمیشہ فقہ سے گفتگو کرو

فرمایا اہل بدعت سے جب گفتگو کرو تو فقہ سے کرو ۔قرآن شریف تو متن کی طرح ہے اسی طرح حدیث میں بھی عنوان عام ہوتا ہے ۔اہلِ حدیث جب تمسک کریں گے تو حدیث اورقرآن سے مثلاً قیام مولود کے بارے میں تُوَقِّرُوْهُ وَتُعَذِّرُوْهُ عَلٰی هذا القیاس - (الکلام الحسن ج۲ص۶۱)

بدعتی کی دو قسمیں

فرمایا کہ بدعتی دو قسم کے ہیں ۔
ایک مخلص دوسرے بددین اور معاند۔ (الکلام الحسن ج۲ص۶۱)

پہلے لوگ صرف صورۃً بدعتی تھے

فرمایا پہلے لوگ اچھے تھے صورۃً بدعتی تھے مگر حقیقتاً بدعتی نہ تھے۔
(الکلام الحسن ج۲ص۱۰۱)

بدعت پر عمل کرنے سے سنت کا ترک لازم آتا ہے

فرمایا بدعت پر عمل کرنے سے سنت کا ترک لازم آتا ہے جیسا کہ حدیث میں بھی مذکور ہے اور امر عقلی بھی ہے کیونکہ اتنی فراغت کہاں کہ سنت اور بدعت دونوں کو کرے اور بدعات میں کچھ رونق بھی ہوتی ہے۔ (الکلام الحسن ج۲ص۱۵۷)

بریلی والوں سے مناظرہ ایک شرط

فرمایا بریلی والوں سے میں نے کہا کہ بے شک مناظرہ کرو مگر کوئی منصف ہونا چاہئے ۔وہ عالم ہو گا یا جاہل ۔اگر جاہل ہے تو محاکمہ کیسے کرے گا؟ اگر عالم ہوا تو تمہارا ہم

عقیدہ ہوگا یا میرا۔ پھر فیصلہ کیسے کرے گا؟ جب منصف نہیں تو پھر نتیجہ کیا ہوگا؟ اس کا کوئی جواب نہیں ملا۔ (الکلام الحسن ج ۲ ص ۱۸۴)

بدعت کی حقیقت احداث فی الدّین ہے

فرمایا بدعت کی حقیقت احداث فی الدین ہے، احداث للدّین نہیں۔ یا بدعت وہ کہ اس کو دین سمجھا جائے اور وہ نہ مامور بہ ہو اور نہ معمور بہ کا وسیلہ۔ بدعت کی حسنہ اور سیۂ کی طرف تقسیم صرف صورت پر بناء کرنے کی وجہ سے ہے۔ جس نے صرف صورت کو دیکھا اس لئے تقسیم کر دی۔ اور مامور بہ خواہ کتنا کم درجہ کا کیوں نہ ہو، وہ اس حیثیت سے وسیلہ سے افضل ہے۔ مثلاً ادخال رجل الایسر فی الخلاء بناء مدرسہ دیوبند سے اس حثیت سے افضل ہے مامور بہ ہے مگر ثواب کے لحاظ سے بناء مدرسہ دیوبند ہے کیونکہ ہزار ہا مامور بہ پر عمل اور علم کا ذریعہ ہے۔ (الکلام الحسن ج ۲ ص ۳۲)

صدقہ کے بکرے کا حکم

فرمایا جب بدعت رائج ہو جائے تو خواص کو بھی اس کے بدعت ہونے کی طرف خیال نہیں ہوتا مثلاً صدقہ کا بکرہ ہے کسی کو بھی اس کے بدعت ہونے کا وسوسہ نہیں مگر شاہ عبد العزیز صاحب کے امتحان کے مطابق کہ اگر صدقہ کرنے والوں کو کہا جائے اس سے دوگنی قیمت کا گوشت خرید کر دے دو تو طبعیت میں بشاشت نہ ہوگی معلوم ہوا کہ ارقۃ الدّم (خون بہانا) کو موثر جانتا ہے اور فرمایا کہ ایسی باتوں کی طرف مولانا شہیدؒ کا ذہن جاتا تھا وہ اس فن کے مجتہد تھے۔ (الکلام الحسن ج ۲ ص ۲۴۴، ۲۴۵)

بدعتی سے نفرت بغض فی اللہ ہے

فرمایا بدعتی سے نفرت کبر نہیں، بغض فی اللہ ہے ہاں اگر بدعتی توبہ کر لے پھر بھی اس سے نفرت رہے تو کبر ہے۔ (اشرف السوانح ج ۲ ص ۲۱۶، جواہر الحسن ص ۲۰)

اہل مولود کو مطلقاً برا سمجھنا اچھا نہیں

اصل میں تخصیص اعتقادی ناجائز ہے اور تخصیص عملی بوجہ نشہ کے ناجائز ہے۔ مگر تخصیص اعتقادی کے برابر نہیں تو اگر کوئی شخص محض تخصیص عملی میں مبتلا ہو اور اس کا اعتقاد درست ہو اس سے الجھنا نہیں چاہیے اور جو دونوں میں مبتلا ہو اس کے اعتقاد کی اصلاح کرنا چاہیے، ہر مولود

خواں سے فوراً بدگمان نہ ہونا چاہیئے ممکن ہے کہ اس کا اعتقاد درست ہو اور محبت رسول ﷺ کی وجہ سے تخصیص عملی میں مبتلا ہو جس میں کسی قدر معذور ہو اس لئے اہل مولود کو مطلقاً برا سمجھنا اچھا

بدعتی اور کافر کے اکرام کا فرق

فرمایا کہ کافر کے اکرام میں مفسدہ نہیں بدعتی کے اکرام میں مفسدہ ہے۔

(کمالاتِ اشرفیہ ص ۱۰۷)

اہل بدعت سے معارضہ منظور نہیں

فرمایا ایک بدعتی نے مجھ سے کچھ تحریری سوالات کیے۔ میں نے کہا کہ اگر آپ کو تحقیق منظور ہے تو کتابیں موجود ہیں اور اگر معارضہ منظور ہے تو فن فساد سے ہم ناواقف ہیں۔

(کمالاتِ اشرفیہ ص ۳۶۴)

رمضان المبارک کے انتظار میں نیک کاموں میں تاخیر کرنا بدعت ہے

فرمایا بعض لوگ رمضان سے پہلے بعض نیک کاموں کو روکے رکھتے ہیں مثلاً کسی کی زکوٰۃ کا سال شعبان میں پورا ہو گیا' اب وہ زکوٰۃ ادا نہیں کرتا رمضان کے انتظار میں روکے رکھتا ہے چاہے رمضان میں اس کو توفیق ہی نہ ہو یا روپیہ چوری ہو جائے یا رمضان کے انتظار میں محتاج کا قلیہ ہو جائے۔ رمضان کے انتظار میں صدقات کا روکنا موجب ثواب ہوتا تو شریعت نے کہیں تو کہہ دیا ہوتا کہ رمضان سے اتنے دن پہلے تمام صدقات کو روک دو۔ جب شریعت نے یہ کہیں نہیں کہا تو اب ہمارا ایسا کرنا یہ زیادت فی الدّین اور بدعت ہے کہ جس کام کے لئے شریعت نے ثواب بیان نہیں کیا تم اس کو ثواب سمجھ کر کرتے ہو یہ مقاومت ہے حکم شرع کی۔

(تقلیل المنام)

نماز پنجگانہ یا فجر وعصر کے بعد ذکر جہر کرنا بدعت ہے

فرمایا ہر نماز کے بعد یا فجر وعصر کے بعد سارے نمازی مل کر جہراً لا الٰہ الا اللہ کہتے ہیں اور اس کا سختی کے ساتھ التزام کرتے ہیں۔ حالانکہ سب کے واسطے بزرگوں نے نہیں کہا تھا بلکہ خاص لوگوں کو بتلایا تھا مگر جاہلوں نے اس حکم کو عام ہی بنا لیا اور التزام کر لیا۔ اسی واسطے علماء نے اسے بدعت کہا۔ (المرغوبۃ المرغوبۃ)

دین میں ایجاد کی دو قسمیں

فرمایا دین میں ایجاد کی دو قسمیں ہیں۔ایک احداث فی الدّین اور ایک احداث للدّین اول بدعت ہے اور دوسری قسم کسی مامور بہ کی تحصیل و تکمیل کی تدبیر ہے خود مقصود بالذات نہیں لہٰذا بدعت نہیں۔سو طریق میں جو چیزیں ہیں یہ سب تدابیر کے درجے میں ہیں۔سو اگر طبیب جسمانی کی تدابیر کو بدعت کہا جائے تو یہ بھی بدعت کہلائی جا سکتی ہیں ورنہ نہیں۔

(انفاس عیسیٰ ج ۲ ص ۵۷۹، ۸۰)

عید الفطر کے روز سوّیاں پکانا بدعت نہیں

فرمایا ایک بار مجھ کو عید کے روز شیر پکانے کے متعلق بدعت کا شبہ ہوا۔میں نے حضرت مولانا محمد یعقوب صاحب رحمۃ اللہ علیہ کو لکھا۔حضرت نے جواب میں فرمایا ایسے امور میں زیادہ کاوش نہیں کرنی چاہیئے' لوگ بدنام کرتے ہیں اور عید کے روز سویّوں کے پکانے کو کوئی بدعت اور دین نہیں سمجھتا جس سے بدعت کا شبہ ہو۔ (انفاس عیسیٰ ج ۲ ص ۶۱۴)

بدعتی بوجہ ظلمت بدعت حقائق سے کورے ہوتے ہیں

فرمایا کہ اہل بدعت اکثر بدفہم ہوتے ہیں۔بوجہ ظلمت بدعت علوم اور حقائق سے کورے ہوتے ہیں ویسے ہی لغویات ہانکتے ہی رہتے ہیں جس کے سر نہ پیر۔مثلاً کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو علم غیب محیط ہے اور یہ کہ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کا مماثل پیدا کرنے کی اللہ کو قدرت ہے۔

(انفاس عیسیٰ ج ۲ ص ۲۳۴)

اصل بدعتی

فرمایا کہ بدعتی وہ ہے جس کے عقیدے میں خرابی ہو اور جس کے صرف عمل میں کوتاہی ہو اس کو بدعتی نہ کہو۔ (انفاس عیسیٰ ج ۲ ص ۶۲۶)

بدعت کی ایک پہچان اور اس کی صحیح حقیقت

ایک پہچان بدعت کی بتلائے دیتا ہوں اور وہ یہ ہے کہ جو بات قرآن حدیث اجماع قیاس چاروں میں سے کسی ایک سے بھی ثابت نہ ہو اور اس کو دین سمجھ کر کیا جائے وہ بدعت ہے اس پہچان کے بعد دیکھ لیجئے کہ ہمارے بھائیوں کے جو اعمال ہیں مثلاً عرس کرانا، فاتحہ دلانا' تخصیص اور تعیین کو ضروری سمجھ کر ایصالِ ثواب کرنا وغیرہ وغیرہ۔جتنے اعمال ہیں کسی اصل سے

ثابت نہیں ہیں اور ان کو دین سمجھ کر کیا جاتا ہے یا نہیں اور اگرچہ خواص کا عقیدہ ان مسائل میں خراب نہیں لیکن یہ فقہ حنفیہ کا مسئلہ ہے کہ خواص کے جس مستحسن امر سے جبکہ وہ مطلوب عندالشرع نہ ہو عوام میں خرابی پھیلے خواص کو چاہیے کہ اس امر کو ترک کر دیں ہاں اگر وہ امر مطلوب عند الشرع ہو اور اس میں کچھ منکرات مل گئے ہوں تو منکرات کے مٹانے کی کوشش کریں گے اور امر کو نہ چھٹائیں گے مثلاً اگر جنازہ کے ساتھ منکرات بھی ہوں تو مشایعت جنازہ کو ترک نہ کریں گے کیونکہ مشایعت جنازہ کی مطلوب عندالشرع ہے۔

(اشرف الجواب ص ۸۸، ۸۹)

بدعت کے قبح کا ایک راز

بدعت کے قبح کا یہی راز ہے اگر اس میں غور کیا جائے تو پھر بدعت کے منع میں تعجب نہ ہو۔ روزمرہ میں اس کی مثال دیکھئے۔ اگر کوئی صاحب مطبع گورنمنٹ کے قانون کو طبع کرے اور اخیر میں ایک دفعہ کا اضافہ کر دے اور وہ ملک وسلطنت کے لئے بے حد مفید ہو۔ تب بھی اس کو جرم سمجھا جائے گا اور یہ شخص مستوجب سزا ہو گا پس جب قانون دنیا میں ایک دفعہ کا اضافہ جرم ہے تو قانونِ شریعت میں ایک دفعہ کا اضافہ جس کو اصطلاح شریعت میں بدعت کہتے ہیں کیوں جرم نہ ہو گا تو اس طرح سے کوئی گوشت وغیرہ کو ترک کرے گا تو بلاشبہ جرم ہو گا لیکن ان حضرات نے ایسا نہیں کیا بلکہ محض علاج کے طور پر ترک کیا بخلاف اس وقت کے جہلاء کے، وہ اس کو دین اور عبادت اور ذریعہ قرب سمجھ کر کرتے ہیں۔ (احسان التدبیر ص ۱۲)

بعض لوگوں نے حضور ﷺ کے خدا ہونے کی حدیثیں گھڑ لی ہیں

بعض لوگوں نے اس مضمون کی احادیث بھی گھڑ لی ہیں جن سے معاذ اللہ حضور کا خدا ہونا ثابت کیا ہے چنانچہ ایک حدیث یہ گھڑی ہے انا عرب بلا عین۔ اس کے الفاظ ہی بتلا رہے ہیں کہ کسی جاہل نے فرصت میں بیٹھ کر گھڑی ہے بھلا حضور کو اس چیستان کی کیا ضرورت تھی آپ نے صاف ہی کیوں نہ فرما دیا انا رب ہیر پھیر کے ساتھ انا عرب بلا عین کہنے کی کیا ضرورت تھی پھر اس سے مدعا کیونکر عرب میں بالتشدید ثابت نہ ہوا اور دوسرے آپ عرب کہاں تھے آپ تو عربی تھے پھر انا عرب میں حمل کیونکر صحیح ہو گا حدیث بھی گھڑی تو ایسی جس کے سر نہ پاؤں جس میں ایک ادنیٰ طالب علم بھی غلطیاں نکال سکتا ہے حالانکہ حضور ایسے فصیح و بلیغ تھے کہ آپ کے کلام میں کسی کو مجال نہیں کہ انگلی بھی دھر سکے اسی لئے محدثین نے فرمایا ہے

کہ رکاکت الفاظ بھی حدیث کے موضوع ہونے کی علامت ہے اور یہاں تو رکاکت الفاظ کے ساتھ مضمون بھی رکیک ہے کیونکہ اس سے رب ہونا نہیں نکلتا بلکہ رب'' نکلتا ہے اور رب'' بلاتشدید ایک مہمل لفظ ہے ایک حدیث یہ گھڑی ہے انا احد بلا میم یہ حدیث نہیں ہے بلکہ احمد جام ؒ کا قول جو ان سے حالات سکر میں صادر ہوا ہے اور قابلِ تاویل ہے اور اگر تاویل نہ کی جائے تو قابلِ رد ہے کیونکہ غلبہ حالت کے اقوال افعال قابلِ اعتبار نہیں ہوتے ایک حدیث یہ گھڑی ہے رأیت ربی یطوف فی سلك المدینه یہ حضرت ابوبکر صدیقؓ کی طرف منسوب کی ہے کہ آپ کو مدینہ کی گلیوں میں دیکھا تو فرمایا رأیت ربی یطوف فی سلك المدینه کہ میں نے خدا کو مدینہ کی گلیوں میں گھومتے دیکھا۔ پس پھر تو ہر صوفی خدا ہو لیا۔ جیسے ایک جاہل صوفی کہتا ہے نعوذ باللہ

ع اللہ جسے کہتے ہیں وہ اللہ میں ہی ہوں۔

ان بے وقوفوں نے تصوف کو ان خرافات سے بدنام کر دیا ہے۔ مخالفین بھی ان باتوں پر ہنستے ہیں۔ ایک انگریز ایک مسلمان سے کہتا تھا کہ تم ہم پر خدا کے تین کہنے پر اعتراض کرتا ہے تمہارا ٹوپی صوفی تو ہر چیز کو خدا کہتا ہے۔ مسئلہ وحدت الوجود کا ناس مارا ہے ان جاہلوں نے اس کی حقیقت تو سمجھے نہیں۔ بس یہ سمجھے کہ ہر چیز کو خدا کہنے لگے۔ ان ہی لوگوں نے حضور ﷺ کو بھی بشریت سے نکالنے کی کوشش کی ہے۔ حالانکہ واقعات اس پر یقینی شاہد ہیں کہ آپ ﷺ بشر تھے۔ چنانچہ اکل، شرب بول و براز سے آپ ﷺ منزہ نہ تھے جنگ احد میں کفار کے ہاتھ سے آپ ﷺ زخمی ہوئے' یہود نے آپ ﷺ پر سحر کیا اور اس کا اثر ہو گیا۔ حضرت جبرئیلؑ سے آپ نے درخواست کی کہ مجھے اپنی اصلی صورت میں دکھاؤ۔ جب وہ اپنی اصلی صورت میں ظاہر ہوئے تو آپ ﷺ بے ہوش ہو گئے۔ (وعظ تحصیل المرام ص ۱۱)

عوام کا اہل قبور سے مدد مانگنا شرک سے خالی نہیں

لوگ قبروں پر جا کر ان سے دنیا کے کاموں میں مدد اور اعانت چاہتے ہیں اور قبروں پر جانے میں بالکل یہی اعتقاد ہوتا ہے کہ وہ ہمارے مدد و معاون ہو جائیں گے۔ سو یہ اور بھی بے ادبی ہے۔ اس لئے کہ وہ حضرات مقرّب ہیں۔ جب دنیا میں زندہ رہ کر دنیوی تذکروں اور جھگڑوں کو پسند نہیں فرماتے تھے تو اب عالم آخرت میں جا کر کیسے پسند کریں گے؟ جب کہ امور آخرت میں مستغرق بھی ہوں اور ایسی حالت میں ان سے دنیوی قصوں میں مدد چاہنا دین کے

خلاف تو ہے ہی وہ تو عقل کے بھی خلاف ہے۔ کیونکہ جب دنیا ان کے پاس نہیں رہی تو ان سے دنیا مانگنا یا دنیوی کاموں میں مدد اور اعانت کی خواہش کرنا کیسے تسلیم کر سکتی ہے؟ ہاں ان سے وہ چیز مانگو جو ان کے پاس ہوں، تو اب بھی صاحب نسبت ان سے فیض حاصل کر سکتا ہے۔

(اتباع المنیب ص ۹)

چالیسویں وغیرہ کا کھانا محض برادری کی خوشنودی کے لئے کیا جاتا ہے

چالیسویں کا کھانا فقط اسی واسطے ہوتا ہے کہ دیکھتے ہیں کہ فلاں نے کیا کیا کھلایا تھا؟ غمی میں یہ دیکھئے کہ زبان سے تو یہ کہا جاتا ہے کہ ثواب کے لئے کھانا کھلاتے ہیں مگر امتحان یہ ہے کہ اگر اس شخص سے خلوت میں یہ کہا جائے کہ قاعدہ یہ ہے کہ جس مصرف میں زیادہ ضرورت ہوتی ہے اس میں روپیہ دینے سے زیادہ ثواب ملتا ہے اور جن کی تم دعوت کرتے ہو یہ سب کھاتے پیتے غنی ہیں تم یہ دعوت کا روپیہ فلاں مدرسہ یا فلاں مسجد میں دے دو۔ یا فلاں آبرودار غریب آدمی کو چپکے سے دے دو اور اس کا ثواب میت کو بخش دو۔ تو اب دیکھئے کہ اس شخص کے دل پر کیا گزرتی ہے؟ یہی کہیگا کہ سبحان اللہ روپیہ بھی خرچ ہوا اور کسی کو خبر بھی نہ ہوئی۔ تو بتلایئے کہ یہ صاف ریاء ہے کہ نہیں؟ معلوم ہوا کہ یہ سب دکھلاوے کے لئے کیا جاتا ہے۔ جب یہ حال ہے تو ثواب کہاں سے ہوگا اور جب اس کو ثواب نہ ملا تو میّت کو کیا بخشے گا؟ کیونکہ ثواب پہنچانے کا خلاصہ یہ ہے کہ تم نے ایک نیک کام کیا اور جو ثواب اس کا تم کو ملا وہ تم نے کسی دوسرے کو بخش دیا اور جب یہاں ہی صفر ہے تو وہاں کیا بخشو گے؟

اس پر مجھے ایک حکایت یاد آئی کہ رامپور کے ایک شخص کسی جھوٹے پیر سے مرید ہو گئے کچھ دنوں بعد کسی نے ان سے پوچھا کہو پیر سے کیا فیض پہنچا؟ یہ تھے صاف آدمی کہا جب سقاوہ ہی میں نہ ہو تو بدھنے میں کہاں سے آوے تو یہی صورت ہے ثواب ملنے کی پہلے کرنے والے کو ملتا پھر وہ دوسرے کو دیتا ہے تو جب اسی کو نہ ملا تو یہ کسی کو کیا دیگا۔ گویا سارا روپیہ ضائع ہو گیا۔ اور یہ تو سب دعوے ہی دعوے ہیں کہ ثواب کے لئے کھانے کھلاتے ہیں صرف برادری سے شرما کر کیا جاتا ہے اور لوگ اس کا زبان سے اقرار بھی کرتے ہیں۔

کیرانہ میں ایک گوجر بیمار تھا اس کا لڑکا حکیم صاحب کے پاس گیا اور کہنے لگا کہ حکیم جی اس مرتبہ تو کسی طرح میرے باپ کو اچھا ہی کر دو مجھے اس بڈھے کے مرنے کا غم نہیں مگر آج کل چاول بہت گراں ہیں برادری کو کھانا کھلانا بہت مشکل ہوگا وہ بیچارہ سیدھا تھا اس نے سچی

بات کہہ دی ہم باوضع ہیں زبان سے ظاہر نہیں کرتے مگر دل میں سب کے یہی ہے یہ تو کھلانے والوں کی حالت ہے باقی کھانے والے وہ تو پورے ہی بے حیا ہیں کہ ایسے غم میں بجائے ہمدردی کے اور الٹا اس پر بار ڈالتے ہیں اسی باب میں ایک صاحب حکایت بیان کرتے تھے کہ ضلع بلند شہر میں ایک رئیس کا انتقال ہو گیا چالیسویں دن رسم ادا کرنے کو ان کے تمام عزیز و قریب دوست احباب ہاتھی گھوڑے لے کر جمع ہوئے رئیس زادے نے سب کی خاطر مدارت کی' عمدہ عمدہ کھانے پکوائے جب کھانے کا وقت آیا اور تمام لوگ دستر خواں پر جمع ہو گئے اور سب کے آگے کھانے چن دیئے گئے' رئیس زادے نے کھڑے ہو کر تقریر کی کہ صاحبو! کھانے سے پہلے میری بات سن لیجئے پھر کھانا شروع کیجئے گا۔ آپ کو معلوم ہے کہ آپ لوگ اس وقت کس لئے جمع ہوئے ہیں۔ چونکہ مجھ پر ایک بڑا حادثہ گذرا ہے کہ میرے والد کا سایہ میرے سر سے اٹھ گیا ہے۔ اس لئے آپ لوگ میرے ساتھ ہمدردی کرنے کے لئے جمع ہوئے ہیں تو کیا ہمدردی اسی کا نام ہے کہ میں تو غم میں مبتلا ہوں اور اس وجہ سے نہ کھانے کا رہا نہ پینے کا' اور آپ لوگ آستین چڑھا کر عمدہ عمدہ کھانے' کھانے بیٹھ گئے تم کو شرم نہیں آتی ؟ بس اب کھانا شروع کیجئے۔ مگر اب کون کھاتا ؟ تمام شرفاء مجلس اٹھ کھڑے ہوئے اور ایک جگہ جمع ہو کر مشورہ کیا کہ واقعی یہ چالیسویں کی رسم اٹھا دینے کے قابل ہے۔ چنانچہ سب نے متفق ہو کر اس رائے پر دستخط کر دیئے اور تمام کھانا غرباء میں تقسیم کرا دیا گیا حقیقت میں اگر غور کرو تو یہ سارے کھانے جو برادری کو کھلائے جاتے ہیں اسی قسم کے ہیں جن سے کھلانے والوں کو بجز تکلیف کے اور کھانے والوں کو بجز بے حیائی کے اور کچھ بھی حاصل نہیں ہوتا۔ اب بھی لوگ مولویوں ہی کو بدنام کرتے ہیں کہ یہ ایصال ثواب سے منع کرتے ہیں۔ صاحبو! ایصال ثواب سے کوئی منع نہیں کرتا البتہ بے ڈھنگے پن سے منع کیا جاتا ہے۔ دیکھو اگر قبلہ کی طرف پشت کر کے کوئی نماز پڑھے تو اسے منع کریں گے یا نہیں؟ اگر شریعت کے مطابق عمل ہو تو دیکھو کون منع کرتا ہے جس کی بڑی شرط یہ ہے کہ اخلاص کے ساتھ ہو۔ یعنی ثواب کی نیت سے کیا جائے (وعظ الدین الخالص ص ۴۵)

حضور ﷺ کے یوم ولادت کو یوم عید بنانا حضور ﷺ کی اہانت ہے

آج کل ہمارے چند اخوان زمان نے ایک عظیم الشان مفسدہ کی بنیاد ہندوستان میں ڈالی ہے یعنی یوم ولادت جناب نبی ﷺ کو یوم عید بنانے کی تجویز کی ہے اور یہ خیال ان کے

ذہن میں دوسری اقوام کے طرزِ عمل کو جو اپنے اکابر دین کے ساتھ کرتے ہیں دیکھ کر پیدا ہوا ہے۔ لیکن اس قاعدہ مذکورہ کی بنا پر لوگوں کو سمجھ لینا چاہیے کہ یوم ولادت کی خوشی دنیوی خوشی نہیں ہے یہ مذہبی خوشی ہے پس اس کے تعین وطریق کے لئے وحی کی اجازت ضروری ہے اگر کوئی یہ کہے کہ ہم بطورِ سالگرہ کے دنیوی طرز پر کرتے ہیں تو میں کہوں گا کہ ایسا کرنے والے سخت بے ادبی اور گستاخی جناب نبوی میں کر رہے ہیں صاحبو! کیا حضورﷺ کو اس جلالت و عظمت پر دنیا اور دنیا کے بادشاہوں پر جن کو حضورﷺ سے کچھ بھی نسبت نہیں ہے قیاس کیا جاتا ہے کہ اس فرحت کے لئے بس ایک دنیوی رذیل سامان اسی طرح کا کرتے ہو جیسا ان سلاطین کے لئے کیا کرتے ہو۔ ع۔ چہ نسبت خاک را با عالم پاک

پس آپ کا ظہور چونکہ سبب تھا تمام عالم کے بقا کا اس لئے تمام عالم میں یہ خوشی ہوئی جب اس کا اثر دنیا سے متجاوز ہو گیا تو اس خوشی کو دنیاوی خوشی نہیں کہہ سکتے جب معلوم ہوا کہ یہ دنیوی خوشی نہیں بلکہ مذہبی خوشی ہے تو اس میں ضرور ہر طرح سے وحی کی احتیاج ہوگی اس کے وجود میں اور اس کی کیفیت میں بھی اب مجوزین ہم کو دکھلائیں کہ کس وحی سے یوم ولادت کے یوم العید بنانے کا حکم معلوم ہوتا ہے اور کیا صورت اس کی بتلائی گئی ہے اگر کوئی قل بفضل اللہ سے استدلال کرے تو میں کہوں گا کہ صحابہ کرام جو کہ حضور کی صحبت اٹھائے ہوئے تھے اور تمام عالم سے زیادہ کلام مجید کو سمجھتے تھے ان کی سمجھ میں یہ مسئلہ کیوں نہیں آیا۔ بالخصوص جب کہ حضورﷺ کی محبت بھی ان کے رگ و ریشہ میں سرایت کی ہوتی تھی علی ھذا تابعین رحمہم اللہ۔ جتنے بڑے بڑے مجتہد ہوئے ہیں ان کی نظر یہاں تک کیوں نہیں پہنچی؟ ہاں جن امور کے متعلق حضور سے اجازت ہے اس کو ضرور کرنا چاہیے مثلاً آپ نے اپنی ولادت کے دن روزہ رکھا اور فرمایا ذالک الیوم الذی ولدت فیہ، اس لئے ہم کو بھی اس دن روزہ رکھنا مستحب ہو سکتا ہے۔ دوسرے پیر کے دن نامہ اعمال حق تعالیٰ کے روبرو پیش ہوتے ہیں پس یہ مجموعہ وجہ ہوگی اس حکم کی۔ اگر منفرداً بھی مانا جاوے تب بھی صحیح ہے لیکن صرف اسی قدر کی اجازت ہوگی جتنا کہ ثابت ہے۔ (اکمال الصوم والعید ص ۳۴)

حضرت شیخ عبدالقادر جیلانی کی گیارہویں منانے والوں کی عملی اعتقادی و تاریخی غلطیاں

اس روز لوگ حضرت غوث الاعظم سیدنا عبدالقادر جیلانیؒ کی گیارہویں مناتے ہیں اول

تو لاتتخذ واقبری عیداً سے اس کا بھی رد ہو گیا کیونکہ مثل یوم المیلا د وغیرہ کے یہ دن بھی متبدل ہو گیا جب غیر متبدل یعنی قبر نبوی کا عید بنانا حرام ہے تو متبدل یعنی بڑے پیر صاحب کی گیارہویں کا عید بنانا کیسے جائز ہو گا۔ دوسرے یہ تاریخ حضرت کی وفات کی کسی مؤرخ نے نہیں لکھی ۔نہ معلوم عوام نے گیارہویں تاریخ کس کشف و الہام سے معلوم کر لی بعض لوگ ایک روایت نقل کرتے ہیں کہ حضرت غوث الاعظم خود حضور کی گیارہویں کیا کرتے تھے اول تو یہ روایت ثابت نہیں اس کا ثبوت دینا چاہیئے دوسرے اگر ہو بھی تو کیا تم حضرت غوث الاعظم کو رسول ﷺ کے برابر کرتے ہو کہ رسول ﷺ کی گیارہویں چھوڑ کر بڑے پیر صاحب کی گیارہویں کرتے ہو یہ تو ان کے بھی خلاف ہے کیونکہ اگر بالفرض وہ رسول ﷺ کی گیارہویں کیا کرتے تھے تو اس کو ہرگز وہ گوارہ نہ کرتے تھے کہ میرے بعد بجائے رسول کے میری گیارہویں کی جائے۔ تیسرے اس میں عقیدہ بھی فاسد ہے کہ لوگ حضرت غوث الاعظم کو رسول ﷺ کے برابر سمجھتے ہیں کہ حضور کا میلاد کرتے ہیں تو بڑے پیر کی گیارہویں بلکہ بعض جگہ حضرت غوث الاعظم کا میلاد بھی ہونے لگا گویا بالکل ہی رسول کے مساوی ہو گئے اور غضب یہ کہ کرنے والوں کا عقیدہ یہ ہوتا ہے کہ اگر گیارہویں نہ کریں گے تو بلا نازل ہو گی بڑے پیر صاحب ناخوش ہو جائیں گے اور پھر نہ معلوم کیا سے کیا کر دیں گے۔ گویا نعوذ باللہ مخلوق کو تکلیف دیتے پھرتے ہیں نیز گیارہویں کرنے والے کو مال و اولاد کی ترقی کا باعث سمجھتے ہیں اس میں حضرت غوث الاعظم کے ساتھ دنیا کے لئے تعلق رکھنا ہوا یہ کیسی بے حیائی ہے کہ جس مردار کو وہ چھوڑ کر الگ ہوئے تھے اسی کے لئے ان سے تعلق کیا جائے غرض گیارہویں کے اندر بھی عملی اور اعتقادی بہت سی خرابیاں ہیں اس کو چھوڑنا چاہیئے اگر کسی کو حضرت غوثِ اعظم کے ساتھ محبت کا دعویٰ ہو تو کچھ قرآن پڑھ کر بخش دیا جائے یا بلا تعیین تاریخ غرباء کو کھانا کھلادے۔

(الحبور ص ۳۲)

حضرت شیخ عبدالقادر جیلانی کے متعلق ایک بے بنیاد حکایت

ایک حکایت مشہور کی جاتی ہے کہ آپ کے پاس ایک بڑھیا آئی جس کا لڑکا مر گیا تھا کہ حضرت اس کو زندہ کر دو آپ نے فرمایا کہ اس کی عمر ختم ہو چکی ہے اب زندہ نہیں ہو سکتا وہ رونے اور اصرار کرنے لگی تو آپ حق تعالیٰ کی طرف متوجہ ہوئے اور عرض کیا کہ اس لڑکے کو

زندہ کر دیا جائے وہاں سے خطاب ہوا کہ اس کی تقدیر میں اور حیات نہیں اس لیے اب زندہ نہیں ہوسکتا تو حضرت غوث الاعظم حق تعالٰی سے کہتے ہیں ذرا ملاحظہ کیجئے یہ حق تعالٰی سے باتیں ہو رہی ہیں کہ حضرت آپ سے کہنے کی تو اس لئے ضرورت ہوئی کہ اس کی تقدیر میں اور حیات نہیں اگر اس کی تقدیر میں کچھ اور زندگی ہوتی تو آپ سے کہنے کی ضرورت ہی کیا تھی پھر تو آپ مجبور ہو کر خود ہی زندہ کرتے (نعوذ باللہ منہ) وہاں سے حکم ہوا کہ پھر تقدیر کے خلاف تو نہیں ہو سکتا اس پر غوث اعظم کو جلال آیا اور آپ نے قوتِ کشفیہ سے ملک الموت کو ٹٹولا کہ وہ کہاں ہیں آخر نظر آئے تو دیکھا کہ وہ ایک تھیلے میں اس دن کے مردوں کی روحیں بھر کر لے جا رہے ہیں ابھی تک ہیڈ کوارٹر پر نہ پہنچے تھے کہ غوث اعظم نے ان کو ٹوکا اور کہا کہ بڑھیا کے لڑکے کی روح واپس کر دو تم اس کو نہیں لے جا سکتے وہ انکار کرنے لگے آپ نے وہ تھیلا انکے ہاتھ سے چھین کر کھول دیا جتنی روحیں تھیں سب پھُر پھُر اُڑ گئیں اور اس دن جتنے مرے تھے سب زندہ ہو گئے تھے۔ تو غوث اعظم نے حق تعالٰی سے کہا کہ کیوں اب راضی ہو گئے ایک مردے کے زندہ کرنے پر راضی نہ ہوئے اب بہت جی خوش ہوا ہوگا جب ہم نے سارے مردوں کو زندہ کر دیا۔ توبہ توبہ استغفر اللہ کیا خدا تعالٰی کے ساتھ اس طرح گفتگو کرنے کی کسی کو مجال ہے مگر یہ سب حکایتیں جاہلوں نے گھڑی ہیں اور ان کو بیان کرتے کہتے ہیں کہ نعوذ باللہ غوث اعظم وہ کام کر سکتے ہیں جو خدا بھی نہیں کر سکتا۔ بھلا کچھ ٹھکانہ ہے اس کفر کا جب جاہلوں نے غوث اعظم کو اس مرتبہ پر پہنچا دیا تو اگر حضور ﷺ کی نسبت آثار طبعیہ اور لوازم بشریہ کو ذکر نہ کیا جاتا تو نہ معلوم یہ لوگ حضور ﷺ کو کہاں پہنچاتے۔ (فناء النفوس فی رضاء القدوس ص ۸)

ہر نئی بات بدعت نہیں

ایک طالب علم مراد آباد سے آئے تھے۔ انھوں نے یہاں سے جا کر اعتراض کے طور پر لکھا کہ تم نے جو اوقات کا انضباط کیا ہے خیر القرون میں یہ انضباط نہ تھا۔ اس لئے بس یہ سب بدعت ہے مگر جواب کے لئے نہ ٹکٹ تھا نہ کارڈ۔ اگر ہوتا تو میں جواب لکھتا کہ تم نے جو مراد آباد کے مدرسہ میں پڑھا ہے وہاں پر بھی اسباق کے لئے اوقات کا انضباط تھا کہ ۸ بجے فلاں اور ۹ بجے سے ۱۰ بجے تک فلاں سبق، اور ۲ بجے سے ۴ بجے تک فلاں سبق، یہ بھی خیر القرون میں نہ تھا لہٰذا یہ بھی بدعت ہوا۔ اس بنا پر آپ کا سارا علم جو بدعتی طریق پر حاصل کیا گیا ہے نامبارک اور ظلماتی ہوا بلکہ اگر بدعت کے یہ معنی ہیں جو ان حضرت نے سمجھے ہیں کہ جو چیز

خیر القرون میں نہ ہو تو ان کا وجود بھی نہ تھا۔ بس یہ بھی مجسم بدعت ہوئے کیا خرافات ہے یہ تحصیل علم کرنے والوں کے فہم کی حالت ہے عوام بے چاروں کی تو کیا شکایت کی جائے جب کہ پڑھے لکھے علم کے مدعی اس زمانہ میں بکثرت اس قدر بدفہم اور بدعقل پیدا ہو رہے ہیں ان بزرگ کو بدعت کی تعریف بھی معلوم نہیں یہ انضباط کسی کے اعتقاد میں عبادت تو نہیں اس لئے ان کا خیر القرون میں نہ ہونا اور اب ہونا بدعت کو مستلزم نہیں۔

(اشرف الملفوظات ص ۵۱، ۵۲)

قیام میلاد کی حقیقت

ایک سلسلہ گفتگو میں فرمایا کہ میرے ایک دوست کہتے تھے کہ میں جبل پور رہا ہوں وہاں سے مولانا محمد یعقوب صاحب کی خدمت میں ایک استفتاء بھیجا کہ مولود شریف میں قیام کرنے کی اصل کیا ہے؟ حضرت مولانا نے جواب میں اس کی حقیقت یہ بیان فرمائی کہ قیام ایک حرکت وجدیہ ہے اس کو صوفیہ خوب جانتے ہیں۔ یوں معلوم ہوتا ہے کہ حضور ﷺ کا ذکر کرتے کرتے کوئی بزرگ وجد و شوق میں کھڑے ہو گئے اور وجد کا ادب یہ ہے، جس کو امام غزالیؒ نے بھی لکھا ہے کہ ایک قیام سے سب کھڑے ہو جائیں۔ پھر بعض اہل دل کو یہ حرکت اچھی معلوم ہوئی وہ تواجد (وجد کی صورت بنانے) کے طور پر کھڑے ہونے لگے۔ اس کے بعد عوام میں اس کا سلسلہ عام ہو گیا۔ جو جہل کے سبب لزوم کے درجے تک پہنچ گیا۔

اس جواب سے حضرت مولانا محمد اسحاق کے ایک قول کے معنی سمجھ میں آ گئے جس کو کالپی میں ایک معمر شخص نے میرے سامنے نقل کیا تھا کہ کسی نے حضرت شاہ صاحب سے اس قیام کی نسبت پوچھا تو حضرت نے فرمایا کہ شیخ مجلس کو دیکھنا چاہئے۔ اس کا یہی مطلب تھا کہ شیخ مجلس جو اس ذکر پر کھڑا ہوا ہے دیکھنا چاہیئے کہ اگر وہ صاحب حال ہے تو اس کا یہ قیام وجد ہے، جس میں قوم کو موافقت کرنا ادب ہے اور اگر صاحب حال نہیں تو محض تصنع و رسم رہتی ہے اور لزوم مفاسد کے خوف کے مقام پر تواجد کی اجازت نہیں۔ (اشرف الملفوظات ص ۷۲، ۷۳)

بیماری کے موسم میں دی جانے والی اذان بدعت ہے

ایک صاحب نے سوال کیا کہ بیماری کے زمانے میں جو اذان کہی جاتی ہے اس کا کیا حکم ہے؟ فرمایا بدعت ہے۔ لوگ کہتے ہیں کہ وبا جنات کے اثر سے ہوتی ہے اور اذان سے جنات بھی بھاگتے ہیں اس واسطے اس اذان میں کیا حرج ہے؟ ایک شخص کو میں نے جواب دیا کہ

اذان شیاطین کو بھگانے کے لئے ہے مگر کیا وہ اذان اس کے لئے کافی نہیں جو نماز کے لئے کہی جاتی ہے۔اگر کہا جائے وہ صرف پانچ مرتبہ ہوتی ہے تو اسوقت شیاطین ہٹ جاتے ہیں مگر پھر آجاتے ہیں تو یہ تو اس اذان میں بھی ہے کہ جتنی دیر تک کہی جائے گی ہٹ جائیں گے اور پھر آجائیں گے۔اور نماز کی اذان سے تو دن رات میں پانچ دفعہ بھی بھاگتے ہیں' یہ تو صرف ایک ہی دفعہ ہوتی ہے۔ذرا دیر کو بھاگ جائیں گے اور اس کے بعد تمام وقت میں رہیں گے۔تو شیاطین کے بھگانے کی ترکیب صرف یہ ہوسکتی ہے کہ ہر وقت اذان کہتے رہو پھر صرف ایک وقت کیوں کہتے ہو؟ فرمایا آج کل بعض علماء کو بھی اس کے بدعت ہونے میں شبہ پڑ گیا ہے حالانکہ یقیناً بدعت ہے اور اسکی کچھ بھی اصل نہیں' یہ صرف اختراع ہے۔

(حسن العزیز ج ۳ ص ۲۶۸)

بدعت خلاف ضابطہ کا دوسرا نام ہے

بدعت کے بارے میں فرمایا کہ اگر کوئی شخص چار رکعت کی بجائے پانچ رکعت پڑھ لے تو وہ اس کی چار رکعت بھی نہ ہوں گی حالانکہ وہ کہہ سکتا ہے کہ میں نے کوئی برا کام نہیں کیا نماز ہی پڑھی ہے۔دراصل اس نے خلاف ضابطہ کام کیا۔وہ چار رکعت بھی گئی گزری ہوگئیں۔جیسے کوئی لفافہ پر ۸۰ پیسے کا ڈاک ٹکٹ لگانے کی جگہ ایک روپے کے رسیدی ٹکٹ لگا دے تو وہ خط بیرنگ ہو جائیگا کیونکہ اس نے ان ٹکٹ کا استعمال بے محل اور خلافِ ضابطہ کیا۔جیسے ایک شخص نے نقل کیا کہ حضرت مولانا گنگوہیؒ لَا اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہ کے ساتھ محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کہنے سے روکتے ہیں۔بعد کو تحقیق ہوا کہ اذان کے آخر میں موذن جو لا الٰہ الا اللہ کہتا ہے اس کے جواب میں بعض ناواقف محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم بھی کہہ دیتے ہیں۔حالانکہ حدیث شریف میں ہے کہ اذان کا جواب کلماتِ اذان ہی سے دیا جائے۔چنانچہ مؤذن اذان کے آخری کلمہ میں لا الٰہ الا اللہ کہتا ہے محمد رسول اللہ نہیں کہتا اس لئے اذان کا جواب بھی لا الٰہ الا اللہ کہہ کر ختم کرنا چاہیئے۔

(مقالاتِ حکمت ص ۱۳۶'۱۳۷)

بدعتی کے پیچھے نماز پڑھنے کا مسئلہ

ایک صاحب نے پوچھا کہ اگر بدعتی کے پیچھے نماز پڑھنے کو دل قبول نہ کرے تو کیا کرے؟ فرمایا کہ فتوے پر عمل کرے دل کو دخل نہ دے اور بہتر تو یہ ہے کہ اہل بدعت کی مسجد ہی میں نہ جائے۔لیکن اگر اتفاقاً پہنچ جائے تو پھر ان کے ساتھ ہی پڑھ لے۔کیونکہ جماعت کو ترک

نہ کرنا چاہئے (کمالاتِ اشرفیہ ص ۱۳۰)

قیامِ مولد کا حکم

فرمایا اگر کسی مولد میں پھنس جائیں جہاں قیام ہوتا ہو تو اس مجلس میں مجمع کی مخالفت نہ کریں۔ بلکہ قیام کرلیا کریں۔ کیونکہ ایسے مجمع میں ایک دو کا قیام نہ کرنا موجب فساد ہے۔ ہاں جہاں ہر طرح اپنا اختیار ہو۔ وہاں تمام قیود کو خلاف کر دیا جائے کیونکہ ایسے موقع میں خاموش رہنا گناہ ہے۔ (انفاسِ عیسیٰ ج ا ص ۳۲۶)

علی مشکل کشا کہنے کا حکم

پوچھا علی مشکل کشا کہنا کیسا ہے؟ فرمایا تاویلاً جائز ہے یعنی مشکلات علمیہ کے حل کرنے والے مگر عوام کے لئے موہوم ضرور ہے اس واسطے خلاف ہے۔ پوچھا گیا ہمارے شجرہ میں لفظ مشکل کشا موجود ہے فرمایا ہاں۔ اور وہ شجرہ حضرت حاجی صاحبؒ کا ہے بزرگوں کی نظر بہت عالی ہوتی ہے ذرا ذرا سی بات کی طرف نہیں جاتی۔ اس کے مفسدہ کی طرف نظر نہیں گئی بنا بر شہرت لکھ دیا۔ شیخ سعدیؒ کے کلام میں بھی یہ معنی موجود ہیں۔

کہ مشکلے بروپیش علےؓ مگر مشکلش را کند منجلے

(حسن العزیز ج ۴ ص ۲۹)

اذان میں انگوٹھے چومنے کا حکم

فرمایا کہ جو لوگوں کی عادت ہے حضرت رسول اللہ ﷺ کے نام نامی پر انگوٹھے چوما کرتے ہیں یہ بدعت ہے۔ نیز انگوٹھے چوم کر آنکھوں پر مل لیتے ہیں تو یہ بھی بدعت ہے اور اس کی وجہ یہ ہے کہ لوگ اسکو ثواب سمجھ کر کرتے ہیں حالانکہ شریعت میں اس کا کہیں حکم نہیں ہے۔ ایک حدیث میں جو اس کا ثبوت ہے تو وہ علاجاً ہے نہ کہ ثواباً۔ تو جیسا جھاڑ پھونک موافق شرع کے درست ہے ایسا ہی کوئی شخص درد چشم کے علاج کے لئے کرے تو اس کے لئے فی نفسہ درست ہے گو ایہام کے محل میں اس سے بھی روکا جائے گا۔ اس وقت میں اس کی ایسی مثال ہو گی کہ اگر کوئی شخص گل بنفشہ کا استعمال کسی مرض میں دوا سمجھ کر کرے تو جائز ہے اور اگر ثواب سمجھ کر کرے تو ناجائز ہوگا کیونکہ اس کا ثواب سمجھ کر استعمال کرنا ایسا ہے جیسا کہ شریعت میں ایک

نیا حکم کا اضافہ کر دیا۔ چنانچہ قانون سرکاری بھی اسی طرح ہے کہ مثلاً کوئی شخص قانونی کتاب میں ایک نیا قانون داخل کرے اگرچہ وہ قانون دوسرے قانون کا موئید ہو لیکن حاکم بالا کو اسکی خبر ہو جائے تو فوراً باز پرس کرے گا کہ تم کون ہوتے ہو قانون کے ایجاد کرنے والے؟ علیٰ ھذا شریعت میں اسی طرح حکم ہے کہ نیا مسئلہ اپنی طرف سے ہرگز ایجاد نہ کرے۔
(مقالات حکمت، ص ۳۹۲)

انبیاء علیہم السلام کی شان میں اہل بدعت شعراء کی بے ادبیاں

انبیاء علیہم لسلام کی یہ توہین کہیں تو تہذیب کے ساتھ ہوتی ہے کہیں بدتہذیبی کے ساتھ چنانچہ بدتہذیبی کے ساتھ توہین کی یہ مثالیں ہیں کسی شاعر نے آپ ﷺ کی نعت کے لئے خیالی سیاہی تیار کی ہے تو اس میں کہا ہے'' دیدہ یعقوب کھرل'' الخ استغفراللہ یعقوب علیہ السلام کی شان میں کس قدر گستاخی ہے' کسی دوسرے شاعر نے اس کا خوب جواب دیا ہے ۔

ابھی اس آنکھ کو ڈالے کوئی پتھر سے کچل نظر آتا ہے جسے دیدہ یعقوب کھرل
توبہ ہے یوں ہو کہیں عین نبی مستعمل کوئی تشبیہ نہ تھی اور نصیب اجہل

کبھی یوسف علیہ السلام کی توہین کی جاتی ہے اور عیسیٰ علیہ السلام تو بھلا تختہ مشق ہیں ان کی شان میں تو بہت ہی گستاخی کی جاتی ہے ایک صاحب کہتے ہیں۔

برآسمان چہارم مسیح بیمار است تبسم تو برائے علاج درکاراست

''چوتھے آسمان پر عیسیٰ علیہ السلام بیمار ہیں' آپ کا تبسم علاج کے لئے درکار ہے''
کہ عیسیٰ علیہ السلام آسمان چہارم پر بیمار ہیں ان کی شفاء کے لئے آپ کے تبسم کی ضرورت ہے۔ بھلا جو نبی بیماروں کو اچھا کرتے ہوں ان کو محض حضور ﷺ کے تبسم کو شفاء ثابت کرنے کے بیمار مانا جائے یہ کتنی بڑی گستاخی ہے۔ کیا حضور ﷺ کے تبسم کا شفاء ہونا اس کے بدون بیان نہ ہو سکتا تھا۔ آسمان پر بیمار کیونکر ہو سکتے ہیں وہ تو ایسی جگہ ہیں جہاں ان کو نہ کھانے کی ضرورت نہ پینے کی' نہ آب و ہوا وہاں کی خراب جو بیمار ہونے کا احتمال بھی ہو۔
اور یہ کرتے ہیں کہ امیر خسرو ؒ کی غزل جو کسی محبوب مجازی کی شان میں ہے میں کر کرا کے اس کو حضور ﷺ کی نعت میں پڑھتے ہیں جس میں یہ مصرع بھی ہے:

''اے نرگس زیبائے تو آوردہ رسمِ کافری''

''اے محبوب تیری نرگس زیبا رسم کافری لائی ہے''

ایک دوسرے صاحب کہتے ہیں۔

موسیٰ زہوش رفت بیک جلوہ صفات　　　تو عین ذات می نگری در تبسمی

مطلب ان کا یہ ہے کہ موسیٰ علیہ السلام تو ایک تجلی صفاتی سے بے ہوش ہو گئے' اور آپ نے تجلی ذاتی کا مشاہدہ کیا' اور تبسم ہی فرماتے رہے۔ بھلا ان حضرت سے کوئی پوچھے کہ کیا تم تجلی طور کے وقت موجود تھے جو تم نے قطعی فیصلہ کر دیا کہ موسیٰ علیہ السلام پر تجلی صفاتی ہوئی تھی' یا تم شب معراج میں حضور ﷺ کے ساتھ تھے جو یقین کے ساتھ حکم لگاتے ہو کہ حضور ﷺ پر تجلی عین ذات ہوئی تھی' محض تخمین اور قیاس سے جو حکم چاہا لگا دیا۔ حالانکہ شب معراج کا حال کسی کو کیا معلوم ہو سکتا ہے کہ حضور (ﷺ پر تجلی کیسی ہوئی تھی)۔ دیکھئے صاحبو! کیا یہ شعر بے ادبی کا نہیں۔

پئے تسکین خاطر صورتِ پیراہن یوسف

محمد (ﷺ) کو جو بھیجا حق نے سایہ رکھ لیا قد کا

استغفر اللہ العظیم' اس شاعر نے حضور ﷺ کے سایہ نہ ہونیکا مضمون باندھا ہے اور اس میں کیا عجیب توجیہہ اختیار کی ہے جس سے وہ اپنے دل ہی دل میں خوش ہو لیں مگر حضور ﷺ تو اس سے یقیناً سخت ناراض ہوں گے۔ یہ بات مشہور ہے کہ ہمارے حضور ﷺ کے سایہ نہیں تھا۔ اب بجائے اس کے کہ یہ کہا جاتا کہ ہمارے حضور ﷺ سرتا پا نور ہی نور تھے' حضور ﷺ میں ظلمت نام کو بھی نہ تھی اس لئے کہ آپ ﷺ کے سایہ نہ تھا۔ کیونکہ سایہ کے لئے ظلمت لازمی ہے' شاعر صاحب اس مضمون کو اس طرح باندھتے ہیں کہ جب حق تعالیٰ نے حضور ﷺ کو دنیا میں بھیجا تو بے قرار ہو گئے کہ اب میرا محبوب مجھ سے جدا ہوتا ہے' کہاں دیکھوں گا تو تسکین خاطر کے لئے آپ ﷺ کا سایہ رکھ لیا کہ اسی کو دیکھ کر تسکین کر لیا کروں گا۔ جیسا کہ یوسف علیہ السلام کو جب یعقوب علیہ السلام نے جدا کیا تو ان کو پیراہن یوسفی سے تسلی ہوتی تھی۔ الٰہی توبہ الٰہی توبہ!

دیکھئے اس مضمون میں حق سبحانہ' تعالیٰ کی کس قدر بے ادبی کی گئی ہے۔ اول تو حق تعالیٰ کو حضور ﷺ کی محبت میں بے قرار مانا کہ ان کے واسطے تسلی کی ضرورت ثابت کی۔ حالانکہ اللہ تعالیٰ اس سے بالکل منزّہ اور پاک ہیں۔ جب خدا کو بھی بے قراری ہونے لگی اور تسکین خاطر کی ضرورت ہو تو پھر خدائی کس طرح باقی رہے گی۔ دوسرے اس سے یہ لازم آتا ہے کہ

دنیا میں آ کر حضور ﷺ خدا سے ایسے دور پڑ گئے کہ خدا ان کو دیکھ بھی نہ سکتے تھے اس سے حضور ﷺ کی کس قدر تنقیص ہے کہ خدا تعالیٰ سے بعید مانا اور خدا پر کیسا دھبہ لگایا کہ دنیا میں پہنچ کر وہ اپنے محبوب کو دیکھ بھی نہیں سکتے گویا بصیر کی صفت نہ رہی تھی کیا خدا و رسول ﷺ کی یہی عظمت ہونی چاہیئے مگر حضور ﷺ کی مدح میں انبیاء علیہم السلام کی اہانت کی ہے اس کی بالکل ایسی مثال ہے کہ ایک بھائی کی مدح اس طرح کی جائے کہ اس کے دوسرے بھائی کو اس کے سامنے گالیاں دی جائیں کیا ایسی مدح سے کوئی شخص خوش ہو سکتا ہے جس میں اس کے دوسرے بھائی کو برا بھلا کہا جائے اور بھائی بھی کیسے دو قالب و یک جان انبیاء علیہم السلام آپس میں سب بھائی بھائی ہیں ان میں ایسا اتفاق ہے کہ ہرگز دوسرے کی اہانت کو ایک گوارہ نہیں کر سکتا ۔ یہ سمجھنا چاہیئے کہ کیا حضور ﷺ ایسی بات سے خوش ہوں گے جس میں دوسرے نبی کی توہین ہوتی ہو۔

آپ سمجھئے کہ اگر آپ کا کوئی بھائی حقیقی ہو اور اس کے ایک بیٹا ہو اور وہ آپ کی شان میں گستاخی کرے تو کیا بھائی کو یہ بات پسند ہو گی ۔ اسی طرح انبیاء آپس میں بھائی ہیں اور حضور پر نور سب میں بڑے ہیں اگر آپ نے کسی نبی کی توہین اور ان کی شان میں گستاخی کی تو کیا حضور اس سے خوش ہوں گے۔ (المریع فی الربیع)

ایک قصیدہ ہے اور اس کا یہ شعر شاعری میں آ کر یوں کہہ دیا ؎

طوافِ کعبہ مشتاقِ زیارت کو بہانہ ہے
کوئی ڈھب چاہیئے آخر رقیبوں کی خوشامد کا

یعنی اصل تو زیارت مدینہ کی ہے حج مقصود نہیں ہے حج محض ایک مصلحت سے کرتے ہیں اور وہ مصلحت یہ ہے کہ اللہ میاں (نعوذ باللہ) عاشق ہیں حضور ﷺ کے اور ہم بھی عاشق ۔ اس لئے حضور کی زیارت کو چلے اور محبوب کے دو عاشق آپس میں رقیب کہلاتے ہیں تو گویا اللہ میاں (نعوذ باللہ) ان کے رقیب ہوئے اور رستہ میں گھر پڑتا ہے رقیب کا جو قادر ہے شاید جانے نہ دے اس لئے حج کر کے ان کی خوشامد کر لینی چاہیئے اس سبب سے پہلے طواف کعبہ کرتے ہیں تاکہ خوش رہیں اور کچھ کھنڈت نہ ڈال دیں ۔ (نعوذ باللہ)

(المریع فی الربیع بحوالہ میلاد النبی ﷺ ص ۵۷۱، ۵۷۲)

حضور ﷺ کے سایہ نہ ہونے کی کوئی روایت نہیں ملی

مشہور ہے کہ حضور ﷺ کا سایہ نہ تھا اور وجہ اس کی یہ بیان کی جاتی ہے کہ حضور ﷺ کے سر پر ہر وقت ابر کا سایہ رہتا تھا۔ اس قصہ سے معلوم ہوا کہ ابر کا سایہ ہمیشہ نہ رہتا تھا۔ لیکن ہم حضور کا سایہ ہے نہ ہونے کا انکار بھی نہیں کرتے۔ شاید ایسا ہی ہو مگر ہم نے اس بارے میں کوئی حدیث نہیں دیکھی۔ مواہب لدنیہ بڑی کتاب ہے اس میں بھی اس کے بارے میں کوئی حدیث نہیں لکھی۔ بہر حال مقصود اس قصہ سے یہ تھا کہ حضور ﷺ کے اندر کوئی خاص شان وشوکت نہ تھی جو بزرگ ہوتے ہیں ان کی بھی یہی حالت ہوتی ہے۔

وہ قصہ یہ ہے کہ حضور ﷺ اوّل اوّل مدینہ طیبہ تشریف لائے تو بہت کم لوگ آپ ﷺ کو پہچانتے تھے۔ ایک یہودی نے جو پہاڑ پر چڑھا تھا دور سے دیکھا اور پکار کر کہا کہ تمہارا نصیبہ آ گیا۔ چنانچہ اہل مدینہ سب آئے اور آپ قباء میں ٹھہرے حضرت ابو بکر صدیقؓ آپ کے ساتھ تھے حضرت ابو بکر صدیقؓ کی ڈاڑھی میں سفید بال زیادہ تھے اس لئے جو لوگ آتے تھے وہ حضرت ابو بکرؓ کو پیغمبر سمجھتے تھے اور ان سے مصافحہ کرتے حضرت ابو بکرؓ کا ادب دیکھئے کہ انہوں نے کسی سے یہ نہیں کہا کہ حضور ﷺ سے مصافحہ کرو بلکہ برابر سب سے مصافحہ کر لیتے تھے۔

حضرت ابو بکرؓ ایسے عاشق ہیں کہ لوگ ان کو محمد ﷺ سمجھ کر ان سے مصافحہ کرتے ہیں یعنی حضور ﷺ اور حضرت ابو بکرؓ دونوں جدا جدا نہیں رہے بلکہ ایک ہی ہو گئے ہیں۔ خلاصہ یہ کہ لوگ مصافحہ کرتے رہے جب آفتاب اونچا ہوا اور دھوپ کے اندر تیزی ہوئی اور آپ ﷺ پر دھوپ آئی اس وقت حضرت ابو بکرؓ آپ ﷺ پر ایک کپڑے کا سایہ کر کے کھڑے ہو گئے۔ اس وقت لوگوں کو معلوم ہوا کہ یہ آقا ہیں اور یہ خادم ہیں لیکن اس معلوم ہونے پر ان صحابہ رضی اللہ عنہم نے پھر دوبارہ اٹھ کر مصافحہ نہیں کیا۔ اگر آج کل کے لوگ ہوتے تو پھر حضور ﷺ سے مصافحہ کرتے۔ ہر شخص کہتا کہ حضور میں معافی چاہتا ہوں مجھ سے بڑی غلطی ہوئی۔ صحابہ کے اندر یہ تکلف نہ تھا حالت یہ تھی کہ وقت پر تو جان دینے کو تیار رہتے تھے اور دوسرے وقت یہ بھی پتہ نہ چلتا تھا کہ ان میں آقا کون ہے اور خادم کون ہے۔ (تسہیل المواعظ ج ۱ ص ۲۴۸ و ۴۹)

(نوٹ) مفتی اعظم پاکستان حضرت اقدس سیّدی و مرشدی مولانا مفتی محمد شفیع صاحب قدس سرہ نے ایک رسالہ ماموال القبول فی ظل رسول ﷺ لکھا ہے جس میں ثابت کیا ہے کہ حضور کے سایہ نہ ہونے کی کوئی روایت کتب متداولہ صحاح ستہ وغیرہ میں موجود نہیں۔ (احقر قریشی غفرلہ)۔

علماء اہل بدعت کی بے باکی

فرمایا۔اہل بدعت میں سے ایک مولوی قصبہ رامپور میں تھے معقول آدمی تھے۔ایسے بے باک کہ ایک وعظ میں کہا کہ واللہ آمین بالسّر میں ایک لاکھ حدیثیں ہیں ۔ایک شاگرد نے بعد وعظ ان سے کہا کہ ایسی (خلاف واقعہ) بات کیسے کہہ دی ۔مولوی صاحب نے جواب دیا میں نے تنزّل کر کے کہا اس سے زیادہ ہیں اس طرح سے کہ حدیث ہے عرض اور ہر محدث کے ساتھ قائم ہے اور محل کے تعدد سے عرض میں تغائر ہو جاتا ہے۔پھر ایک ہی شخص اگر چار بار وہ حدیث بیان کرے تو ایک تعدد یہ ہوگا کہ اس حساب سے لاکھ سے بھی زیادہ ہوئیں ۔ایک مرتبہ انہی مولوی صاحب نے جناب مولانا محمد قاسم صاحبؒ سے مجمع میں کہا کہ مجھ سے مناظرہ کرلو۔ مولانا نے غایت تواضع سے فرمایا کہ مناظرہ سے دو غرضیں ہوسکتی ہیں ایک اظہار حق اور بعد وضوح حق اس کا قبول کر لینا سو اس کی تو آج کل امید نہیں دوسری غرض غلبہ کا اظہار ہے تو اس کو میں بلا مناظرہ ابھی پورا کئے دیتا ہوں پھر مولانا نے بہ آواز بلند فرمایا صاحبو؛ یہ بہت بڑے مولوی صاحب ہیں میں ان کے سامنے جاہل ہوں جتنے لوگ اس جگہ موجود تھے سب اس مولوی پر نفرین کرنے لگے۔ (کلمۃ الحق ص ۵۱,۵۲)

بدعت مٹانے کا مستحسن طریقہ

فرمایا میں تو احباب سے کہا کرتا ہوں کہ بدعت مٹانے کے لئے بدعت سے مت روکو پیر جیوں کو جو بدعت میں آمدنی ہوتی ہے اس سے روک دو یعنی ان رسوم میں ان کو کچھ مت دو اس سے بدعت خود بخود رک جائے گی۔ (کلمۃ الحق ص ۸۴)

بدعت کی پہچان

فرمایا ایک پہچان بدعت کی بتلائے دیتا ہوں اور وہ یہ ہے کہ جو بات قرآن حدیث اور فقہ میں سے کسی ایک سے بھی ثابت نہ ہو اس کو ثواب کا کام سمجھ کر کیا جائے وہ بدعت ہے ۔اس پہچان کے بعد دیکھ لیجئے کہ ہمارے بھائیوں کے جو کام ہیں جیسے عرس کرنا فاتحہ دلانا اور مُردوں کو ثواب پہچانے کیلئے دن مقرر کرنا یہ قرآن، حدیث اور فقہ کسی سے بھی ثابت نہیں لیکن پھر بھی ان کو دین سمجھ کر کرتے ہیں اگرچہ سمجھ دار آدمیوں کا عقیدہ ان مسئلوں میں خراب نہیں لیکن ان کے

کرنے سے عوام کا عقیدہ خراب ہوتا ہے۔

اور امام ابو حنیفہؒ کا فقہ میں یہ مسئلہ ہے کہ اگر سمجھ دار لوگ ایسا کام کرنے لگیں جس کے کرنے کا شرع نے حکم نہیں دیا اور اس سے عوام کے عقیدہ میں خرابی پھیلے تو سمجھ دار لوگوں کو بھی اس کام کو چھوڑ دینا چاہئے ہاں کوئی کام ایسا ہے کہ شرع نے اس کا حکم کیا ہے لیکن لوگوں نے اس میں خرابی ڈال رکھی ہے تو وہاں یہ حکم ہے کہ جو خرابیاں اس میں مل گئی ہیں ان کے مٹانے کی کوشش کریں گے اور اس کام کو نہ چھوڑیں گے۔ مثلاً نمازِ جنازہ کے ساتھ جانے کا شرع نے حکم کیا ہے تو اگر اس میں لوگ بری باتیں بھی بڑھائیں تب بھی جنازہ کے ساتھ جانا نہ چھوڑیں گے۔ (تسہیل المواعظ ج ا ص ۲۷۵، ۲۷۶)

عید کی رات میں روزہ کی نیت سے نہ کھانا بدعت ہے

فرمایا ہمارے ہاں شہروں میں ایک رسم یہ بھی پھیل گئی ہے کہ عید کی رات میں کچھ نہیں کھاتے اور اخیر رات میں صبح کا انتظار کرتے ہیں۔ جب اذان ہو لیتی ہے تو کہتے ہیں کہ روزہ کھول لو پھر کھاتے ہیں۔ تو ان کے نزدیک اب تک رمضان ہی باقی تھا حالانکہ عید کا چاند دیکھتے ہی دوسرا مہینہ شروع ہو گیا۔ خیال تو کیجئے یہ کیسی بے وقوفی ہے؟ دوسرے مہینہ کی ایک رات بھی گزر گئی اور ان کے یہاں ابھی روزہ ہی ہے۔ حدیث شریف میں تو ہے کہ چاند دیکھتے ہی روزہ ختم کرو اور ان کے یہاں ایک رات اور گزار لینی چاہیئے تب کہیں روزے ختم ہوں۔ شاید کوئی کہے کہ حدیث پر تو ہم نے عمل کر لیا کہ چاند دیکھتے ہی روزہ افطار کر لیا تھا اب رات میں کھانا نہ کھانا اپنا اختیار ہے' تو سمجھ لو کہ کھانا نہ کھانے پر روک ٹوک نہیں کی جاتی بلکہ اس کو روزہ سمجھنے سے منع کیا جاتا ہے اور یہ ظاہر ہے کہ آپ اس کو روزہ سمجھتے ہیں ورنہ صبح کی اذان سن کر یہ نہ کہتے کہ روزہ کھول لو۔ اس سے صاف معلوم ہوتا ہے کہ اس رات میں بے کھائے پئے رہنے کو روزہ سمجھتے ہیں اور یہ تو کھلی ہوئی بدعت ہے۔ ایسے موقعہ پر تو رسم توڑنے کے لئے خود ارادہ کر کے فجر سے پہلے ہی کھانا چاہیئے۔ (تسہیل المواعظ ج ا ص ۹۴، ۹۵)

مردہ کی قبر پر اجرت دے کر قرآن پڑھوانا حرام ہے

فرمایا کہ قبر پر حافظ کو مقرر کرنا جائز نہیں کیونکہ اس میں بھی تو یہی بات ہے کہ عبادت پر اجرت لی جاتی ہے۔ اس پر بعض لوگ کہہ دیا کرتے ہیں کہ صاحب مولویوں کو کیا ہو گیا کہ مردہ

تو ثواب پہنچانا ہی بند کر دیا۔ ہم کہتے ہیں کہ اس کا ثواب ہی نہیں پہنچتا پھر بند کیا کرا دیا کیونکہ ثواب پہنچنے کی صورت تو یہ ہوتی ہے کہ اول کرنے والے کو ثواب ملتا ہے پھر اس کو اختیار ہے کہ جسے چاہے بخش دے جسے اپنا مال چاہے دیدے اور یہاں خود ہی کو ثواب نہیں ملا تو دوسرے کو کیا بخشے گا۔ (تسہیل المواعظ ج ۱ ص ۸۸)

ثواب پہنچانے کے لئے وقت مقرر کرنا بدعت ہے

فرمایا ثواب پہنچانے میں دو باتیں ہیں ایک تو وقت کا مقرر کر لینا۔ دوسرے ثواب پہنچانا۔ ان میں سے پہلی بات یعنی وقت مقرر کرنا کچھ ضروری نہیں اگرچہ جائز ہے لیکن اس سے عوام میں خرابی پھیلتی ہے اس لئے وقت مقرر کرنا چھوڑ دیں گے البتہ اگر ساری امت کا یہ عقیدہ ہو جائے کہ وہ وقت مقرر کرنے کو ضروری نہ سمجھے تو سب کو وقت مقرر کرنے کی اجازت دے دیں گے لیکن حالاتِ موجودہ میں (جب کہ اکثروں کا یہ خیال ہے کہ خاص تاریخوں میں ثواب پہنچانے سے زیادہ مقبولیت ہوتی ہے) کیسے اجازت دی جائے کیونکہ ایسا خیال رکھنا تو شریعت کے خلاف ہے۔ (تسہیل المواعظ ج ۱ ص ۲۷۶)

عید کے روز سوّیاں ضروری سمجھ کر پکانا بدعت ہے

فرمایا ایک رسم عید کے روز یہ کرتے ہیں کہ سویاں ضرور پکائی جاتی ہیں اگر سویاں نہ ہوئیں تو ان کے نزدیک کچھ ہوا ہی نہیں۔ سمجھتے ہیں کہ عید کے دن خاص سویاں ہی ہونی چاہئیں حالانکہ سویاں اور دوسری (میٹھی) چیزیں شرع میں برابر ہیں ان کے اختیار کرنے کی صرف یہ وجہ تھی کہ دن عید کے کام کاج کا ہوتا ہے اس لئے زیادہ بکھیڑے کی چیز سویرے سے نہیں پک سکتی اور منظور یہ ہوتا ہے کہ سویرے کچھ کھا کر عید گاہ کو جائیں کیونکہ عید کے دن سویرے سے کچھ کھا لینا ثواب ہے۔ اس لئے سویّوں کا رواج ہو گیا۔

(تسہیل المواعظ ج ۱ ص ۹۵)

شب برات کی بدعتوں کا بیان

فرمایا۔ لوگوں نے شب برات میں کئی طرح کی بدعتیں کر رکھی ہیں۔ ایک تو یہ کہ حلوہ پکانے کو ضروری سمجھتے ہیں اور اس کے متعلق طرح طرح کی روایتیں گھڑی ہیں۔ بعض کہتے ہیں

کہ حضور ﷺ کا دانت شہید ہوا تھا اس میں حضور ﷺ نے حلوہ کھایا تھا اور بعض کہتے ہیں کہ حضرت حمزہؓ جب شہید ہوئے تو حضور ﷺ نے حلوے پر ان کی فاتحہ دلائی تھی ۔ یہ دونوں روایتیں بالکل عقل کے خلاف ہیں کیونکہ یہ دونوں واقعے احد کی لڑائی میں ہوئے تھے اور احد کی لڑائی شوال کے مہینہ میں ہوئی ہے اور شب برات شعبان کے مہینہ میں ہوتی ہے۔ تو یہ روایتیں عقل کے بھی خلاف ہوئیں اور ویسے بھی بے اصل ہیں۔ کسی معتبر کتاب میں ان کا پتہ نہیں ۔ بعضے کہتے ہیں کہ شب برات میں روحیں آتی ہیں لیکن ظاہر ہے کہ روحوں کو آنا دو طرح ثابت ہو سکتا ہے یا قرآن و حدیث سے معلوم کیا ہو۔ سو ظاہر ہے کہ روحوں کو آتے ہوئے تو دیکھا نہیں ۔ رہا قرآن و حدیث سو اس سے بھی کہیں ثابت نہیں' بلکہ قرآن شریف سے تو اس کے خلاف یہ ثابت ہوتا ہے کہ روحیں یہاں نہیں آتیں ۔ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں کہ پیچھے ان کے ایک پردہ ہے قیامت تک کے لئے ۔ حاصل یہ ہے کہ روح اور اس جہان کے درمیان قیامت تک کے لئے ایک پردہ ہے جو اس کو اس طرف نہیں آنے دیتا اور بلا دلیل کے کوئی عقیدہ رکھنا جائز نہیں ۔

بعض کا یہ عقیدہ ہے کہ اگر کوئی اس رات میں مردوں کو ثواب نہ بخشے تو روحیں کوستی ہوئی جاتی ہیں خوب یاد رکھنا چاہیئے کہ مردہ کو ثواب بخشنا یہ نفل ہے فرض اور واجب نہیں ہے اور نفل کے چھوڑنے پر برا کہنا یا بد دعا کرنا گناہ ہے ۔ اس عقیدہ سے ثابت ہوتا ہے کہ مردہ بھی گناہ کرتا ہے حالانکہ مرنے کے بعد انسان گناہ نہیں کرسکتا۔ غرض یہ سب باتیں بے اصل ہیں ۔ یہ شب برات کا حلوہ اور محرم کا کھچڑا ان ہی کھاؤ بھائیوں کا تراشا ہوا معلوم ہوتا ہے اسی لئے ثواب بخشنے میں ایسی شرطیں لگائی ہوئی ہیں کہ سوائے ان کے کوئی کسی کو دے ہی نہ سکے جیسے کھانا پانی سامنے رکھ کر پنج آیت وغیرہ پڑھنا کہ عوام تو پڑھنا نہیں جانتے مجبور ہو کر ان ہی کو بلائیں گے تو ضرور حصہ ملے گا ۔

(تسہیل المواعظ ج ا ص ۶۸۰ تا ۶۸۴)

بدعتیں چھڑانے کی ترکیب

اسی واسطے میں کہا کرتا ہوں جہاں بدعتوں سے منع کرنے میں لوگوں کو وحشت ہو اور ناخوش ہوں تو ایسے موقع پر یوں کہنا چاہیئے کہ تم سب کچھ کرو مگر ان ملانوں کو کچھ مت دو بلکہ ان سے محض اللہ واسطے مفت فاتحہ دلوایا کرو ۔ پھر دیکھ لینا یہی لوگ بدعت کو منع کرنے لگیں گے کیونکہ ملنا ملانا تو کچھ رہے گا نہیں اور فاتحہ کے لئے جگہ جگہ گھسیٹے جائیں گے تو خود بخود چھوٹ جائیں

گی (اور یہی لوگ منع کرنے لگیں گے)　　　　(تسہیل المواعظ ج ۱ ص ۶۸۴)

ندائے یا محمد (ﷺ) پر ایک ارشاد

فرمایا میرا ایک وعظ حیدر آباد دکن میں ہوا، بضمن گفتگو یہ مسئلہ آیا کہ یا محمد ﷺ یا رسول ﷺ وغیرہ الفاظ سے ندا کرنا کیسا ہے تو میں نے کہا قرآن کریم سورۃ الحجرات میں صحابہ کرامؓ کو اس سے منع کیا گیا ہے کہ آپ ﷺ کے زمانہ ظاہری میں جب آپ ﷺ اپنے گھر میں موجود تھے اس وقت باہر سے آپ ﷺ کو آواز نہ دیں کہ یہ بے ادبی ہے تو جو لوگ ہندوستان سے حضور ﷺ کو پکاریں یہ کیسے بے ادبی نہ ہوگی (مجالس حکیم الامت ص ۳۴۳)

ف: (۱) خاتم الانبیا ﷺ کو پورے قرآن پاک میں جہاں خطاب کیا گیا ہے وہ (نام لینے کی بجائے) کسی لقب نبی یا رسول. وغیرہ سے خطاب کیا گیا کبھی صدائے عزت سے نوازا کہ یَاَیُّھَا الرَّسُوْلُ اور کبھی طریق محبت سے پکارا یَاَیُّھَا الْمُزَّمِّلُ ۔ (راحت القلوب ص ۴۹۴)

(۲) فرمایا کہ یہ ارادہ استعانت و استغاثہ بہ اعتقاد حاظر ناظر ہونے کے یا رسول اللہ کہنا منہی عنہ ہے اور بدوں اس اعتقاد کے محض شوقاً واستلاذاً ماذون فیہ ہے۔

(کمالات اشرفیہ ص ۵۷)

یعنی حضور ﷺ کے حاضر ناظر ہونے کے اعتقاد سے امداد اور طلب استعانت کی نیت سے یا رسول اللہ کہنا منع اور ناجائز ہے ۔البتہ پیغمبر ﷺ کے ساتھ مسلمانوں کے قلوب کا جو اشتیاق تعلق ہے اس تعلق کا اظہار یارسول اللہ ﷺ سے اگر کوئی کرتا ہو۔ یا رسول اللہ ﷺ کہنے میں اس کو لذت ملتی ہو تو مولانا اس صورت میں ۔ یارسول اللہ ﷺ کہنے کی اجازت دیتے ہیں۔

اولیاء اللہ کے مزار پر پھول چڑھانا بڑی غلطی ہے

فرمایا کہ اولیاء اللہ کے مزارات پر پھول چڑھانا یہ دو حال سے خالی نہیں ۔ یا تو ان کی روح کو ادراک ہے یا نہیں اور اگر ادراک نہیں تو پھول چڑھانے سے کیا نفع اور اگر ادراک ہے تو جو شخص جنت کی شمائم و روائح وعطریات کو سونگھ رہا ہو اس کو ان پھولوں کی خوشبو سے کیا راحت پہنچ سکتی ہے؟ بلکہ ان کو الٹی ایذا ہوگی ۔

(مآثر حکیم الامت ص ۲۶۲ براحت القلوب ص ۵۰۸)

مرتکب بدعت در پردہ مدعی نبوّت ہے

فرمایا جو شخص احداث فی الدّین کرتا ہے وہ در پردہ مدعی نبوّت کا ہے کہ مجھے بھی شریعت میں اضافہ کرنے کا اختیار ہے۔ نیز در پردہ شریعت پر نقص کا الزام لگاتا ہے کہ ابھی شریعت مکمل نہیں بلکہ میرے اضافہ کی ضرورت ہے اوراس کا سخت جرم ہونا ظاہر ہے۔ اب لوگ اس راز کو تو سمجھتے نہیں خواہ مخواہ علماء سے جھگڑتے ہیں کہ فاتحہ اور مولود میں کیا خرابی ہے یہ تو اچھا کام ہے پھر اس سے کیوں منع کرتے ہو۔ اس کا حقیقی جواب یہی ہے کہ جن قیود کے ساتھ تم ان افعال میں ثواب کے قائل ہو شریعت نے ان قیود پر ثواب نہیں بیان کیا مگر عوام اس کو کیا سمجھیں۔ اس لئے میں ان لوگوں سے الزامی گفتگو کیا کرتا ہوں۔

چنانچہ ایک صاحب مجھ سے کہنے لگے کہ گاؤں میں جمعہ کیوں نہیں ہوتا میں نے کہا پہلے آپ یہ بتلائیں کہ بمبئی میں حج کیوں نہیں ہوتا۔ بس خاموش ہو گئے۔

اسی طرح ایک گاؤں والے نے مجھ سے پوچھا کہ فاتحہ دینا کیسا ہے میں نے کہا میاں تم نے کبھی لکڑیاں بھی اللہ واسطے دی ہیں؟ کہا جی ہاں؛ میں نے کہا تم نے کپڑا بھی دیا ہے کہا ہاں؛ میں نے کہا پھر اس پر فاتحہ پڑھی تھی کہا نہیں۔ میں نے کہا پھر کھانے پر ہی فاتحہ کیوں پڑھتے ہو؟ تو وہ گاؤں والا کہنے لگا کہ جی ہاں بس یہ تو فضول سی بات ہے۔ میں نے کہا ہاں خود سمجھ لو۔ اگر ثواب ہی پہنچانا ہے تو فاتحہ الگ پڑھ دو' کھانا الگ دے دو۔ دونوں میں جوڑ لگانے کی کیا ضرورت ہے گاؤں والے سمجھنے کے بعد حجتیں نہیں نکالتے کیونکہ ان کی طبائع میں سلامتی ہوتی ہے۔

اس طرح ایک صاحب نے فاتحہ کے متعلق مجھ سے سوال کیا تو میں نے کہا کہ آپ پوری دیگ پر فاتحہ کیوں نہیں پڑھتے؟ پلاؤ کی دیگ میں صرف ایک طباق میں کھانا رکھ کر اسی پر کیوں پڑھتے ہو؟ کیا اللہ تعالیٰ کو نمونہ دکھلاتے ہو۔ اور ایک شخص کو میں نے یہ جواب دیا کہ بتلاؤ ثواب پہنچانا ہے پکانے کا یا کھلانے کا؟ کہا ثواب تو کھلانے کا ہوتا ہے۔ میں نے کہا پھر کھلانے کے بعد فاتحہ پڑھ دینا اور ثواب پہنچا دینا۔

یہ چند نمونے میں نے بتلا دیئے ہیں کہ اہل بدعت کو الزامی جواب اس طرح دینے چاہئیں۔ کیونکہ وہ حقیقت کو سمجھنا نہیں چاہتے یا سمجھ نہیں سکتے۔ ہاں اگر کوئی فہیم ہو تو اس کو حقیقت بھی بتلا دی جائے۔

ایک بات اور سمجھ لینا چاہئے وہ یہ کہ احداث فی الدّین اور شئے ہے اور احداث للدّین اور شے ہے ۔ یعنی ایک تو یہ صورت ہے کہ نئی بات کو دین میں داخل کیا جائے یہ تو بدعت محرمہ ہے ۔ ایک صورت یہ ہے کہ نئی بات دین کی حفاظت وغیرہ کے لئے ایجاد کی جائے ۔ جیسے ہر زمانہ کے اسلحہ جات نئے نئے ایجاد ہوتے رہتے ہیں کیونکہ پرانا اسلحہ آجکل کارآمد نہیں یا دین کی حفاظت کے لئے مدارس وغیرہ قائم کئے جاتے ہیں ۔ یہ بدعت نہیں کیونکہ ان کو دین میں داخل کر کے جزو دین نہیں بنایا گیا بخلاف مولود فاتحہ وغیرہ کے کہ ان کو دین میں داخل کیا جاتا اور دین کا جزو سمجھا جاتا ہے ۔ یہ سب بدعات ہیں خوب سمجھ لو ۔
(الاجر النبیل ملحقہ فضائل صبر وشکر ص ۵۵۴ و ۵۵۵)

بدعتی سے خوارق کا صدور ہوسکتا ہے

ایک دوسری حکایت میں نے نصاب الاحتساب کے مصنف قاضی ضیاء الدین سنامی کی ایک بزرگ سے سنی ہے جو الٰہ آباد میں مجھ سے ملے ہیں وہ اپنے کسی بزرگ کی کتاب سے نقل کرتے تھے اور وہ ایسے بزرگ تھے جن سے حضرت خضر علیہ السلام ملا کرتے تھے اُن کے یہاں ایک کتاب پر حضرت خضر علیہ السلام کے ہاتھ کی ف لکھی ہوئی ہے شاید انہوں نے حاشیہ کے طور پر کوئی فائدہ لکھنا چاہا تھا ۔ مگر ف لکھ کر آگے نہیں لکھ سکے وہ کتاب تبرک کے طور پر ان کے کتب خانہ میں رکھی ہوئی ہے ان واقعات پر جزم تو نہیں کیا جا سکتا مگر تکذیب کی بھی کوئی حد نہیں کہ میرے نزدیک راوی غیر معتبر نہیں ہے تو ان بزرگ سے کسی نے سماع کی بابت سوال کیا تھا کہ اس میں آپ کا فیصلہ کیا ہے یہ جائز ہے یا نہیں ؟ تو انھوں نے جواب دیا کہ عزیز من تم نے ایسی بات کا سوال کیا ہے جس کا فیصلہ کرنا ہمارا تمہارا کام نہیں ۔ بس میں بجائے جواب کے تم کو ایک حکایت سناتا ہوں ۔ وہ یہ کہ قاضی ضیاء الدین سنامی حضرت سلطان الاولیاء سلطان نظام الدین کے ہم اثر ہیں سلطان جی صاحب سماع تھے سنامی ان کو سماع سے منع کرتے تھے ایک بار قاضی صاحب کو معلوم ہوا کہ سلطان جی کے یہاں سماع ہو رہا ہے تو وہ اپنی فوج کو ساتھ لے کر روکنے آئے یہاں پہنچ کر دیکھا تو ایک بڑا شامیانہ قائم تھا اور اس کے اندر سلطان جی کی جماعت کا اس قدر ہجوم تھا کہ قاضی صاحب کو اندر جانے کی جگہ نہ ملی تو انھوں نے حکم دیا کہ خیمہ کی طنابیں کاٹ دو تا کہ مجمع منتشر ہو جائے فوج نے خیمہ کی طنابیں کاٹ دیں مگر خیمہ اسی طرح ہوا پر معلق رہا گرا نہیں قاضی صاحب نے اپنی جماعت سے فرمایا کہ اس سے دھوکہ نہ کھانا بدعتی

سے خوارق کا صدور ہوسکتا ہے اور یہ موجب قبول نہیں اس وقت تو وہ واپس ہو گئے دوسرے وقت حضرت سلطان جی کے مکان پر گئے اور فرمایا کہ تم سماع سے توبہ نہ کرو گے۔ سلطان جی نے فرمایا اچھا اگر ہم حضورﷺ سے پچھوا دیں جب تو تم منع نہ کرو گے کہا اچھا پچھوا دو۔ قاضی صاحب کو سلطان جی کی بزرگی کا علم تھا جانتے تھے کہ حضورﷺ کی زیارت کرا سکتے ہیں اس لئے سوچا کہ اس دولت کو کیوں چھوڑوں چنانچہ سلطان جی نے ان کی طرف توجہ کی تو ان کو حضورﷺ کی روحانیت مکشوف ہوئی کہ حضورﷺ ان سے فرما رہے ہیں کہ فقیر کو تنگ کرتے ہو سنائی نے عرض کی یا رسول اللہﷺ مجھے کچھ خبر نہیں کہ میں کس حال میں ہوں جاگ رہا ہوں یا سو رہا ہوں اور صحیح طور پر سن رہا ہوں اور سمجھ رہا ہوں یا مدہوش ہوں اور حضورﷺ کے جو ارشادات حضرات صحابہ نے بحالت یقظہ آپﷺ سے سن کر بیان فرماتے ہیں۔ وہ اس ارشاد سے اولی واقدم ہیں جو میں اس وقت سن رہا ہوں اس پر حضورﷺ نے تبسم فرمایا اور یہ حالت ختم ہو گئی۔ تو سلطان جی نے فرمایا کہ دیکھا حضور نے کیا فرمایا؟ قاضی صاحب نے کہا اور دیکھا ہم نے کیا عرض کیا۔ پھر سلطان جی نے قاضی صاحب کے سامنے ہی منشد کو یعنی قوال کو اشارہ کیا اس نے سماع شروع کیا۔ قاضی صاحب بھی بیٹھے رہے کہ اس بدعت کو یہیں بیٹھ کر توڑوں گا۔ قوال نے کوئی شعر پڑھا۔ سلطان جی کو وجد ہوا اور وہ کھڑے ہو گئے۔ قاضی صاحب نے اس دفعہ بھی ان کو بٹھلا دیا تھوڑی دیر میں غلبہ وجد سے سلطان جی پھر کھڑے ہوئے اور قاضی صاحب نے اس دفعہ بھی ان کو بٹھلا دیا تیسری دفعہ سلطان جی پھر کھڑے ہوئے اس دفعہ قاضی صاحب ہاتھ باندھ کر سلطان جی کے سامنے کھڑے ہو گئے۔ اس پر قاضی صاحب کی جماعت کو بڑی حیرت ہوئی کہ یہ کیا ہونے لگا۔ سب کا خیال ہوا کہ بس اب آئندہ قاضی صاحب سلطان جی کو سماع سے منع نہ کریں گے مگر جب مجلس سماع ختم ہوئی تو قاضی صاحب یہ کہہ کر اٹھے اچھا میں پھر کبھی آؤں گا اور تم کو اس بدعت سے روکوں گا واپسی کے وقت قاضی صاحب کی جماعت نے ان سے پوچھا کہ یہ کیا بات تھی کہ تیسری دفعہ میں آپ سلطان جی کے سامنے ہاتھ باندھ کر کھڑے ہو گئے فرمایا بات یہ ہے کہ سلطان جی کو پہلی بار جو وجد ہوا تو ان کی روح آسمان اول تک پہونچی یہاں تک میری بھی رسائی تھی میں ان کو وہاں سے واپس لے آیا۔ اور بٹھا دیا۔ دوسری بار جو وجد ہوا تو ان کی روح عرش کے نیچے پہونچی یہاں تک بھی میری رسائی تھی میں وہاں سے بھی ان کو واپس لے آیا۔ تیسری بار جو وجد ہوا تو ان کی روح فوق العرش پر پہنچی میں نے چاہا کہ وہاں سے بھی واپس لاؤں کہ ملائکہ عرش نے مجھے روک دیا کہ عرش کے اوپر نظام الدین ہی جا سکتے ہیں تم نہیں جا

سکتے۔
(اس وقت مجمع کی عجیب حالت تھی)اور اس وقت مجھے عرش کی تجلیاں تک نظر آئیں میں ان تجلیات کے سامنے دست بستہ کھڑا ہو گیا تھا۔اس بدعتی کے سامنے تھوڑا ہی دست بستہ ہوا تھا وہ چاہے عرش سے اوپر پہونچ جائے مگر اس بدعت سے پھر بھی اس کو منع کروں گا۔وہ بھی بڑے پکے تھے کہ سلطان جی کے مقامات سے بھی واقف تھے اور خود بھی صاحب مقامات تھے اور جانتے تھے کہ سلطان جی کا مقام مجھ سے اعلیٰ وارفع ہے مگر بایں ہمہ بدعت ہی سمجھتے ہیں۔یہ بڑا کمال ہے ورنہ ناقص تو ایسے وقت دھوکہ میں آجائے اور بدعت کے بدعت ہونے میں تامل کرنے لگے گا قاضی صاحب کو اس پر بھی تامل نہیں ہوا یہ ان کے کمال کی دلیل تھی۔واقعی ایسے ہی صاحب کمال کو سلطان جی جیسے پر احتساب کا حق بھی تھا۔

پھر اتفاق ایسا ہوا کہ قاضی صاحب کا وقت وصال سلطان جی سے پہلے آیا سلطان جی ان کی عیادت کو آئے اور دروازہ پر پہنچ کر اجازت مانگی۔قاضی صاحب نے فرمایا کہ سلطان جی سے کہہ دو کہ یہ وقت وصال حق کا وقت ہے اس وقت میں بدعتی کا چہرہ نہیں دیکھنا چاہتا۔سلطان جی نے جواب دیا کہ قاضی صاحب سے عرض کرو کہ وہ بدعتی ایسا بے ادب نہیں کہ بارگاہ سنت میں بدعت سے ملوث ہو کر آتا وہ حضرت والا کے مزاج سے واقف ہے اور آپ کے مذاق کی پوری رعایت کر کے حاضر ہوا ہے میں اس بدعت سے توبہ کر کے حاضر ہوا ہوں۔اس پر مجمع گویا ذبح ہو گیا تھا۔یہ جواب سن کر قاضی صاحب پر حالت طاری ہو گئی اور آبدیدہ ہو کر اپنا عمامہ سر سے اتار کر خادم کو دے دیا کہ سلطان جی سے کہو کہ اس عمامہ پر پاؤں رکھتے ہوئے تشریف لائیں۔بس ان میں یہی ایک کسر تھی جو جاتی رہی باقی ان کے مقامات عالیہ اور کمالات سے میں ناواقف نہیں ہوں۔

؎ گر بر سر و چشم من نشینی ناز ت بکشم کہ نازنینی

''گر تو میرے سر اور آنکھوں پر بیٹھے تو تیرا آنا اٹھاؤں اس لئے کہ تو نازنین ہے۔''

خادم قاضی صاحب کا عمامہ لے کر سلطان جی کے پاس حاضر ہوا تو آپ نے عمامہ کو سر پر رکھ لیا کہ یہ عمامہ شریعت ہے میں اس کو اپنے سر پر رکھ کر حاضر ہوں گا چنانچہ تشریف لائے اور قاضی صاحب نے فرمایا۔

؎ آنانکہ خاک را بنظر کیمیا کنند آیا بود کہ گوشہ چشمے بما کنند

''وہ گوشہ جو تیری خاک ہے مٹی کو کیمیا بناتے ہیں کیا وہاں ہماری جانب رسائی ہے''۔

حضرت اب میرا آخری وقت ہے اللہ تعالیٰ میرے اوپر توجہ فرمائے ۔ چنانچہ حضرت سلطان جی نے توجہ شروع کی اور ایسی توجہ کی کہ قاضی صاحب کی روح نہایت فرح وشادمانی کے ساتھ عالم بالا کو پرواز کرگئی ۔ حضرت قاضی صاحب کا وصال ہوگیا تو سلطان جی روتے تھے اور فرماتے تھے کہ افسوس شریعت کا ستون گر گیا ۔ اس حکایت کو ذکر کر کے وہ بزرگ فرماتے ہیں کہ بھائی نہ میں نظام الدین ہوں کہ اجازت دوں نہ ضیاء الدین ہوں جو منع کروں ۔ یہ حکایت میں نے اخبار الاخبار میں بھی دیکھی ہے مگر مختصر ۔ (حدود وقیود ص ۷۵ تا ۷۸)

بدعتی کی مدارات جائز ہے؟

ایک صاحب نے سوال کیا کہ حدیث میں من وقر صاحب بدعة فقد اعان علیٰ هدم الاسلام آیا ہے اور اکثر مبتدعین میں اہل جاہ کی توقیر کرنی پڑتی ہے؟ جواب دیا کہ یہ توقیر نہیں ہے بلکہ مدارات ہے جس میں دینی مصلحت ہے یا دنیوی مفسدہ کا دفع ہے ۔ حدیث میں حضور ﷺ کا ایک شخص کی نسبت بئس اخوالعشیر ، فرمانا اور پھر حاضری کے وقت الان له القول ، کی حکایت اور حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کے جواب میں انّ من اشر الناس من ترکه الناس اتقاء فحشه فرمانا اس کی دلیل ہے ۔ (مقالات حکمت ، ج ۱، ص ۲۱۰)

اپنی طرف سے کسی دن کو یوم العید یا یوم الحزن بنانا جائز نہیں

۱۸ ربیع الاول ۱۳۳۱ھ کو فرمایا کہ نکتہ الہامیہ کے طور پر ایک بات لکھ لو ۔ وہ یہ کہ جناب رسول مقبول ﷺ کا یوم ولادت اور یوم وفات علی المشہور اور شہر ولادت اور شہر وفات بالاتفاق ایک ہے ۔ اس اتحاد سے ایک مسئلہ شرعیہ کی تائید ہوتی ہے اور وہ مسئلہ یہ ہے کہ اپنی تجویز سے کسی دن کو یوم العید بنانا یا کسی دن کو یوم الحزن بنانا جائز نہیں جب تک کہ شریعت ہی نے کسی دن کو یوم العید یا یوم الحزن نہ قرار دیا ہو ۔ تو اس کی تائید اس طرح ہوتی ہے کہ سب سے بڑی خوشی حضور ﷺ کی ولادت ہے اور سب سے بڑا حزن یوم الوفات ہے ، تو عجب نہیں کہ ان دونوں واقعوں کے ایک ہی زمانے میں واقع کرنے میں یہ مصلحت ہو کہ اگر ولادت کی وجہ سے اس دن کو یوم العید بنانا چاہیں تو وفات کا خیال مانع ہو اور اگر وفات کی وجہ سے یوم الحزن بنانا

چاہیں تو خیال ولادت مانع ہو، اور فرمایا کہ گو یہ دلیل کے مرتبے میں نہ ہو لیکن مسئلہ کے ثابت بالدّلیل ہونے کے بعد اس نکتے سے اس دلیل کی اعلیٰ درجہ کی تائید ہوتی ہے۔
(مقالات حکمت، ج ۲، ص ۱۶۸ و ۱۶۹)

بدعتیوں کی عبادت کی عجیب مثال

عرفی ادب جو حدود سے متجاوز ہو، حضرت اقدس کو بڑی اذیت ہوتی تھی۔ فرمایا کہ یہ ادب ایسا ہے جیسا کہ بدعتیوں کی عبادت، کہ وہ صورت میں تو عبادت ہے اور بہ نیت عبادت ہی کی جاتی ہے، لیکن چونکہ اس میں غلو اور حدود سے تجاوز ہے اس لئے وہ مقبول نہیں، موجب گرفت ہے۔

(فیوض الرحمٰن، حصہ دوم، ص ۳۵)

مسئلہ مولود میں ایک باریک بات

فرمایا کہ مسئلہ مولود میں ایک باریک بات ہے جو عوام کے سامنے ذکر کرنے کی نہیں ہے، اور وہ یہ ہے کہ لوگ اس کو تعبد سمجھ کر کرتے ہیں اور اس کے واسطے نقل کی ضرورت ہے اور نقل ابھی تک نہیں ملی اور مانعین کی اسی پر نظر ہے اور عام لوگ اس کو نہیں سمجھتے، اسی لئے ان کو یہ معلوم ہوتا ہے کہ یہ ذکر رسول ﷺ سے منع کرتے ہیں۔ اور یہ بھی فرمایا کہ جیسے کوئی شخص یوں کہے کہ محمد (ﷺ) تو اب یہ بات معلوم کرنے کی ہے کہ یہ عبادت ہے یا نہیں؟ سو اس کے واسطے نقل نہیں ہے۔ (مزید المجید ملفوظ نمبر ۴۲)

حد سے زیادہ تعظیم کرنا بدعت ہے

ایک دن حضرت کی مجلس میں لوگ دور دور بیٹھے ہوئے تھے، آنے جانے والوں کو تکلیف ہوتی تھی۔ اس پر فرمایا، سب صاحب قریب مل کر بیٹھ جائیں۔ افسوس! میں روز کہتا ہوں کوئی خیال نہیں کرتا، یہ بھی فرمایا کہ اس قدر تعظیم کرنا بدعت ہے۔ (مزید المجید ملفوظ ۸۲)

کسی مبتدع کا غلو

چند سائلین نے دریافت کیا کہ ۷۲ فرقہ جن کی نسبت حضور ﷺ کا ارشاد: كُلُّهُمْ فِي

النَّارِ اِلَّا اُمَّةً وَّاحِدَاةً. اس کے کیا معنی ہیں؟ وجہ اشکال کی یہ تھی کہ اگر فی النار کا یہ مطلب ہے کہ ابد کے لئے ہو جاویں تو کفار میں اور ان میں کیا فرق ہوا؟ حالانکہ یہ سب فرقے اہل اسلام ہی کے ہیں، پھر اہل سنت کے استثناء کے کیا معنی؟ جواب دیا کہ یہ لوگ ابد کے لئے نہ جاویں گے بلکہ بعد سزا سب کی نجات ہو گی۔ یعنی جن کو ایمان وتصدیق قلبی حاصل ہے ان کو نجات ہو گی، گو ۷۲ فرقہ میں سے ہو۔ اور تخصیص ان بہتّر (۷۲) کی اس اعتبار سے ہے کہ ان کو عقائد فاسدہ پر بھی عذاب ہو گا۔ جس میں اہل سنت شریک نہیں اور اعمال پر سزا ہونے میں سب شریک ہیں اور تصدیق کی قید اس لئے لگائی کہ اگر کسی مبتدع کو ایسا غلو ہو جاوے کہ وہ حد ایمان ہی سے خارج ہو جاوے تو وہ اسلام ہی سے خارج ہے۔ اس کی ابدیت ناریت میں کوئی اشکال نہیں۔ بعض نے دریافت کیا کہ کیا رنڈیوں کو بھی نجات ہے؟ فرمایا ہاں نجات ہے، کیونکہ ایمان وتصدیق قلبی تو ہے گو معصیت میں مبتلا ہیں۔ (مقالات حکمت، ص ۶۱، ۶۲)

مبتدعین قرآن وحدیث میں تاویل کرتے ہیں

فرمایا کہ مبتدعین کافر نہیں ہیں۔ قرآن و حدیث میں تاویل کرتے ہیں تکذیب نہیں کرتے، تکذیب سے کفر لازم آتا ہے، تاویل سے نہیں لازم آتا، مگر اس میں اتنی اور شرط ہے کہ وہ تاویل ضروریات دین میں نہ ہو۔

(مقالات حکمت ج ۱، ص ۶۲)

تدابیر باطنی بدعت نہیں

فرمایا یہ غیر مقلّد ہر بات کو بدعت کہتے ہیں خصوص طریق کے اندر جن چیزوں کا درجہ محض تدابیر کا ہے ان کو بھی بدعت کہتے ہیں حضرت مولانا محمد قاسم صاحبؒ نے ایسی چیزوں کی ایک عجیب مثال دی تھی کہ ایک طبیب نے نسخہ میں شربت بزوری لکھا ایک موقع تو ایسا ہے کہ وہاں شربت بزوری بنا بنایا ملتا ہے وہ لا کر استعمال کرے گا اور ایک موقع ایسا ہے کہ وہاں بنا بنایا نہیں ملتا تو وہ نسخہ کے اجزاء خرید لایا چولھا بنایا، دیگچی لی آگ جلائی اب اگر اس کو کوئی بدعت کہے کہ طبیب کی تجویز پر زیادت کی۔ اسی طرح دین کے متعلق کسی چیز کی ایجاد کی دو قسمیں ہیں۔

۱۔ احداث فی الدّین

۲۔ احداث للدّین

اول بدعت ہے اور دوسری قسم کسی مامور بہ کی تحصیل و تکمیل کی تدبیر ہے خود مقصود بالذات نہیں لہٰذا بدعت نہیں ۔سو طریق میں جو ایسی چیزیں ہیں یہ سو تدابیر کے درجہ میں ہیں سو اگر طبیب جسمانی کی تدابیر کو بدعت کہا جائے تو یہ بھی بدعت کہلائی جا سکتی ہیں ورنہ نہیں ۔
(الافاضات الیومیہ ج ۶ ص ۱۵۳، ۱۵۴)

بدعتی کون ہے

کسی میں بدعت ہونے کے لئے یہ ضروری تھوڑا ہی ہے کہ اس میں ساری ہی باتیں بدعت کی ہوں جیسے کفر کے لئے ایک بات بھی کافی ہے کیا کفر کی ایک ایک بات کرنے سے کافر نہ ہوگا اسی طرح ایک بات بدعت کی کرنے سے بھی بدعتی ہوگا۔
(الافاضات الیومیہ ج ۸ ص ۳۵)

بدعات سے عقل ظلمانی ہو جاتی ہے

ایک سلسلہ ذکر میں فرمایا کہ بدعات میں یہ اثر ہے کہ اس سے ظلمت پیدا ہوتی ہے عقل بالکل ظلمانی ہو جاتی ہے اس لئے اھلِ حق پر اعتراضات بے بنیاد کیا کرتے ہیں میرے ایک دوست مولوی صاحب سے کسی بدعتی نے کہا کہ تم جو مولد میں جناب رسول اللہ ﷺ کے ذکر مبارک کو کھڑے ہو کر کرنے سے منع کرتے ہو تو ذکرِ رسول اللہ کی تعظیم سے منع کرتے ہو مولوی صاحب خوب ہی جواب دیا ۔کہا نہیں ہم ذکرِ رسول کی تعظیم سے منع نہیں کرتے بلکہ ذکر اللہ کی بے تعظیمی سے منع کرتے ہیں کیونکہ اگر کھڑے ہو کر ذکر کرنا تعظیم ہے تو پھر حق تعالیٰ کا ذکر کیوں بیٹھ کر کرتے ہو وہ بھی کھڑے ہو کر کیا کرو ہم قیام مولد سے بھی منع نہیں کریں گے عجیب ہی جواب دیا۔
(الافاضات الیومیہ ج ۸ ص ۲۹۳)

بدعت اور خارش میں مناسبت

ایک سلسلہ گفتگو میں فرمایا کہ ایک زمانے میں مجھ پر پریشانی کا بے حد غلبہ تھا اس وقت الضریق ھشت بکل حشیش (ڈوبنے والا ہر تنکا کو کافی سمجھتا ہے) کی بناء پر میں بغرض معالجہ ایک صاحب کیفیت مگر صاحب بدعت درویش کی خدمت میں خذما صفا ودع ما کدر (اچھی بات کو لے لو بری بات کو چھوڑ دو) کو پیش نظر رکھ کر بیٹھتا تھا۔

ایک روز حضرت حاجی صاحب رحمۃ اللہ علیہ (سید الطائفہ حضرت حاجی امداد اللہ صاحب مہاجر مکیؒ) کی زیارت سے خواب میں مشرف ہوا۔ مجھ کو اس درویش کے پاس بیٹھنے سے منع فرماتے ہیں کہ ان کے پاس مت بیٹھا کرو ورنہ خارش ہو جائے گی۔
مفسرین کی اصطلاح میں خارش اور جذام کی تعبیر بدعت ہے۔ اس کے بعد میں نے ان کی صحبت چھوڑ دی۔ خارش اور بدعت میں وجہ مناسبت یہ ہے کہ جیسے خارش میں تکلیف بھی ہے اور مزہ بھی، پہلے مزہ اور بعد میں سوزش، ایسے ہی بدعت میں مزا بھی اور تکلیف بھی اور پہلے مزا پھر بعد میں جو تکلیف کہ آخرت میں محسوس ہوگی۔ اور بدعت گناہوں سے بھی بدتر ہے، کیونکہ گناہ کو گناہ تو سمجھ کر کرتا ہے اور بدعت کو دین سمجھ کر کرتا ہے۔ اس لئے یہ بڑی خطرناک چیز ہے۔ اللہ تعالیٰ محفوظ رکھے۔

(الافاضات الیومیہ ج ۸ ص ۱۴۱، ۱۴۲)

بدعت ظاہری و باطنی

فرمایا کہ جیسے عقائد و اعمال کی زیادت علی الحدود بدعت ظاہری ہے ایسے ہی احوال کی زیادت بھی بدعت باطنی ہے۔ مثلاً غیر اختیاری امور کے درپے ہونا اور افراط کیساتھ تمنا کرنا۔
(کمالات اشرفیہ ص ۱۴۱)

دوزخی زیور

ایک سلسلہ گفتگو میں ایک مولوی صاحب نے عرض کیا کہ بیعت کے وقت طالب سے یہ بدعتی لوگ یہ شرط کرتے ہیں کہ بہشتی زیور نہ دیکھنا۔ فرمایا کہ یہ شرط ان کی حالت کے بالکل مناسب ہے، وہ تو دوزخی زیور کے مستحق ہیں ان کو بہشتی زیور سے کیا تعلق؟ پھر فرمایا کہ یہ لوگ ایسے بے عقل ہیں کہ یہ بہشتی زیور پر اعتراض کرتے ہیں حالانکہ اس میں درمختار، شامی وغیرہ کے مسائل ہیں جن کو وہ مانتے ہیں۔ (بہشتی زیور ج ۴ ص ۷۷)

بدعت کے مذموم ہونے کا بیّن ثبوت

ایک مولوی صاحب کے سوال کے جواب میں فرمایا کہ بدعت نہایت ہی مذموم چیز ہے۔ ابن عمر رضی اللہ عنہ نے ایک شخص کو ایک عجیب جواب دیا تھا، اس شخص کو چھینک آئی

بجائے الحمدللہ کے اس نے کہا السلام علیکم۔ابن عمر رضی اللہ عنہما نے فرمایا کہ تجھے بھی سلام تیری ماں کو بھی سلام۔اس نے برا مانا۔

پس مقصود تعلیم دینا تھا کہ بے محل شرعی سلام کرنا ایسا ہی برا ہے جیسا تمھارے سلام کے جواب میں ماں کو شامل کر لینا بے محل ہونے کی وجہ سے بُرا سمجھا گیا۔اس میں بعض لوگوں نے ایک نکتہ نکالا ہے کہ ماں کا ذکر اس لئے کیا کہ اس نے تجھے ایسی تعلیم کی،یہ بطور طعن کے تھا یہ بڑے جلیل القدر صحابی ہیں بڑے ہی متبع سنت ہیں یہاں تک کہ سفر میں جہاں حضور ﷺ نے نماز بڑھی وہاں یہ بھی نماز پڑھتے تھے۔

(الافاضات الیومیہ ج۴ص ۲۷۷)

بدعتی اور کافر کے اکرام کا فرق

فرمایا کہ کافر کے اکرام میں مفسدہ نہیں ہے بدعتی کے اکرام میں مفسدہ ہے۔

(کمالات اشرفیہ ص ۱۰۷)

(حصہ اول ملفوظات ختم ہوا)

☆☆☆☆☆

حقیقت بدعت اور احکام و مسائل

(حصّہ دوم)

فتاویٰ کی روشنی میں

☆☆☆☆☆☆☆

ناشر

ادارہ اسلامیات ۔لاہور۔ کراچی

کتاب البدعات

محفل مولود شریف

سوال: مولود شریف ایک محفل آرائش میں پڑھنا اور کھڑا ہونا درست ہے یا نہیں' اور اس طرح پڑھا جاوے کہ کبھی کچھ بیان بعبارت نثر اور کبھی چند اشعار نعت بعبارت نظم پڑھی جاویں یہ بھی جائز ہے یا نہیں اور ثواب ہے یا بدعت' مفصل تحریر فرماویں؟

الجواب: ذکر ولادت شریف نبوی ﷺ مثل دیگر از کار خیر کے ثواب اور افضل ہے اگر بدعات اور قبائح سے خالی ہو اس سے بہتر کیا ہے' قال الشاعر ؎

وذکرک للمشتاق خیر شراب   وکل شراب دونہ کسراب

البتہ جیسا ہمارے زمانہ میں قیودات و شنائع کے ساتھ مروج ہے اس طرح بے شک بدعت ہے' اور بوجوہ ذیل نا جائز' اولاً یہ کہ اکثر مولود خواں جاہل ہوتے ہیں اور روایتیں اکثر غلط اور موضوع بیان کرتے ہیں اور سب قاری و سامعین تحت وعید من کذب علی متعمدًا فلیتبوأ مقعدہ من النار 'الحدیث داخل ہوتے ہیں ثانیًا۔ یہ کہ اہتمام اس کا مثل اہتمام ضروریات دین کے بلکہ زیادہ کرتے ہیں کہیں قالین و فروش کہیں چوکی و مسند کہیں شامیانہ کہیں گلاب پاش کہیں شیرینی کہیں قندیل و فانوس جھاڑ' چمنی' گلاس' کہیں لوبان سلگانا اور بہت سے امور غیر ضروریہ کو ضروری سمجھتے ہیں اور بغیر ان سامانوں کے مولود کرنے کو خالی پھیکا سمجھتے ہیں ان چیزوں میں ناحق اسراف بیجا ہوتا ہے اِنَّ الْمُبَذِّرِیْنَ کَانُوْا اِخْوَانَ الشَّیَاطِیْنِ' الآیۃ ثالثًا۔ یہ کہ تعیین و تقیید روز ولادت کو ضروری سمجھتے ہیں کہ اور کسی دن مولود میں فضیلت نہیں ہے' غیر مقید کو مقید سمجھنا اور غیر ضروری کو ضروری جاننا بدعات قبیحہ سے ہے ۔ وَرَهْبَانِيَّةَ نِ ابْتَدَعُوْ هَا مَا كَتَبْنَا هَا عَلَيْهِمْ. رابعاً۔ یہ کہ اکثر اہل محفل اہل بدعت یا فساق و فجار ہوتے ہیں، ان کے ساتھ ناحق مساہلۃ و مداہنت کرنی پڑتی ہے اور بلکہ ان کی تعظیم کرتے ہیں ۔ 'قال اللہ تعالیٰ فَلاَ تَقْعُدْ بَعْدَ الذِّكْرٰى مَعَ الْقَوْمِ الظَّالِمِيْنَ 'عن ابراھیم بن میسرۃؓ قال

قال رسول اللہصلے اللہعلیہ وسلم من و قر صاحب بدعة فقد اعان علیٰ هدم الاسلام ‘رواہ البیهقی فی شعب الایمان مرسلًا. خامسًا۔ یہ کہ اکثر اشعار نعت تصنیف جاہلوں کے ہوتے ہیں‘ کہیں اس میں تو غل شانِ نبوی ہوتا ہے‘ کہیں اور انبیاء اور ملائکہ کی نسبت بے ادبی ہوتی ہے.قا ل علیه الصلوة والسلام لا تطرونی کما اطرت النصاریٰ الحدیث و قال عم لا تخیرونی علیٰ موسیٰؑ وقال ما ینبغی لعبدان یقول انی خیرمن یونس بن متیٰ و قال لا تفضلو ا بین انبیاء الله الحدیث ای تفضیلًا یؤدی الی تحقیر بعض.

سادسًا۔وقت ذکر ولادت کے کھڑے ہوتے ہیں پھر اس میں بعض کا عقیدہ تو یہ ہے کہ جناب رسول اللہ ﷺ اس وقت تشریف رکھتے ہیں‘ یہ تو بالکل شرک ہے اگر علم یا قدرت بالذات کا عقیدہ ہو ورنہ کذب وافتراء علی اللہ والرسول ہے اور بعض کہتے ہیں ہم واسطے تعظیم ملائکہ کے جو کہ اس وقت موجود ہیں کھڑے ہوتے ہیں یہ بھی جہل ہے اول تو ملائکہ ہر وقت آدمی کے ساتھ رہتے ہیں محفل ذکر کی کیا تخصیص ہے۔اور اگر محفل ذکر ہی کی تخصیص ہے تو محفل ذکر ولادت کی کیا تخصیص ہے ؟اور اگر اس کی بھی تخصیص ہے تو خاص وقت ذکر ولادت کی کیا تخصیص ہے کہ اسی وقت ملائکہ کی تعظیم ہو اور دوسرے وقت نہ ہو۔اور اگر محض تعظیم ذکر کے لئے کھڑے ہوتے ہوں تو اگر سوا اس محفل کے اور کسی جگہ کوئی ذکر کرے کہ حضرت ﷺ پیدا ہوئے تو کیوں نہیں کھڑے ہوتے ؟(۱) معلوم ہوا کہ یہ بھی ایک حرکت لغو وبیہودہ ہے۔

سابعاً۔ یہ کہ ان امور پر اصرار کرتے ہیں اور منع کرنے والوں سے جھگڑتے ہیں اور عداوت کرتے ہیں۔اور اصرار معصیت پر سخت معصیت ہے۔پس بوجوہ مذکورۃ الصدر نہ کرنا ہی اس کا

---

(۱) بعض لوگ اس کا جواب یوں دیا کرتے ہیں کہ چونکہ بار بار کھڑے ہونے میں حرج ہے اس لئے ہمیشہ ضروری نہیں۔قال تعالےٰ:وما جعل علیکم فی الدین من حرج ۔جیسے آنحضرت ﷺ کا نام کئی بار سنیں تو ہر بار درود پڑھنا ضروری نہیں ایک بار کافی ہے فقط۔اور یہ جواب بالکل مغالطہ ہے۔کیونکہ اگر اس کو تسلیم بھی کیا جاوے جب بھی ہر مجلس میں ایک بار تو ضرور کھڑا ہونا چاہئے۔جو پھر اسی مجلس میں دوبارہ ذکر ہو تو حرج سمجھ کر چاہیں پھر نہ کھڑے ہوا کریں۔جیسے حضرت ﷺ کا نام سن کر ایک مرتبہ درود ضروری ہے پھر اختیار ہے۔پس ہمارا اعتراض پھر باقی رہا‘ کیونکہ ہر مجلس میں ایک بار بھی کوئی کھڑا نہیں ہوتا،

ع ولن یصلح العطار ما افسده الدهر ۱۲ منہ

بہتر ہے۔(۱) ہاں اگر بصورت مجلس وعظ کے خالی ان لغویات سے ہو کچھ حرج نہیں۔(۲) اور حیرت ہے کہ یہ لوگ محبت نبوی ﷺ کا دعویٰ کرتے ہیں اور پھر ان بدعات کے مرتکب ہوتے ہیں۔محبت کو تو اطاعت لازم ہے۔قال ابن مبارکؒ:

تعصی الا له وانت تظهر حبه ہذا العمری فی الفعال بدیع
لو کان حبك صادقاًلاطاعته ان المحب لمن یحب مطیع

واللہ اعلم اللّٰهم وفقنا لما تحب وترضاه ۱۲ (امداد ج۴ ص۵۲)

طریق جواز خواندن احوال آنحضرت ﷺ

سوال: یہاں کے باشندے جو میلاد شریف پڑھواتے ہیں وہ ایسے ہی پڑھواتے ہیں جیسے عرفاً ہوتا ہے' غزل خواں اور امرد بعض پڑھنے والے خلاف شرع روشنی بھی ضرورت سے زائد' اگر ان کو روکا جاتا ہے تو بعض یہ جواب دیتے ہیں کہ اچھا مولانا نے جو نشر الطیب تحریر فرمائی ہے اس میں تو کچھ حرج نہیں ہے' وہ پڑھوا دیں اور رسوم غیر مشروعہ سے بھی باز رہیں گے لیکن تداعی ضرور ہو گی۔یہ لوگ بہ نسبت دوسروں کے خوش عقیدہ بھی ہیں لیکن مجھ سے پڑھوانا چاہتے ہیں اور بعض بعض اصرار بھی کرتے ہیں' میری عادت میلاد شریف پڑھنے کی نہیں ہے' بلکہ میں وعظ کہا کرتا ہوں اکثر جمعہ کو' اس کے سوا اور بھی کہیں اتفاق ہو جاتا ہے، میں اپنی نسبت دریافت کرتا ہوں کہ میں ان کے کہنے سے نشر الطیب ان کے جلسہ میں سناؤں یا نہیں' شرعاً میرا سنانا ممدوح ہے یا مذموم' سارا قصہ اس وجہ سے تحریر کر دیا تا کہ آپ کو اس کی پوری حقیقت منکشف ہو جاوے؟

الجواب: تداعی غیر اشعار کے لئے مکروہ ہے اس لئے اگر یہ صورت ہو کہ تداعی وعظ کے عنوان سے ہو مولد شریف کے نام سے نہ ہو پھر بعد اجتماع نشر الطیب بھی سنا دی جاوے اور کچھ نصائح بھی کئے جاویں اس کا مضائقہ نہیں۔

(۱۳ ربیع الثانی ۱۳۳۲ھ، تتمہ ثانیہ ص۱۳۵)

---

(۱) کیونکہ بدعات و مکروہات کے ملنے سے عبادت بھی معصیت ہو جاتی ہے۔جیسے کوئی حالت جنابت میں بوقت دوپہر کے نماز پڑھنے لگے سخت گناہ گار ہو گا حالانکہ نماز افضل عبادت ہے۔

(۲) بلکہ باعث خیر و برکت ہے۔۱۲ منہ

مکالمہ بر محاکمہ

السوال: بعد الحمد والصلوٰۃ میرے پاس ایک چھپا ہوا مضمون بصورت رسالہ ملقب بہ محاکمہ برمجالس میلاد نبوی ﷺ (جو پرچہ الفرقان محرم ۵۴ھ کے ایک مضمون رقم زدہ حکیم عبد الشکور صاحب مرزا پوری بعنوان تاریخ میلاد پر گویا ایک تنقید بشکل مشورہ ہے) بغرض جواب پہنچا، سرسری نظر سے اس کا مطالعہ کیا اس کا مصالحانہ عنوان راقم مضمون کی نیک نیتی پر شاہد عدل ہے، اگرچہ فریقین متمارین میں سے ایک فریق کی جانب اس کا میلان جو الفاظ سے ظاہر ہے اس کو عدل سے ایک درجہ میں بعید کر رہا ہے لیکن اس سے قطع نظر کر کے بھی یہ ضروری نہیں کہ ہر مصالحانہ رائے مصالحانہ بھی ہو اور بدون اصلاح کے صرف مصالحت کالعدم ہے اور اصلاح کے لئے حفظ حدود کے لئے معرفت واقعات واحکام شرط اعظم ہے۔ جس کی رسالہ مذکورہ میں کافی کمی ہے۔ اگر اس کے قبل مسئلہ کے متعلق کافی تحقیقات شائع نہ ہو چکتیں، یا میرا وقت خالی ہوتا تو زیادہ مصلحت یہی تھی کہ رسالہ کے متعلق تفصیلی گفتگو عرض کرتا، مگر دونوں شرطیں مفقود ہیں اس لئے چند مختصر معروضات ضروریہ پیش کرنے پر اکتفا کرتا ہوں۔ ان معروضات میں جن مقامات کا حوالہ ہے ان کے غائر مطالعہ سے یہ مختصر معروضات مبسوط ہو سکتی ہیں۔ مطالعہ مذکورہ کے بعد اگر کوئی سوال حل طلب رہ جائے اس کے پوچھنے کا مضائقہ نہیں، وہ معروضات یہ ہیں:

نمبر۱: رسالہ محاکمہ کا روئے سخن زیادہ تر بلکہ کل کا کل محتاطین کی طرف ہے، کیا متوسعین کا تجاوز عن الحدود مشاہد نہیں، سو کیا ان کو بھی مشورہ اعتدال کا دینا ضروری نہ تھا؟

نمبر۲: جس صورت سے صاحب رسالہ نے اس مجلس کو منعقد رکھنے کی رائے دی ہے ابتدا تو اسی طرز پر ہوئی مگر اس وقت کہاں تک نوبت پہنچی ہے جس کو بلا تامل حدود شکنی اور احکام کی خلاف ورزی کہنا صحیح ہے، تو آئندہ تجاوز نہ ہونے کا کون ذمہ دار ہے؟ تو کیا اس تجربہ کے بعد بھی احتیاط کی ضرورت نہیں۔

نمبر۳: جو مصالح اس مجلس میں اب بیان کئے جاتے ہیں کیا خیر القرون میں ان مصالح کی ضرورت نہ تھی، پھر ان حضرات نے اس کا اہتمام کیوں نہیں فرمایا؟ اور اس وقت جس طرز پر اس ذکر شریف کا معمول ہے کیا اس طرز پر اس وقت عمل نہیں ہو سکتا تھا؟ جس کی بہت سہل صورت یہ ہے کہ بعد نماز جمعہ جو ہر ہفتہ میں ہوتی ہے اور جہاں جمعہ نہیں ہوتا، اور کسی نماز کے بعد جہاں مسلمان بدوں کسی خاص اہتمام کے جمع ہو جاتے ہیں بقدر گنجائش بیان کر دیا جایا

کرے۔ جیسا کہ نشر الطیب کے خطبہ کے بالکل شروع میں اس کا مشورہ بھی دیا گیا ہے۔
نمبر۴: کیا احناف کے اس حقیقت کے سمجھنے کے لئے یہ کافی نہیں کہ امام ابو حنیفہؒ نے عوام کی حفاظت عقیدہ کے لئے بعض ایسے اعمال کو منع فرما دیا ہے جو اباحت قیاسیہ سے گذر کر استحباب شرعی اور سنت منصوصہ سے متصف تھے' اور اسی طرح فقہائے حنفیہ نے صلوۃ الرغائب پر سخت نکیر فرمایا ہے مصالح حالیہ جلیہ و مفاسد مآلیہ خفیہ میں بالکل اس عمل متکلم فیہ کی پوری نظیر ہے تو ان کے مقابلے میں آج ہم جیسوں کو نئے اجتہاد کا کیا حق ہے اور اگر کوئی حنفی نہ ہو تو اس کے لئے قرآن مجید سے اس حکم کی ایک دلیل پیش کرتا ہوں۔ قال اللہ تعالیٰ وَلَاتَسُبُّوا الَّذِيْنَ يَدْعُوْنَ مِنْ دُوْنِ اللّٰهِ فَيَسُبُّوا اللّٰهَ عَدْوًا بِغَيْرِ عِلْمٍ' فی بیان القرآن۔
ف: بتوں کو برا کہنا فی نفسہ امر مباح ہے مگر جب وہ ذریعہ بن جاوے ایک امر حرام یعنی گستاخی بجناب باری تعالیٰ کا وہ بھی منہی عنہ اور قبیح ہو جائے گا۔ اس سے ایک فائدہ شرعیہ ثابت ہوا کہ مباح جب حرام کا سبب بن جاوے وہ حرام ہو جاتا ہے۔ البتہ جس شخص کو تسبب کا علم نہ ہو وہ معذور ہے۔ مگر حکم نہ بدلے گا۔
نمبر۵: رسائل ذیل کے خاص مقامات ملاحظہ فرمایئے جائیں' امید ہے کہ واقعات و احکام دونوں کے متعلق ہر قسم کے شبہات زائل ہو جائیں۔
(الف) اصلاح الرسوم باب سوم فصل اول آخر تک (ب) مکتوب محبوب القلوب پورا (ج) نشر الطیب کی انتالیسویں فصل پوری (د) ثلج الصدور کے پانچوں وعظ (ہ) رسالہ مذکورہ کے دوسرے حصہ کے حرف الف کے خطوط جو صفحہ ۲۰۱ سے شروع ہو کر صفحہ ۲۱۲ تک گئے ہیں۔ اس کے ساتھ یہ بھی عرض ہے کہ جویائے تحقیق کو تھوڑی سی مشقت مطالعہ کی ثمرہ کے مقابلے میں مشقت نہیں ہو سکتی اب آخر میں اس دعا پر ختم کرتا ہوں کہ اللہ تعالیٰ ہم سب کو حق تک پہنچا دے اور اس پر ثابت رکھے۔ والسلام۔ (النور ص ۹ صفر ۱۳۵۵ھ)

جواب استدلال باعتاق ابولہب بر میلاد

السوال: نیز یہ امر بھی استفسار طلب ہے کہ مولوی انوار اللہ خاں صاحب مرحوم ساکن حیدر آباد دکن نے عید میلاد کے متعلق یہ استدلال کیا ہے کہ جس لونڈی نے ابولہب جیسے معاند رسالت پناہ ﷺ کو آپ ﷺ کی ولادت باسعادت کا مژدہ سنایا تھا اسے ابولہب نے فرط مسرت سے اپنی انگلی کے اشارے سے آزاد کر دیا' اس کے صلہ میں یوم ولادت یعنی ہر دوشنبہ کو اس پر عذاب میں تخفیف کر دی جاتی ہے جب ایسے سرکش اور باغی کو اس ابتہاج و مسرت کا یہ

صلہ ملا تو ہم گنہگاران امت کو بھی اس دن خوشی منانے میں ضرور اجرِ عظیم ملے گا۔(انتہیٰ بالمعنی)
آیا یہ روایت درست ہے اگر ہے تو ہمارے ہاں اس کا کیا جواب ہے؟

الجواب: جواب ظاہر ہے اول تو وہ دفعی و مفاجاتی خوشی تھی اس پر قصدی و اکتسابی و اہتمامی خوشی کا قیاس کیسا ہم کو تو اس خوشی کا موقعہ ہی نہیں مل سکتا' ہاں قطع نظر اس قیاس کے ہماری یہ خوشی بھی جائز ہوتی اگر دلائل شرعیہ منکرات کو منع نہ کرتے اور ظاہر ہے کہ مباح و غیر مباح کا مجموعہ غیر مباح ہوتا ہے۔ (۱۴ رجب ۱۳۴۹ (النور ص ۳' محرم ۵۰ھ)

بعض رسوم بدعات

السوال: کیا فرماتے ہیں علماء دین اس مسئلہ میں کہ قبور کو بوسہ دینا اور ان کو تعظیماً سجدہ کرنا اور اولیاء کا برسویں دن عرس کرنا اور منتیں ماننا اور قبروں کا طواف کرنا اور قبروں پر نوبتِ نقارہ بجانا اور ان پر چراغ جلانا اور ان پر غلاف چڑھانا اور ان کا پختہ بنانا اور محافل و مجالس میں بیٹھ کر مزامیر سننا اور دست بستہ کھڑے ہو کر واجد و راقص کی تعظیم کرنا اور دست بستہ کھڑے ہو کر استاد کو قرآن شریف سنانا اور یا شیخ سلیمانؒ اور یا شیخ عبد القادر جیلانیؒ شیئاً للہ کا وظیفہ پڑھنا شرع شریف میں جائز ہے یا نہیں' بینوا توجروا فقط۔

الجواب: ان امور میں بعضے تو بالکل شرک ہیں' جیسے تعبداً سجدہ کرنا اور منتیں ماننا اور طوف کرنا اور یا شیخ عبد القادرؒ و یا شیخ سلیمانؒ کا وظیفہ پڑھنا جیسا عوام کا عقیدہ ہے ان کے مرتکب ہونے سے بالکل اسلام سے خارج ہو جاتا ہے۔ اور مشرک بن جاتا ہے۔ اَمَرَ اَنْ لَّا تَعْبُدُوْا اِلَّا اِیَّاہُ اور بعضے امور بدعت وحرام ہیں، ان کے کرنے سے بدعتی و فاسق ہوگا۔ کل بدعة ضلالة و کل ضلالة فی النار، البتہ اگر ان کو مستحسن و حلال سمجھے گا تو خوف کفر کا ہے۔ کیونکہ استحلال معصیت کا کفر ہے اور قرآن شریف کا استاد کے سامنے کھڑے ہو کر پڑھنا بھی بہتر نہیں، کیونکہ عبادت میں دست بستہ ہونا بجز خدا کے کسی کے سامنے روا نہیں۔ واللہ اعلم وعلمہ اتم و احکم۔ فقط
(امداد، ج ۴، ص ۵۵)

قیام مولد شریف

السوال: قیام مولود شریف کیا ہے؟ قیام وعدم قیام کی دلیل چاہیئے اور بعض فرماتے ہیں وقت قیام روح رسول اللہ ﷺ کی خود محفل میں آتی ہے جواب اس کا عطا ہو۔

الجواب: اول تو اس محفل مولود میں جو آج کل رائج ہے، خود کلام ہے اس میں بہت

سی خرابیاں ہیں ،اولاً ثانیاً ثالثاً رابعاً خامساً اعنی ماذکرت سابقا فی المسئلة السابقة علی السابقة علیٰ هذا فلینظر ثمه، پھر قیام تو سب سے بڑھ کر ہے اور خصوصاً یہ سمجھ کر کہ روح رسول اللہ ﷺ کی محفل میں تشریف لاتی ہے اور آپ ﷺ ہمارے سے خوشنود ہوتے ہیں اور خیر قطع نظر اس سے کہ آپ ﷺ کو اپنے لئے قیام پسند تھا یا نہیں خود اس تشریف آوری کے دعوے پر کوئی دلیل نہیں ، کسی آیت سے ثابت نہیں کسی حدیث میں نہیں کوئی دیکھتا نہیں پھر کہاں سے معلوم ہوا کہ آپ ﷺ تشریف لاتے ہیں ۔ یہ جناب سرور ﷺ پر افتراء محض ہے .من کذب علیَّ متعمدا فلیتبوا مقعده من النار ،الحدیث. جیسے نا کہے ہوئے قول کو آپ ﷺ کی طرف منسوب کرنا حرام ہے ،اسی طور پر نہ کیا ہوا فعل بھی آپ ؐ کی جانب منسوب کرنا حرام ہے بلکہ اس دعویٰ کے بطلان پر بہت سے امور دلالت کرتے ہیں ۔

اوّل تو یہ کہ اگر ایک وقت میں کئی جگہ محفل منعقد ہو تو آیا سب جگہ تشریف لے جاویں گے یا کہیں ، یہ تو ترجیح بلا مرجح ہے کہ کہیں جاویں کہیں نہ جاویں ،اور اگر سب جگہ جاویں تو وجود آپ ﷺ کا واحد ہے ، ہزار جگہ کس طور پر جا سکتے ہیں ؟ یہ تو خدا تعالیٰ ہی کی شان ہے کہ ایک وجود سے سب جگہ حاضر و ناظر ہے اور جو تعدد وجودات کا دعویٰ کرے دلیل لاوے پھر دوسرے یہ کہ آیا ایسی ہی محفل آراستہ پیراستہ میں تشریف لاتے ہیں یا اگر کوئی ویسے بھی آپ ﷺ کا ذکر ولادت کرے جب بھی آپ ﷺ تشریف لاتے ہیں اگر کسی قسم کی زیب و زینت میں تشریف لاتے ہیں اور خالی ذکر ولادت کے وقت تشریف نہیں لاتے تو یوں کہیے کہ باعث آپ ؐ کی تشریف آوری کا زیب و زینت ٹھہری ذکر ولادت میں کچھ فضیلت نہ ہوئی ،اور اگر خالی ذکر ولادت کے وقت بھی تشریف لاتے ہیں تو اس وقت تعظیم کو کیوں نہیں اٹھتے ؟ کیا تعظیم نبوی ﷺ مقید اس محفل ہی کے ساتھ ہے ؟ پھر تیسرے یہ کہ آپ ﷺ کو خبر کس طرح ہوتی ہے کہ فلاں جگہ پر مولود ہے خود تو خبر نہیں ہو سکتی ۔ لا یعلم الغیب الا اللہ ۔ اگر ہو تو فرشتوں کے ذریعہ سے ہو ، جب بھی تشریف آوری آپ کی بعید معلوم ہوتی ہے ۔ کیونکہ درود شریف کی فضیلت صحاح سے ثابت اور مولود کا درود سے افضل ہونا کہیں ثابت نہیں ،تو جب باوجود افضلیت اور مقبولیت درود شریف کے آپ ﷺ خود اس جگہ تشریف نہیں لاتے بلکہ فرشتے آپ پر پیش کرتے ہیں تو مولود کی محفل کہ جس کی فضیلت درود شریف پر کہیں ثابت نہیں وہاں تو آپ کو کیا تشریف لانا پڑا ۔ اور لیجئے آپ ﷺ کو اپنی امت کا کس قدر خیال اور کتنی توجہ پھر ان کا احوال آپ ﷺ کے سامنے فرشتے لے جا کر پیش کرتے ہیں تو مولود شریف کی طرف نہ

آپ ﷺ کو اتنا خیال نہ اس قدر توجہ اس میں کیسے تشریف لانے لگے ۔ چوتھے یہ کہ غور کرنا چاہئے کہ بہ نسبت حالت موت کے حالت حیات میں تصرفات اور کمالات زیادہ ہوا کرتے ہیں پھر زندگی میں آپ کا حال دیکھئے خبروں کے لئے جابجا خطوط اور قاصد روانہ فرمایا کرتے تھے ، ورنہ علیٰ صدق ہذا الدعویٰ قاصدوں کے پیر توڑنے کیا ضرور تھے خود سب جگہ تشریف لے جایا کرتے اور سب جگہ کا حال معلوم فرمالیا کرتے جب زندگی میں آپ ﷺ سے یہ امر صادر نہیں ہوا تو بعد موت ظاہری کیسے دعویٰ کر سکتے ہیں اور دعویٰ بھی بلا دلیل ، کوئی دلیل نہیں ، حجت نہیں ، جو منہ میں آیا کہہ دیا جو جی میں آیا سمجھ لیا ، صدق تعالیٰ اَفَرَاَیْتَ مَنِ اتَّخَذَ اِلٰهَهٗ هَوَاهُ ، مولود کیا ہے معاذ اللہ عاملوں کی حاضرات ہوگئی کہ جب کسی نے چاہا شیرینی رکھ کر مولود پڑھ کر حضرت ﷺ کو بلا لیا ۔ کیسی گستاخی اور بے ادبی ہے جیسے رافضی معاذ اللہ تعزیہ میں حضرت امام حسینؓ کو مانتے ہیں اور اگر بفرض محال کبھی ایسا اتفاق ہوا بھی ہو تو خرق عادت ہے اور خرق عادت دائم اور مستمر نہیں ہوتا ۔ علاوہ بریں یہ امر متعلق کشف کے ہے اور کشف حجۃ تامہ نہیں ، بلکہ وہ محفل تو وجوہات مذکورہ بالا سے ایسی نکمی ہو جاتی ہے کہ اگر پہلے سے کچھ خیر و برکت ہو تو وہ بھی جاتی رہتی ہے اور تشریف لانا تو درکنار شاید اگر آپ کی محفل میں ایسے امور ہوتے جب بھی آپ ان کو نکال دیتے یا خود اعراض فرما کر چلے جاتے اور عجب نہیں کہ کچھ زجر و توبیخ و عقاب فرماتے ۔ یہ عقیدہ بالکل شرک اور محض افتراء جناب نبوی ﷺ میں ہے ۔ اس سے توبہ کرنی چاہئے ۔ قال ﷺ لاتطروفی کما اطرت النصاریٰ .

گر نہ بندی زیں سخن تو حلق را　　آتشے آید بہ سوزد خلق را

آتش گر نامدست ایں دو چیست　　جاں سیہ گشت و رواں مردود چیست

پس ثابت ہوا کہ قیام کی یہ وجہ تو باطل ہے ۔ پس اب کیا وجہ ہے ؟ بعض کہتے ہیں کہ ہم واسطے تعظیم ملائکہ کے جو کہ اس وقت موجود ہیں' کھڑے ہوتے ہیں یہ بھی جہل ہے ۔ الیٰ آخر المسئلۃ السابقۃ علی السابقۃ علیٰ ہذا ۔　　(امداد ج ۴ ص ۵۵)

قیام مولد

قیام مروجہ مولد شریف کا منکر یا تارک کیسا ہے آیا کافر ہے یا خارج از سنت و جماعت' اور اس کی امامت جائز ہے یا نہیں ؟ اور نیز زید کہ بوجہ اختلاف علماء کے کہ رحمت ہے درصورت شرکت مجلس مولود شریف اور قیام قاری کے اتباعاً للقائمین بلا اکراہ غیر طوعاً قیام کرتا ہے اور در

صورت خود قاری ہونے کے قیام نہیں کرتا ہے اور سائلین مسئلہ قیام سے بلا تامل یوں کہہ دیتا ہے کہ مسئلہ معلوم میں اختلاف علماء ہے' لیکن میرے نزدیک مانعین کو ترجیح ہے اور قارئین کو بھی علماء کرام خیرالانام جانتا ہوں ان کو کسی طرح متہم نہیں کرتا ہوں ۔آخر ہمیشہ سے علماء میں اختلاف ہے ۔اور اسی بناء پر اتباعاً للقاری قیام کرتا ہوں اور اگر میرے نزدیک قیام بالکل بے اصل ہوتا تو ایسی مجالس میں مجھ کو شرکت کی کون سی ضرورت تھی' جس کا خلاصہ عقیدہ تساوی جانبین معلوم ہوتا ہے ۔تو پھر ایسی صورت میں زید کو منکر قیام قرار دے کر کافر یا خارج از سنت وجماعت کہہ کر زید کی امامت کو منع کر سکتے ہیں یا نہیں ؟یا زید مسلمان ہی رہے گا اور اس کی امامت بلا تامل مثل دیگر مسلمانان قرار دی جائے گی ۔پھر اگر عمرو کہ مولوی بشیر الدین صاحب قنوجی کے کہ عمل بالحدیث میں مشہور ہیں اور قصص ان کے معلوم ہیں ہم عقائد لوگوں اور مولوی صاحب کے ہوا خواہوں اور توابعین سے بلا تکلف ملاقات کرتا ہے اور سلام علیک بھی مثل دیگر اشخاص کے کرتا ہے ان کی موت وحیات و دیگر اہم رسوم دنیوی وغیرہ میں شریک بلا تامل ہوتا ہے ۔علاوہ ازیں فساق ظاہر الفسق کی تعظیم وتکریم دنیوی اور پیام وسلام میں ملوث ہے' لیکن بوجہ نفسانیت کے حقیقت میں اور بوجہ مذکورہ بالا ظاہر میں زید کو کافر اور خارج از سنہ وجماعۃ کہہ کر سلام علیک کرتا اور اس کی امامت کو ناجائز کہتا ہے اور تمام مسلمانوں کو اس ابلہ فریبی سے گمراہ کرتا ہے ۔اور ہر ایک مسلمان کو ان کے عقیدوں میں کافر اور گمراہ ٹھہرا کر موجب شر وفساد گوناں گوں ہوتا ہے' تو ایسے شخص کا کیا حکم ہے؟ اور یہ مفتی ماجن ہے یا نہیں اور بحکم صحیح حدیث کے وہ قول اس کا بہ نسبت زید کے مثل فوارہ ہوتا ہے یا نہیں؟ اور کفر کہا ہوا اس کا اسی پر آتا ہے یا نہیں؟ درصورت عود کفر کے یا برتاؤ نفاق اس کی امامت یعنی عمرو کی جائز ہے یا نہیں؟ اور ایسے شخص کا شرع میں کیا حکم ہے؟ وجہ اللہ بینوا ومن اللہ توجروا۔

الجواب: قیام تعظیمی ذکر مولود شریف کا منکر نہ کافر ہے اور نہ خارج ہے فرقہ ناجیہ اہل سنت والجماعت سے ۔پس اقتداء سے اس کے منع کرنا بہت برا ہے ۔نماز اس کے پیچھے جائز ہے اور کافر کہنے والا اس کا بھی کافر نہیں' مرتکب ہے امر قبیح کا' نماز پیچھے اس کے جائز ہے اور بلا شبہ ایسا شخص کہ بلا وجہ کسی مسلمان پر حکم کفر کا کرتا ہے داخل ہے حکم مفتی ماجن میں منع کرنا اور باز رکھنا اس کا ایسے امر سے مسلمانوں پر لازم ہے ۔فقط. واللہ سبحانہ اعلم و علمہ اتم .

العبد محمد ارشاد حسین

جواب دوم از حضرت مولانا مدظلہم برجواب مولوی ارشاد حسین صاحب

اقوال مستعیناً باللہ سبحانہ وتعالیٰ قیام متعارف کا معروف و متلقی عن الرسول ہونا کسی دلیل سے کہ جس کی مخالفت جائز نہ ہو مشکل ہے صراحۃً تو کہیں ثبوت نہیں و ہو ظاہر رہا قواعد کلیہ سے سو وہ متردد فیہ ہے فریق ثانی بھی کلیات سے استدلال کرتا ہے اور کسی طرح مثبت کو منکر پر ترجیح نہیں بلکہ مانع بظاہر موافق طرز سلف کا ہے ایسی حالت میں اگر فعل کا بدعت نہ ہونا بھی عرق ریزی سے ثابت ہو جائے تو مغتنم ہے نہ کہ عدم فعل کا بدعت وخلاف سنت ہونا۔

علی اننی راض بان احمل الھوٰی و اخلص منه لا علیّ و لا لیا

اگر ترجیح مثبت کی بھی مسلّم ہو تو تب بھی استحسان غایۃ مافی الباب ثابت ہوگا نہ سنیت و وجوب اور مستحب منصوص کا تارک قابل ملامت و خارج اہل سنت و جماعت سے نہیں ہوتا چہ جائیکہ مستحسن قیاسی اور قیاس بھی غیر مجتہدین کا، فافہم۔ بلکہ جب فعل مستحب کو عوام جہلاء ضروری سمجھنے لگیں تو اس کا ترک اولیٰ بلکہ ضروری ہو جاتا ہے اور ایسی حالت میں اس فعل کو فقہاء مکروہ فرماتے ہیں۔

فی الدر المختار و سجدة الشکر مستحبة به یفتی لکنها تکره بعد الصلوٰة لان الجهلة یعتقد ونها سنة اوواجبةوکل مباح یؤدی الیه فمکروه فی ردالمحتار قوله فمکروه الظاهر انها تحریمة لانه یدخل فی الدین ما لیس منه ط ا ه۔ بہر حال زید کسی طرح مبتدع وخارج اہل سنت و جماعت سے نہیں۔ البتہ عمرو اس تشدید وتکفیر وتبدیع وتجاوز عن حدود الشرع کے سبب سخت مبتدع ہے سو اس کی امامت مکروہ ہے۔

یکره امامة مبتدع.

اور مسلم سنی کو کافر یا بدعتی کہنا معصیت اور اس پر اصرار فسق ہے، اور فاسق کی امامت بھی مکروہ ہے۔ فیہ ایضاً و فاسق آہ پس عمرو کی امامت دو وجہ سے مکروہ ہے اور دو وجہ کراہت کی جمع ہو جانے سے کراہت اشد ہو جاوے گی کمالا یخفیٰ. اور زید کی امامت بلاشبہ بلا کراہت جائز ہے۔ اور تقریر بالا سے جب عمرو کی غلطی فاش ثابت ہوئی اس کا ماجن ہونا بھی ثابت ہو گیا ایسے مفتی کو فتویٰ دینے سے ممانعت کرنا حاکم پر واجب ہے۔ فی الدر المختار بل یمتنع مفت ماجن یعلم الحیلة الباطلة کتعلیم الردة ا ه قوله و کالذی یفتی عن جهل شر بتلالیةعن الخانیةردالمحتار هذا ما عندی و العلم الحقیقی عند الله تعالیٰ

فقط کتبه اشرف علی عفی عنه

من اجاب فقد اجاد واصاب فیما افاد حد ره محمد عبدالغفار عفی عنه رب العباد بجاہ الرسول و اله الا مجاد

الجواب صحیح :شیر علی عفی عنه ،قد اصاب من اجاب

محمدصدیق دیوبندی (امداد ج ۱ ص ۲۳)

تقبیل ابہامین در اقامت واذان بر نام مبارک صلی اللہ علیہ وسلم

السوال: کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس صورت میں کہ جس وقت مؤذن اقامت میں اَشْهَدُاَنَّ مُحَمَّدً ارَّسُوْلُ اللهِ بولے تو سننے والا دونوں انگوٹھوں کو چوم کر دونوں آنکھوں پر رکھے یا نہیں ؟اگر رکھنا ہے تو آیا جائز آیا مستحب آیا واجب آیا فرض ہے اور جو شخص اس کا مانع ہووے اس کا کیا حکم ہے؟اور اگر نہیں رکھتا ہے تو آیا مکروہ تحریمہ آیا حرام ہے؟اور مرتکب اس فعل کا ہووے اور اس کا جو حکم کرے اس کا کیا حکم ہے بینوا توجروا، جدید یہ کہ اذان پر قیاس کر کے تحریر نہ فرماویں بلکہ درصورت جواز یا عدم جواز کسی کتاب معتبر سے عبارت نقل کر کے تحریر فرماویں؟

الجواب: اول تو اذان ہی میں انگوٹھے چومنا کسی معتبر روایت سے ثابت نہیں اور جو کچھ بعضے لوگوں نے اس بارہ میں روایت کیا ہے وہ محققین کے نزدیک ثابت نہیں چنانچہ شامی بعد نقل عبارت کے لکھتے ہیں وذکر ذلک الجراحی و اطال ثم قال ولم یصح فی المرفوع من کل هذا شئی انتهٰی(جلد ۱ ص ۲۶۷) مگر اقامت میں کوئی ٹوٹی پھوٹی روایت بھی موجود نہیں ،پس اقامت میں انگوٹھے چومنا اذان کے وقت چومنے سے بھی زیادہ بدعت اور بے اصل ہے،اسی واسطے فقہاء نے اس کا بالکل انکار کیا ہے یہ عبارت شامی کی ہے ونقل بعضهم ان القهستانی کتب علیٰ هامس نسخة ان هذا مختص بالأذان واما فی الا قامة فلم یوجد بعد الاستقصاء التام والتتبع ۱۲

جلد اول ،ص ۲۶۷، ۵محرم ۱۳۰۱ھ، (امداد ج ۴ ص ۵۷)

ایضاً:السوال: اذان کے وقت محمد رسول اللہ کہنے پر ہاتھ چومنا کیسا ہے؟ایک بزرگ نے فرمایا ہے کہ آنکھوں پر لگانے سے دکھتی نہیں۔

الجواب: اذان کے وقت جو عادت ہے انگوٹھوں کے چومنے کی یہ فی نفسہا آ کا عمل تھا لیکن اب اس کو ثواب اور تعظیم اسم مبارک نبویؐ سمجھ کر کرتے ہیں۔اس لئے ناجائز ہے اور اگر

اعتقاد نہ ہوتو شبہ پڑے گا اس لئے درست نہیں۔ واللہ تعالیٰ اعلم وعلمہ اتم واحکم۔
۴ ربیع الاول ۱۳۲۴ھ (امداد، ج ۴، ص ۸۴)

ایضاً۔السوال: تقبیل الابہامین یعنی بوقت کہنے مؤذن کے اشہدان محمداً رسول اللہ بنام محمد ﷺ ناخن دونوں انگوٹھوں کے چوم کر آنکھوں پر رکھنے بدعت ہیں یا سنت اگر اس کی کوئی اصل ہو تو وہ حدیث یا اثر جس قدر تعداد میں ذہن مبارک میں ہوں بقید نام کتاب حدیث باب و فصل وصفحہ مرقوم فرما کر ممنون ومشکور فرماویں، ایک دفعہ کسی صاحب نے اس کے متعلق دو حدیثیں دو کتابوں سے پیش کی تھیں، اگر چہ ضعیف تھیں لیکن کتابیں یاد نہیں رہیں، للہ جواب سے جلدی سرفرازی عطا فرماویں، والسلام علیٰ من اتبع الہدیٰ نیز اگر وہ حدیثیں ضعیف ہوں تو ارشاد ہو کہ ان پر عمل کرنے کا شریعت میں کیا حکم ہے؟

الجواب: مقاصد حسنہ سخاوی میں ان روایات کی تحقیق ہے، ان کا مضمون صرف یہ ہے کہ یہ عمل ہے رمد یعنی آشوب چشم کا مگر اب لوگ اس کو دین سمجھ کر کرتے ہیں تو بدعت ہونا ظاہر ہے اور صحیح نیت پر بھی تشبہ ہے اہل بدعت کے ساتھ اس لئے ترک لازم ہے۔
۱۹ ربیع الثانی ۱۳۳۷ھ (تتمہ خامسہ ص ۸۳)

مصافحہ بعد نماز

السوال: چہ می فرمایند علماء دین در بارہ کثرت مصافحہ بروز جمعہ و بعد نماز عیدین و بعد نماز پنجگاہ بخصوصیت وقت مصافحہ بدعت قبیحہ می شود یا موجب ثواب عظیم؟

الجواب: مصافحہ کردن مطلقاً سنت ست بوقت خاص مخصوص نیست پس تخصیص آں بروز جمعہ و عیدین و بعد نماز پنجگانہ و تراویح بے اصل است ہاں اگر درہمیں اوقات بکے بعد مدتے ملاقات شود با و مصافحہ کردن مضائقہ ندارد نہ ایں کہ از خانہ یا مسجد یا عیدگاہ ہمراہ آیند و پس از نماز مصافحہ و معانقہ کنند واللہ اعلم (امداد، ج ۴، ص ۵۸)

فاتحہ رسمی

السوال: طریقہ فاتحہ گذشتگان اعنی سوم و دہم و چہلم و ششماہی و سالیانہ کہ دریں دیار مروج است دریں بعض علماء اختلاف می کنند بدعۃ شنیعہ مکروہ می گویند واقوال چند بر درستی اوست و بعض ہم می گویند کہ طعامے کہ بعد موتے بہ نیت ثواب پرند بر دوست برداشتہ فاتحہ دہند آں طعام باعث فاتحہ گندہ شود کہ طریقہ فاتحہ در زمان نبویؐ و اصحابؓ کبار و تابعینؒ و اتباع تابعینؒ نبود و طعام

وشیرینی کہ نیاز بزرگان مردار است؟

الجواب: سوم ودہم و چہلم وغیرہ ہمہ بدعات و ماخوذ از کفار ہنود است وآنکہ طعام رو برو نہادہ چیزے می خوانند ایں ہم طریقہ ہنود است ترک چنیں رسوم واجب ست کہ "من تشبہ بقوم فہو منہم دہر گاہ طعام بچنیں بدعات متلبس شد بہتر آنکہ ایں چنیں طعام نخوردہ شود کہ دع ما یریبک الیٰ مالا یریبک وطعام شیرینی کہ نیاز بزرگان می باشد درود جہت است۔ بعضے جہال بہ نیت تقرب بدیشاں وطلب مراد ہا از ایشاں می کنند ایں شرک است وایں چنیں طعم یا شیرینی خوردن حرام است وَمَا اُهِلَّ بِهٖ لِغَيْرِ اللّٰهِ و بعضے محض برائے خدا می کنند ونیت می دارند کہ خداتعالیٰ ثوابش بروح فلانے بزرگ رساں ایں جائز ست وچنیں طعام وشیرینی ہم حلال۔ واللہ اعلم۔

(امداد، ج ۴، ص ۵۸)

ایضاً۔ السوال: موتی کے لیے جو ایصال ثواب کیا جاتا ہے اس کی دو صورتیں ہیں ایک تو قرآن پڑھ کر اس کا ثواب بخش دیتے ہیں، دوسرے کچھ کھانا وغیرہ پکا کر اس کا ثواب بخشتے ہیں۔ پہلی صورت تو بہت صاف ہے مگر کھانا کھا کر جو ایصال ثواب کیا جاتا ہے اس کا طریقہ عموماً دیکھا جارہا ہے کہ ایک شخص کھانا لے کر بیٹھتا ہے اور کچھ آیات قرآنی پڑھ کر ان آیات اور کھانے کا ثواب موتی کو بخش دیتا ہے۔ اس کے بعد وہ کھانا کسی کو دے دیا جاتا ہے، دریافت طلب امر یہ ہے کہ کھانا محتاجوں کو دینے اور کھلانے سے قبل کون سے ثواب کو لوگ موتی کے لئے بخشتے ہیں؟ یہ صورت جائز ہے یا ناجائز اور اس صورت میں علاوہ آیات قرآنی کھانے کا کچھ ثواب میت کو پہنچتا ہے یا نہیں؟ اگر پہنچتا ہے تو وہ کون سا ثواب ہے جو محتاجوں کو کھانا کھلانے سے قبل حاصل ہو جاتا ہے۔

الجواب: یہ رسم محض نادانوں کی ہے، اطعام سے پہلے طعام کا ثواب پہنچانے کے کوئی معنی نہیں۔ ۱۷ ربیع الثانی ۱۳۵۴ھ (النور، ص ۷، ربیع الاول ۱۳۵۵)

ایضاً: السوال: نمبر ۱: ایصال ثواب دختر متوفات میں آنحضرت ﷺ کو بھی شریک کیا جاوے یا بلاشرکت صرف متوفات کا نام لیا جاے۔ اور درود شریف اول وآخر پڑھا جاوے جونسا طریقہ افضل ہو اس سے حضرت مطلع فرماویں، مثلاً یٰسین شریف پڑھ کر یہ کہا جاوے کہ اس کا ثواب آنحضرت ﷺ مع اصحاب کو پہنچے اور متوفات کو پہنچے۔

نمبر ۲: ایصال ثواب بالاشتراک یا بالافراد۔

نمبر ۳: اور مردہ کو جو ثواب پہنچتا ہے بلاشرکت صلعم وہ مردہ اس ثواب کو آنحضرت ﷺ کی

خدمت میں پیش کرتا ہے جیسا کہ ہم رشتہ مکتوب ملفوف میں لکھا ہے یہ حدیث سے ثابت ہے یا حضرت مجددؒ کا محض کشف ہے، بینوا توجروا؟

الجواب۔ مکتوب کے متعلق جو تحقیق ذیل میں آتی ہے اس سے سب سوالوں کا جواب ہو جاوے گا۔

نقل مکتوب

از مکتوبات امام ربانی مجدد الف ثانی دفتر سوم (مکتوب نمبر ۲۸)

اس بیان میں کہ مردوں کی ارواح کو صدقہ کرنے کی کیفیت کیا ہے؟ ملا صالح ترک کی طرف صادر فرمایا ہے۔

الحمد اللہ وسلام علٰی عبادہ الذین اصطفٰی، ایک دن خیال آیا کہ اپنے قریبی رشتہ دار مردوں میں سے بعض کی روحانیت کے لئے صدقہ کیا جائے اس اثناء میں ظاہر ہوا کہ اس نیت سے اس میت مرحوم کو خوشی حاصل ہوئی اور خوش وخرم نظر آئی جب اس صدقے کے دینے کا وقت آیا پہلے حضرت رسالت خاتمیت علیہ الصلوٰۃ والسلام کے لئے اس صدقہ کی نیت کی جیسی کہ عادت تھی بعد ازاں اس میت کی روحانیت کے واسطے نیت کر کے دے دیا اس وقت اس میت میں ناخوشی اور اندوہ محسوس ہوا، اور کلفت وکدروت ظاہر ہوئی اس حال سے بہت متعجب ہوا اور ناخوشی اور کلفت کی کوئی وجہ ظاہر نہ ہوئی حالانکہ محسوس ہوا کہ اس صدقہ سے بہت برکتیں اس میت کو پہنچی ہیں لیکن خوشی اور سرور اس میں ظاہر نہیں ہوا۔

اسی طرح ایک دن کچھ نقدی آنحضرت ﷺ کی نذر کی اور اس نذر میں تمام انبیاء کرام کو بھی داخل کیا اور انکو آنحضرت کا طفیلی بنایا اس امر میں آنحضرت ﷺ کی مرضی و رضامندی ظاہر نہ ہوئی، اسی طرح بعض اوقات جو میں درود بھیجتا تھا اگر اسی مرتبہ میں تمام انبیاء پر بھی درود بھیجتا تو اس میں آنحضرت ﷺ کی مرضی ظاہر نہ ہوتی، حالانکہ معلوم ہو چکا ہے کہ اگر ایک کی روحانیت کے لئے صدقہ کر کے تمام مومنوں کو شریک کرلیں تو سب کو پہنچ جاتا ہے اور اس شخص کے اجر سے جس کی نیت پر دیا جاتا ہے کچھ کم نہیں ہوتا اِنَّ رَبَّکَ وَاسِعُ الْمَغفِرَۃ (بے شک رب تیرا بڑی بخشش والا ہے) اس صورت میں ناخوشی اور ناراضگی کی وجہ کیا ہے، مدت تک یہ مشکل بات دل میں کھٹکتی رہی آخر اللہ تعالٰی کے فضل سے ظاہر ہوا کہ ناخوشی اور کلفت کی وجہ یہ ہے کہ اگر صدقہ بغیر شرکت کے مردہ کے نام پر دیا جائے تو وہ مردہ اپنی

طرف سے اس صدقہ کو تحفہ اور ہدیہ کے طور پر آنحضرت ﷺ کی خدمت میں لے جائیگا اور اس کے ذریعہ سے برکات و فیوض حاصل کرے گا۔ اور اگر صدقہ دینے والا خود آنحضرت ﷺ کی نیت کرے گا تو میت کو کیا نفع ہوگا شرکت کی صورت میں اگر صدقہ قبول ہو جائے تو میت کو صرف اسی صدقہ کا ثواب ملے گا اور اس صدقہ کے تحفہ اور ہدیہ کرنے کے فیوض و برکات بھی حبیب رب العالمین علیہ الصلوٰۃ السلام سے پائے گا اسی طرح ہر شخص کے لئے جس کو شریک کریں، یہی نیت موجود ہے کہ شرکت میں ایک درجہ ثواب ہے اور عدم شرکت میں دو درجہ کہ اس کو مردہ اپنی طرف سے اس کو پیش کر سکتا ہے اور یہ بھی معلوم ہوا کہ ہدیہ و تحفہ جو کسی غریب کسی بزرگ کی خدمت میں لے جائے بغیر کسی کی شرکت کے اگر چہ طفیلی ہو تو اس تحفہ کا خود پیش کرنا بہتر ہے یا شرکت کے ساتھ کچھ شک نہیں کہ بغیر شرکت کے بہتر ہے اور وہ بزرگ اپنے بھائیوں کو اپنے پاس سے دے دے تو اس بات سے بہتر ہے کہ یہ شخص بے فائدہ دوسروں کو داخل کرے اور آل و اصحاب جو آنحضرت ﷺ کے عیال کی طرح ہیں ان کو جو طفیلی بنا کر آنحضرت ﷺ کے ہدیہ میں داخل کیا جاتا ہے پسندیدہ اور مقبول نظر آتا ہے، ہاں متعارف ہے کہ ہدایات مرسولہ میں اگر کسی بزرگ کے ساتھ اس کے ہمسروں کو شریک کریں تو اس کے ادب و رضامندی سے دور معلوم ہوتا ہے اور اس کے خادموں کو طفیلی بنا کر ہدیہ بھیجیں تو اس کو پسند آتا ہے، کیونکہ خادموں کی عزت اسی کی عزت ہے، پس معلوم ہوا کہ زیادہ تر مردوں کی رضامندی صدقہ کے افراد میں ہے نہ صدقہ کے اشتراک میں لیکن چاہئے کہ جب میت کے لئے صدقہ کی نیت کریں تو اول آنحضرت ﷺ کی نیت پر ہدیہ جدا کرلیں، بعد ازاں اس میت کے لئے صدقہ کریں، کیونکہ آنحضرت ﷺ کے حقوق دوسروں کے حقوق سے بڑھ کر ہیں اس صورت میں آنحضرت ﷺ کے طفیل اس صدقہ کے قبول ہونے کا بھی احتمال ہے، یہ فقیر مردوں کے بعض صدقات میں جب نیت کے درست کرنے کے لئے اپنے آپ کو عاجز معلوم کرتا ہے تو اس سے بہتر علاج کوئی نہیں جانتا کہ اس صدقہ کو آنحضرت ﷺ کی نیت پر مقرر کر دے اور اس میت کو ان کا طفیلی بنائے امید ہے کہ ان کے وسیلہ کی برکت سے قبول ہو جائے گا علماء نے فرمایا ہے کہ آنحضرت ﷺ کا درود اگر ریا و سمعہ سے بھی ادا کیا جائے تو مقبول ہے اور آنحضرت ﷺ تک پہونچ جاتا ہے، اگر چہ اس کا ثواب درود بھیجنے والے کو نہ ملے کیونکہ اعمال کا ثواب نیت کے درست کرنے پر موقوف ہے اور آنحضرت ﷺ کے قبول کے لئے جو مقبول و محبوب ہیں بہانہ ہی کافی ہے۔ آیت کریمہ وَكَانَ فَضْلُ اللّٰهِ عَلَيْكَ عَظِيمًا.

آنحضرت ﷺ کی شان میں نازل ہوئی ہے علیہ وعلیٰ الہ الصلوٰۃ وعلیٰ جمیع اعوانہ الکرام من الانبیاء والعلماء العظام الیٰ یوم القیام۔

تحقیق متعلق مکتوب

اس مکتوب کے مضمون کی بناء کوئی منقول نہیں، غایت مافی الباب کشف ہوسکتا ہے اور وہ بھی صرف اول کا حصہ یعنی شرکت میں سرور نہ ہونا باقی آخر کا حصہ یعنی ناخوشی کی وجہ یہ محض ذوق معلوم ہوتا ہے جو اصطلاحی کشف نہیں اور اگر اس میں داخل بھی ہو ایسے واقعات میں بالکل ادنیٰ درجہ کا کشف ہے اور کشف کسی درجہ کا بھی حجت نہیں خصوص غیر صاحب کشف کے لئے اس لئے اس کی رعایت واتباع کسی درجہ میں بھی مطلوب نہیں خصوص جب ذوق بھی ذوق کو نہ لگے کیونکہ ہدیہ پیش کرنا شرکت میں بھی ممکن ہے اپنا حصہ پیش کر سکتے ہیں، اگر عدم سرور کے انکشاف کو صحیح بھی مان لیا جاوے تو اس کی بناء غالباً دوسری ہے اور وہ موقوف ہے ایک مقدمہ پر وہ یہ ہے کہ بعض امور طبعیہ بعد وفات بھی باقی رہتے ہیں چنانچہ حدیث عروج روح اور دوسری ارواح کا استقبال اور ان کا اس سے متخلفین کا پوچھنا اور پھر کسی روح کا یہ کہنا کہ ذرا اس کو دم لینے دو، یہ سب دلیل ہے اس دعوے کی، جب یہ مقدمہ معلوم ہوگیا تو سمجھئے کہ یہ امر طبعی ہے کہ کوئی چیز بڑے اور چھوٹے کو شرکت میں دی جاوے تو چھوٹا آدمی اس کی تقسیم میں شرماتا ہے اسی طرح وہاں ممکن ہے اسی طرح بڑا شخص اگر دوسرے شرکاء کا احترام بڑوں کا سا کرتا ہو وہ بھی ان کو اپنا طفیلی بناتا ہوا شرماتا ہے اور جن کے ساتھ تعلق خادمیت و مخدومیت جیسا ہے جیسے اپنے اتباع ان کے طفیلی بنانے سے بھی نہیں شرماتا مگر ہنوز امر طبعی کا وقوع برزخ میں خود ثابت نہیں، اس لئے میرے نزدیک ایسے امور کسی درجہ میں بھی لحاظ کے قابل نہیں، پس جس طرح دل چاہے ایصال کرے خواہ کسی عزیز کو ایصال ثواب کرنے کے وقت حضور ﷺ کو شریک کرے یا نہ کرے اور درود شریف دعا کے آداب سے ہے، تلاوت کے آداب سے نہیں اور ایصال ثواب کی کسی صورت کی ترجیح دوسری صورت پر کسی دلیل سے ثابت نہیں، اور نہ یہ کہیں ثابت ہے کہ مردہ اپنا ثواب حضور اقدس ﷺ کے حضور میں پیش کرتا ہے اس سے سب سوالات کا جواب ہوگیا۔ ۲۵ ربیع الثانی ۱۳۵۴ھ (النور ص ۷، ربیع الاول ۵۵ھ)

شہادت نامہ خواندن

السوال: کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس امر میں کہ ایام محرم الحرام میں شہادت نامہ

پڑھنا مجمع عام میں، اور حالات سید الشہداء علیہ السلام بیان کرنا جائز ہے یا نہیں جیسا کہ اکثر ہندوستان میں عادت ہے۔ کیونکہ حضرت غوث پاک و حضرت امام غزالیؒ نے غنیۃ الطالبین اور احیاء العلوم میں اس امر کو حرام و مکروہ اور شعار روافض سے فرمایا ہے مثل مشاجرہ صحابہ رضوان اللہ علیہم اجمعین کے۔ پس آپ کو اس امر کی تشریح بخوبی فرمانا چاہیئے کہ آیا پڑھنا شہادت نامہ کا جائز ہے یا نہیں، اور جائز ہے تو کس طور پر اور کس صورت سے؟

الجواب: فی الحقیقت واقعہ جانکاہ جناب سید الشہداء حضرت امام حسین رضی اللہ عنہ وعن احبائہم وسخط علیٰ قاتلیہ واعدائہم، اس قابل ہے کہ اگر تمام زمین و آسمان و حور و ملک و جن و انس و جمادات و نباتات و حیوانات قیامت تک یہ کہہ کر رو دیں گے

صَبّت علیّ مصائب لو انها　　صبت علی الایام صرن لیا لیا

تو بھی تھوڑا ہے، مگر خیال کرنے کی بات ہے جن کی محبت میں روویں پیٹیں تو جو حرکات ان کیخلاف طبع ہوں ان کا ارتکاب ان حضرات کے ساتھ سخت عداوت کرنا ہے ؎

دوستی بے خرد چوں دشمنی ست

پس ہیئت کذائیہ باجتماع مردمان جاہلان بخصوص ایام عشرہ محرم الحرام یہ بیان غیر واقعی و روایات موضوعہ بحرکات غیر مشروع و افعال ناجائز و نوحہ حرام شہادت نامہ پڑھنا بحسب ارشاد حضرت غوث الثقلین و حضرت امام غزالیؒ بے شک بدعت اور شعار روافض ہے احتراز اس سے واجب ہے، عن ابی اوفی رضی اللہ عنہ قال نهی رسول اللہ ﷺ عن المراثی وفی حدیث من تشبه بقوم فهو منهم وکل بدعة ضلالة وکل ضلالة فی النار. اور خصوصاً انہی لوگوں کی مجلس میں جانا اور وہاں میں شریک ہونا سخت مذموم اور قبیح ہے من کثر سواد قوم فهومنهم ومن رضی عمل قوم کان شریک من عمل به رواه الدیلمی عن ابی مسعود رضی اللہ عنه کذا ذکر السیوطی فی جمع الجوامع، ہاں البتہ اگر گاہے گاہے بہ نیت بطور ذکر بزرگان بلاتعیین یوم و بلا التزام اجتماع مجمع بروایات صحیحہ معتبرہ بلاشرکت روافض بدون افعال و اقوال نامشروع پڑھے اور غمگین ہو (یعنی طبعاً نہ کہ قصداً و اہتماماً) باعث خیر و برکت ہے۔

اعد ذکر اهل البیت لی ان ذکرهم
هو المسک ماکررة یتضوع

(امداد ۴، ص ۵۹)

دفع بعض شبہات متعلقہ مسلک حضرت حاجی صاحب مرحومؒ وخلفائے ایشاں

السوال: بخدمت ذوالمجد والکرم مولانا ومقتدانا مولوی اشرف علی صاحب مدفیوضہم، پس از اسلام مسنون معروض آنکہ اگرچہ میں ایک شخص اجنبی ہوں لیکن بعض اعتبارات سے اپنے آپ کو زمرہ خدام میں تصور کرتا ہوں اور اس بناء پر بے تکلفانہ ایک تکلیف خاص دینے کی جرات کرتا ہوں اور وہ یہ ہے کہ مجھ کو حضرت حاجی امداد اللہ صاحب مہاجر مکی قدس اللہ سرہ العزیز کے ساتھ بعض وجوہات سے ہمیشہ سے ایک عقیدہ قلبی ہے، اور جو حضرات حضرت حاجی صاحب رحمۃ اللہ علیہ کے ساتھ واسطہ وارادت رکھنے والے ہیں ان کے ساتھ بھی دلی اخلاص ہے، اور بالخصوص حضرت مولانا رشید احمد صاحب گنگوہی مدظلہم العالی کے ساتھ جن کے محامد خود حضرت حاجی رحمۃ اللہ علیہ نے اپنی بعض تالیفات میں بالتخصیص ارقام فرمائے ہیں اور اپنے معتقدین کو ان کی جانب رجوع دلانے کی ہدایت فرمائی ہے ایک خاص ارادت ہے لیکن بعض اوقات بعض مخالفین اور مبتدعین کے بعض اعتراضات اور شبہات کی وجہ سے جو حضرت حاجی صاحبؒ اور حضرت مولانا سلمہ اللہ تعالیٰ کے بعض معمولات اور معتقدات کے مختلف فیہ ہونے کی بارہ میں کیئے جاتے ہیں اور جن کا جواب معقول اپنے آپ سے بن نہیں پڑتا، طبیعت کو ایک خلجان پیدا ہو جاتا ہے، اس لئے میں چاہتا ہوں کہ ان شبہات کا دفعیہ مخالفین کے جواب اور نیز اپنی تشفی قلب کے واسطے آپ کے ذریعہ سے کروں کیوں کہ اول تو مخالفین کو ایسے شبہات پیدا کرنے کے لئے جو زیادہ جرأت اور قوت ہو گئی ہے وہ رسالہ فیصلہ ہفت مسئلہ کی اشاعت ہے اور یہ رسالہ آپ ہی کا شائع کیا ہوا ہے اگر آپ نے اس کے ساتھ ایک مضمون بطور ضمیمہ کے بھی اضافہ فرمایا ہے جو صرف ہم جیسے معتقدین کے لئے فی الجملہ باعث طمانیت ہوسکتا ہے لیکن تاہم وہ مضمون اس اصلی تحریر کے مطلب پر کوئی کافی وافی اثر پیدا نہیں کرسکتا، اور مخالفین اس کو نظر تام سے دیکھتے اور قابل قبول قرار نہیں دیتے بلکہ اس تقریظ کے مضمون سے جو رسالہ درمنتظم اور مولفہ شاہ عبدالحق صاحب مہاجر مکی پر حضرت حاجی صاحبؒ نے ارقام فرمائی ہے، اس اصلی مضمون رسالہ فیصلہ کی تائید ہوتی ہے، دوسرے یہ کہ جناب کی تحریرات جس قدر اس وقت تک میرے مطالعہ سے گذری ہیں ان کو تعصب وتشدد ونفسانیت سے مبرا اور انصاف اور حقانیت اور معقولیت سے مملو پایا، جو مخالف کو موافق اور حق ناشناس کو حق پسند بنانے کا ایک اعلیٰ ذریعہ ہے تیسرے یہ کہ غالباً آپ کو ان فتاویٰ کا حال بھی معلوم ہوگا جو اہل ہند نے کسی کسی مسئلہ مختلف فیہ کی

نسبت مکہ معظمہ سے طلب کئے تھے، اور اس کا جواب بعض مخالفین کی حسب منشا ملا۔ اور جن پر مخالفین حضرت حاجی صاحب کی مہر اور دستخط ہونا بھی بیان کرتے ہیں چوتھے یہ کہ جہاں تک مجھ کو تحقیق ہوا ہے آپ اسی کار خیر کے متعلق عرائض کے جواب دینے اور اپنے اوقات عزیز کے صرف کرتے ہیں بخیال اصلاح حال و قال مومنین وحقوق المسلمین دریغ بھی نہیں فرماتے ہیں لہٰذا وہ شبہات ذیل میں گذارش کر کے امیدوار ہوں کہ بمقتضائے شفقت و ہمدردی اسلامی تفصیلی جواب ان کا مرحمت ہو تاکہ آئندہ کے لئے اس قسم کے خلجان سے جو وسواس شیطانی کہے جانے کے لائق ہیں طبیعت محفوظ رہے اور مخالفین کو جواب دے کر ساکت کرنے کا موقع ملے۔

شبہ اول: یہ ہے کہ حضرت حاجی صاحبؒ کے بعض معتقدات معمولات جو ان کے رسالہ فیصلہ ہفت مسئلہ ہے یا تقریظ مندرج رسالہ درمنظم سے یا بعض دیگر فتوے ہم مضمون رسالہ مذکور پر دستخط اور مہر ہونے سے یا ان معتقدات اور معمولات کی نسبت بعض اشخاص معتمد کی چشم دید اور گوش زد احوال و اقوال بیان کرنے سے ثابت ہوتے ہیں آیا واقعی تھے یا یہ اقوال و افعال بخلاف اپنے ذاتی عقیدہ کے کسی مصلحت پر مبنی تھے و برعایت شریف و اہالیان مکہ معظمہ وغیرہ حضرت سے سرزد ہوتے تھے، اگر بخلاف عقیدہ واقعی تھے تو یہ صورت تقیہ کی اور شعار روافض ہے جو حضرت کے کمالات ظاہری اور باطنی کے بالکل منافی ہے اور اگر موافق عقیدہ واقعی تھے تو ان حضرات کے جو حضرت سے واسطے ارادت اور خلافت رکھتے ہیں ان معتقدات اور معمولات کو بدعت اور ضلالت کہنے کا حضرت حاجی صاحبؒ کے اوپر کیا اثر ہوا اور ان حضرات کے حق میں کیا نتیجہ پیدا ہوا۔

دوسرا شبہ: یہ ہے کہ آیا مرید اور خلیفہ کو من کل الوجوہ اتباع شیخ کی ضرورت ہے یا نہیں اور اگر نہیں ہے اور صرف اور ادو اشغال متعلقہ طریقت میں اتباع کافی ہے اور دیگر مسائل شرعیہ میں اپنے علم و اجتہاد سے کام لینے کا مجاز حاصل ہے تو اس صورت میں احکام شرعیہ میں شیخ کے عمل بخلاف سے مرید کے قلب میں عظمت شیخ جیسا کہ چاہیئے تاہم نہیں رہ سکتی، بلکہ شیخ کے عقائد اور اعمال بزعم مرید خلاف شرع اور سنت ہوں گے تو شیخ کے ساتھ ارادت بھی کسی طرح باقی نہیں رہ سکتی اور ایسی حالت میں خود شیخ لائق مشیخت متصور نہیں ہوسکتا اس لئے جب شیخ کو قطع نظر علم ظاہری کے اپنے کشف باطنی اور نور عرفاں سے بالخصوص ایسے مسائل میں جو ان کے اور ان کے مریدوں کے فیما بین مابہ الاختلاف ہوں، حق باطل اباحت و ضلالت میں تمیز نہ ہو سکے تو وہ بھی ترقی مدارج وطے منازل الی اللہ کا ذریعہ کیونکر بن سکتا ہے، یا کیونکر بنایا جا سکتا ہے، اور وہ کامل مکمل کیونکر متصور ہوسکتا ہے اور اگر یہ کہا جاوے کہ ایسے مسائل فرعیہ کا اختلاف قلیلی بات

ہے اور اس سے معاملات طریقت میں کچھ ہرج متصور نہیں ہے اول تو یہ اختلاف ایسا ادنیٰ درجہ کا نہیں ہے دوسرے اس کے تسلیم کرنے میں طالبان حق کو کسی عالم و کامل متبع سنت شیخ کی تلاش کرنے کی جو ایک ضروری بات قرار دی گئی ضرورت باقی نہیں رہتی بلکہ ہر صوفی مشرب ان اشغال معینہ و معمولات کی تعلیم اور بذریعہ بیعت داخل سلسلہ کرنے ۔۔۔۔۔ کے لئے کافی ہو سکتا ہے اور اگر مرید اور خلیفہ کو اتباع کامل کی ضرورت ہے اور مرشد کے ساتھ ہم خیال و ہم عقیدہ و ہم عمل ہونا ضروری ہے تو بوجہ اختلاف مسائل معلومہ متذکرہ شبہ اول ان حضرات کے اندر ان کا فقدان ظاہر ہے پس ایسی حالت میں ان حضرات کی خلافت خلافت راشدہ کیونکر تسلیم ہو، اور اگر نہ تسلیم ہو تو حضرت حاجی صاحبؒ کے وہ فرمان جو یا تخصیص حضرت مولانا رشید احمد کے حق میں نافذ ہوئے ہیں کیا معنی رکھتے ہیں اور کس بناء پر ہیں، اور اگر ہر دو حضرات کے معتقدات اور معمولات یکساں قرار دی جائیں تو تطبیق کس طریقہ سے کی جاوے اور قطع نظر دیگر مضامین کے حضرت حاجی صاحبؒ کے رسالہ فیصلہ ہفت مسئلہ کے لئے ایک شرح پر از تاویلات کثیرہ مطلوب ہوگی۔

تیسرا شبہ: یہ ہے کہ حضرت حاجی صاحبؒ کے خلفاء میں باعتبار اختلاف بعض معتقدات و معمولات معلومہ کے دو فریق ہیں اور ہر فریق علماء کا ہے، جن میں ایک فریق مولوی احمد حسن صاحب کانپوری اور شاہ عبدالحق صاحب مہاجر مکی، مولوی عبدالسمیع صاحب میرٹھی وغیرہ کا ہے۔ جن کے معتقدات و معمولات مثل حضرت حاجی صاحب و دیگر متقدمین صوفیہ کرام پیشوایان سلسلۂ چشتیہ صابریہ قدوسیہ کے ہیں اور دوسرا فریق مولوی رشید احمد صاحبؒ و مولوی اشرف علی صاحبؒ و مولوی محمد قاسم صاحبؒ مرحوم وغیرہ کا ہے، جو ان معتقدات و معلومات کو بدعت و ضلالت بلکہ اس سے بھی زیادہ بدتر کہتے ہیں کہ نوبت بشرک و کفر تک پہنچاتے ہیں ۔پس ان ہر دو فریق میں سے خلافت راشدہ کس فریق کی متصوّر ہو سکتی ہے اور حضرت حاجی صاحبؒ کا ایسے دو مختلف العقیدہ والعمل اشخاص کو خلافت عطا فرمانا کیسا عمل ہے؟

پس یہ ہیں وہ اعتراضات و شبہات جن کے جوابات معقول دینے میں اور مخالفین نامعقول کو معقول کر دینے میں مجھ جیسے کم علم محبان خانوادۂ امدادیہ کو دشواری ہوتی ہے، پس اگر والا جناب توجہ فرمائیں اور ان امور کا جواب مفصّل تحریر فرمائیں تو قطع نظر اس کے کہ مخالفین کے جواب دینے میں سہولت ہو جاوے بمصداق لیطمئن قلبی کے موافقین کے انشراح خاطر کے لئے بھی بے غایت بکار آمد اور مفید ہو۔ زیادہ بجز نیاز کے کیا عرض کیا جاوے۔ فقط والسّلام

الجواب: مکرمی السلام علیکم ورحمۃ اللہ و برکاتہ!

بعض امور فی نفسہٖ مباح و جائز ہوتے ہیں مگر مفاسد عارضہ سے قبیح ہو جاتے ہیں، جیسے اعمال متنازعہ فیہا فی زمانناً مثل مجلس مولد شریف و فاتحہ و گیارھویں ونحو ہا ان میں دو طرح کا اختلاف ہوسکتا ہے۔ اوّل یہ کہ ان مفاسد کو قبیح نہ سمجھے یہ اختلاف ضلالت و معصیت ہے۔ دوم یہ کہ ان مفاسد کو قبیح سمجھے اور ان مفاسد کے ساتھ ان اعمال کی بھی اجازت نہ دے مگر بوجہ حسن ظن اور عوام الناس کے حالات تفتیش نہ کرنے سے یہ سمجھ کر کہ لوگ ان مفاسد سے بچتے ہوں گے یا بچ جاویں گے، اجازت دیدی۔ سو یہ اختلاف فی الواقع مسئلہ میں اختلاف نہ ہوا بلکہ ایک واقعہ کی تحقیق کی غلطی ہے جو کہ علم وفضل یا ولایت بلکہ نبوت کے ساتھ بھی جمع ہوسکتی ہے اور اس سے عظمت یا شان یا کمال اور قرب الٰہی میں کچھ فرق نہیں آتا: اَنْتُمْ اَعْلَمُ بِاُمُوْرِ دُنْیَاکُمْ خود حدیث میں ہے۔ حضرت عمرؓ کا مشورہ درباب بشارت یا حضرت علی کرم اللہ وجہہ کا باوجود صدور حکم نبوی ﷺ درباب اجراحد زنا ایک جاریہ کے زچہ ہونے کی وجہ تعمیل حکم میں التوا کرنا اور حضور ﷺ کا اس کو پسند فرمانا خود احادیث صحیحہ میں آیا ہے امید ہے کہ میرے اس مختصر مضمون سے سب شبہات حل ہو گئے ہوں گے مگر احتیاطاً کسی قدر مفصل بھی عرض کرتا ہوں۔

شبہ اول کا جواب: یہ ہے کہ حضرت صاحبؒ کے وہی عقائد ہیں جو اہل حق کے ہیں اور حضرت کا ان اعمال میں شریک ہونا یا تحریراً یا تقریراً اذان فرمانا نعوذ باللہ مبنی فساد عقیدہ پر نہیں ہے، نہ تقیہ پر ہے، بلکہ چونکہ یہ اعمال فی نفسہا جائز ہیں ان کو جائز سمجھ کر کرتے تھے اور گمان یہ تھا کہ فاعلین یا مخاطبین یا حاضرین مجلس بھی ان مفاسد سے مبرا ہوں گے تو بعض جگہ یہ گمان صحیح تھا اور بعض جگہ حسن ظن کا غلبہ تھا اور یہی صورت اکثر تھی اور جو لوگ بدعت اور ضلالت کہتے ہیں نفس افعال کو نہیں کہتے حضرت پر اثر پہنچے، بلکہ مفاسد کو کہتے ہیں جس سے حضرت خود بری ہیں پس حضرتؒ کے قول وفعل کا خلاصہ یہ نکلا کہ یہ افعال بلا مفاسد جائز ہیں اور فتویٰ علماء کا حاصل یہ ہوا کہ یہ افعال مع الفساد ناجائز ہیں سو اس میں کچھ اختلاف نہ ہوا البتہ یہ امر کہ آیا اکثر مواقع میں یہ مفاسد موجود ہیں یا نہیں اس میں حضرت اور علماء کا اختلاف رہا ہے، سو یہ ایک واقعہ میں اختلاف ہے جیسے زید کے کھڑے ہونے میں، اس میں اگر حضرتؒ کو صحیح خبر تحقیق نہ ہو تو حضرتؒ پر الزام و ملامت نہیں، اور نہ اختلاف کرنے والوں کو اس کے خلاف سے کوئی ضرر۔

دوسرے شبہ کا جواب: یہ ہے کہ جو امر یقیناً خلاف ہو اس میں شیخ کا اتباع مرید کو

ضرور نہیں اور جو امر ایسا ہو کہ شیخ کا عقیدہ اس میں صحیح ہے اور کسی واقعہ کی صحیح خبر نہ پہونچنے سے عمل خلاف مصلحت ہو گیا، چونکہ فی نفسہ وہ امر خلاف شرع نہیں حسن عقیدہ و نیت سے شیخ نے کیا ہے وہ خلاف شرع نہیں ہے۔ اس لئے شیخ کی عظمت مرید کے قلب سے ذرہ برابر نہیں گھٹ سکتی، مثلاً اگر کسی شخص نے ہمارے پیغمبر ﷺ کو کھانے میں زہر ملا کر کھلا دیا، اور آپ ﷺ کو اس وقت خبر نہ ہوئی تو صحابہؓ کے قلب سے یہ سمجھ کر کہ حضور ﷺ نے زہر نوش فرمایا ہرگز عظمت کم نہیں ہو سکتی بلکہ یہی کہا جاوے گا کہ آپ ﷺ نے تو کھانا حلال نوش فرمایا ہے مگر زہر کی اطلاع حضور ﷺ کو نہ ہوئی ورنہ ہرگز نوش نہ فرماتے اور اس بناء پر مرید افعال شیخ کو خلاف شرع نہ سمجھے گا جو عظمت کم ہو اور کشف باطن اور نور عرفان سے حق و باطل کا انکشاف کسی درجہ میں مسلم سہی مگر یہاں تو حق و باطل میں شیخ کو التباس ہی نہیں جو انکشاف کی حاجت ہو، اس کا انکشاف تو حاصل ہے کہ فلاں طور پر حق ہے اور فلاں طور پر باطل ہے صرف ایک واقعہ جزئیہ اس کی نظر سے مخفی ہے۔ جس کا مخفی ہونا انبیاءؑ سے بھی مستبعد نہیں خود حدیث میں حضور ﷺ کا ارشاد ہے کہ میں بشر ہوں شاید کوئی شخص اپنے دعویٰ پر حجت شرعیہ قائم کر کے مقدمہ جیت لے اور اس کا حق نہ ہو اور میں اسے دلا دوں، تو وہ دوزخ سے حصہ لے رہا ہے۔

ظاہری حجت پر حضور ﷺ حکم فرما دیتے تھے اور بعض اوقات احتمال ہوتا تھا کہ شاید دوسرے کا حق ہو، حضور ﷺ پر ہرگز کوئی طعن نہیں ہو سکتا۔ آپؐ نے تو حق ہی فیصلہ فرمایا مگر چونکہ واقعہ کی تحقیق صحیح نہ ملی اس لئے صاحب حجت کو غالب فرما دیا، ایسی حالت میں کامل مکمل ہونے میں کوئی شبہ نہیں ہو سکتا بخلاف اس شیخ کے جس کے عقائد یا مسلک میں غلطی یقینی ہو، وہ البتہ قابل شیخ ہونے کے نہیں اور اوپر معروض ہو چکا ہے کہ حضرت کے عقائد یا مسلک میں خلاف نہیں، صرف ایک واقعہ کی تحقیق صحیح نہیں پہنچی۔ پس نہ حضرت پر کوئی شبہ رہا نہ خلفاء کی خلافت راشدہ میں کوئی قدح رہا۔ سلطان نظام الدین اولیاء قدس سرّہ کے خلیفہ کا سماع سے منکر ہونا شیخ کے روبرو مشہور و معروف ہے اور فہیم آدمی کے لئے خود فیصلہ ہفت مسئلہ کی عبارت میں جا بجا تقید کو مرتبہ ضرورت میں سمجھنے کی مذمت مشرح کافی ہے اور مخاصم کے حق میں دفاتر و دساتیر بھی کافی نہیں۔

تیسرے شبہ کی نسبت یہ عرض ہے کہ حضرت کے تمام خدام کی خوش اعتقادی کا دعویٰ ہم نہیں کر سکتے، یقیناً بعض اہل علم کو بعض امور میں لغزش واقع ہوئی ہے، بعض کو تو مسائل میں

غلطی ہوئی ہے جس سے حضرتؒ بالکل مبرا ومنزہ ہیں، اگر وہ حضرت کے قول کی سند ادیں تو بہت یقین کے ساتھ کہا جاتا ہے کہ انہوں نے حضرت کے ارشاد کو نہیں سمجھا، یا حضرت نے غلبہ حال میں کوئی امر فرما دیا جو تاویل کے قابل ہوتا ہے اور ان صاحبوں نے اس کو ظاہر پر محمول فرما لیا۔ چنانچہ اس ناکارہ کے روبرو غلبہ حال میں بعض امور غامضہ فرمائے اور خود حضرتؒ کی حالت سے معلوم ہو گیا کہ اس وقت غلبہ ہے، مگر ممکن ہے کہ اس کی طرف کسی کو توجہ نہ ہوئی ہو اور اس نے اس کو غلبہ حال نہ سمجھا ہو، اس لئے وہ غلطی میں مبتلا ہو گیا ہو۔ یوں بھی ممکن ہے کہ ان حضرات کو حضرتؒ کے طرز کے سمجھنے میں غلطی ہوئی ہو اور اگر غلطی بھی نہیں تو عوام ان کے فعل سے ضرور سیر باد ہوئے۔

سو چونکہ ان صاحبوں کو غلبۂ حال ہی نہیں اور عوام کے حال سے بھی علماء کو بوجہ اختلاط عوام کے اطلاع زیادہ ہوتی ہے اس لئے ان صاحبوں کی غلطی کی تحقیق واقعہ میں یا غلبہ حال کے ارشادات نقل کر دینے میں قابل معذوری نہیں اور مشائخ میں یہ دونوں عذر صحیح ہیں اور مسئلہ کی یقینی غلطی تو کسی کے لئے بھی عذر نہیں، مگر حضرتؒ اس سے بالکل بری ہیں اور حضرتؒ کا خلافت عطا فرما دینا کسی مبتلا غلطی کو بناء بر عدم اطلاع کسی شخص کی غلطی کے ہے، جس کے خلاف شانہٗ ہونا اوپر ظاہر ہو چکا ہے۔ اگر اس کے بعد کوئی شبہ ہو بے تکلف اظہار فرما دیا جائے، میں ایک ضرورت سے دوسری جگہ آیا ہوں شاید دو، چار روز اور رہنا ہو۔ والسلام

راقم اشرف علی عفی عنہ (امداد ج ۴، ص ۶۰)

مستفتی کا دوسرا خط جس میں اس نے پہلے خط کے جواب پر کچھ شبہات کئے ہیں

اجوبۂ مذکورہ پر بعض شبہات اور ان کے جوابات

سوال۔ بخدمت فیض درجت جامع کمالات صوری ومعنوی مولانا مولوی اشرف علی صاحب دامت فیوضہم! پس از سلام مسنون عقیدہ مشحون، معروض آنکہ افتخار نامہ بجواب عریضہ صادر ہو کر کاشف اسرار ہوا اس میں شک نہیں کہ جناب نے بطریق تمہید جواب جو کچھ اجمالاً تحریر فرمایا ہے وہ مخلصین کے اطمینان قلب کے لئے کافی ووافی ہے لیکن منکرین کے لئے ہنوز گنجائش کلام باقی ہے، جس کو جناب کے اس ارشاد کی تعمیل میں (کہ اگر اس کے بعد کوئی شبہ ہو تو بے تکلف اظہار کر دیا جاوے) ذیل میں گذارش کرتا ہوں اور امید ہے کہ اس مرتبہ کافی اور مفصل جواب کے بعد اس معاملہ میں ضرور تصدیعہ باقی نہ رہے گی۔

ہر دو روایات مشورہ کتمان بشارت اور التواء اجراء حد زناء کو تفصیل کے ساتھ ارقام فرما دیجئے اور خلیفہ حضرت مولانا نظام الدین اولیاء قدس سرہ العزیز کی مخالفت بمعاملہ سماع کا قصہ بھی مفصل مع حوالہ کسی کتاب کے اور نیز اسی قسم کی دیگر روایات اگر مستند کتابوں سے بہم پہنچ سکیں رقم فرمایئے اس لئے کہ یہ اکثر دیکھا گیا ہے کہ بمقابلہ دلائل و براہین عقلی و نقلی کے گذشتہ واقعات کی تمثیل متصوفین زمانہ حال میں زیادہ اثر پیدا کرتی ہے بنظر علم شبہات جوابات سابقہ عریضہ سابقہ مع سامی نامہ ہمرشتہ عریضہ ہذا مرسل ہوتا کہ جواب میں سہولت ہو ایک امر محض بنظر اطلاع پیش کرتا ہوں اور وہ یہ ہے کہ اس عریضہ میں میری نظر سے ایک تحریر مولوی احمد حسن صاحب کانپوری کی گذری ہے جس میں رسالہ فیصلہ ہفت مسئلہ کی بابت یہ تحریر تھی (ہفت مسئلہ میں جو ضمیمہ لگایا گیا ہے اس کی عدم رضا حضرت کی طرف سے ثابت ہے مولوی شفیع الدین صاحب سے بتاکید آپ نے فرمایا ہے کہ اشتہار دو اس امر کا ضمیمہ ہمارے خلاف ہے۔

اب اصل مطلب عرض کیا جاتا ہے اور بطریق مدعیانہ شبہ اول کے جواب میں آپ نے ارقام فرمایا ہے کہ چونکہ یہ اعمال فی نفسہا جائز ہیں ان کو جائز سمجھ کر کرتے تھے اور کہتے تھے اور گمان یہ تھا کہ فاعلین ومخاطبین وحاضرین مجلس ان مفاسد سے مبرّا ہوں گے۔ اس موقع پر اس کی تحقیق مطلوب ہوئی کہ وہ مفاسد کیا ہیں جن سے حضرت مبرّا تھے۔ اور دوسروں کا مبرا ہونا اپنے حسن ظن سے فرماتے تھے جہاں تک خیال کیا جاتا ہے مفاسد وہی امور قرار دیئے گئے ہیں جن کو حضرت حاجی صاحبؒ نے مصالح پر مبنی نہ ہونا، ارشاد فرمایا ہے۔ اگر یہ کہا جاوے کہ یہ امور فی نفسہٖ جائز ہیں اور تبدیل نیت اور عقیدہ سے ناجائز ہو جاتے ہیں اس کے بارے میں یہ شبہ ہوتا ہے کہ اول تو نیت و عقیدت کا حال کسی کو معلوم نہیں ہو سکتا۔ دوسرے باستثنائے جہال وعوام عموماً تعلیم یافتہ اور خواص نیک نیتی وخوش عقیدتی کے ساتھ محض ان مصالح پر نظر کر کے جو سلف سے منظور نظر ہیں اس قسم کے اعمال کرتے ہیں اور ان اعمال کے ترک کو بھی صرف بخیال فوت ہو جانے ان مصلحتوں کے یا ترک اقتدار بزرگان پیشین کے مذموم تصوّر کرتے ہیں پھر بھی حالت میں عام طور پر بلا کسی استثناء کے ان علماء کی ممانعت حضرت حاجی صاحبؒ کے ارشاد کے خلاف کیوں نہ سمجھی جاوے کیا حضرت حاجی صاحبؒ کے یہاں جو محفل میلاد شریف ہوتی تھی یا جن محافل کے اندر ہندوستان میں یا مکہ معظمہ وغیرہ میں حاجی صاحبؒ کو شرکت کا اتفاق ہوا ہوگا ان محافل میں تداعی اور کثرت روشنی اور استعمال خوشبو واہتمام فروش و جائے نشست ذاکر کو بلند وممتاز قائم کرنا اور قیام بالتخصیص عند ذکر الولادۃ اور اجتماع ہر خاص و عام کو نہ ہوتا تھ

نہیں ضرور ہوتا تھا پس وہ کون سے مفاسد تھے جن سے حضرتؒ کو عدم واقفیت ولاعلمی تھی اور وہ کون سے واقعات تھے کہ جن سے حضرت بے خبر تھے کہ جس کی بنیاد پر واقعہ کی تحقیق میں غلطی ہونا تسلیم کیا جا سکے۔

شبہ دوم: چونکہ اوّل پر مبنی ہے اس لئے اس کے جواب کا بھی وہی انداز قائم کیا گیا کہ کسی واقعہ کی صحیح خبر نہ پہنچنے سے کوئی عمل خلاف مصلحت مرشد سے سرزد نہ ہو جائے تو اس سے عظمت شیخ کی بابت کوئی ناقص خیال پیدا نہیں ہو سکتا، اول تو حسب اقوال و اعمال متصوّفین سابقین شیخ کے حق میں یہ کلام وگمان بھی کہ عمل خلافِ مصلحت ہوا سوء ادبی ہے کیونکہ باوجود علم واحتمال ایسے اختلافات عظیم کے ایسے شیخ سے عمل خلافِ مصلحت ہو جانا اس کی شان میں فرق ڈالنے والی بات ہے۔ دوسرے یہ امر دریافت طلب ہوا کہ وہ کون سے ایسے واقعات تھے جن کی خبر صحیح حضرتؒ کو نہ پہنچی تھی، جہاں تک خیال کیا جاتا ہے اس امر کا ثابت کرنا سخت متعذر معلوم ہوتا ہے، بلکہ اس کے خلاف شہادتیں تحریری وتقریری ہندوستان میں اکثر موجود ہیں۔

شبہ سوم کا جواب بھی بطرز سابق یہ ارقام ہوا ہے کہ حضرت کا خلافت عطا فرما دینا کسی مبتلائے غلطی کو بناء بر عدم اطلاع اس شخص کی غلطی کے ہے جس کا خلاف شان نہ ہونا اوپر ظاہر ہو چکا، اس معاملہ میں اوّل تو اس بات کا مان لینا کہ حضرت کو ان اشخاص کے احوال واقوال و عقائد اور اعمال کی اطلاع نہ ہو سخت دشوار بلکہ بداہت کا انکار ہے اور کسی طرح قرین عقل نہیں کہ جو لوگ مدتوں خدمت وصحبت میں حاضر رہے ہوں اور نزدیک دور سے فیضان باطنی سے مستفیض ہوتے رہے ہوں ان کے معتقدات اور معمولات سے حضرتؒ بے خبر رہیں اور اگر عیاذ باللہ تمثیل منافقان اوائل زمانہ رسالۃ بے خبری تسلیم بھی کی جاوے تو حضرتؒ پر بڑا الزام یہ عائد ہوگا کہ بلا اطمینان تصحیح حال واعمال خلافت کیوں عطا فرما دی؟ اس لئے کہ یہ امر خلافت تو کوئی دنیا کا کام نہ تھا یا کوئی عبادات یا معاملات کا مسئلہ یا استفتاء نہ تھا کہ جس کی بابت یہ حجت کی جا سکے کہ واقعات وحالات سے بے خبر رہنے کی وجہ سے حکم یا عمل خلاف واقعہ یا مصلحت صادر ہو گیا بلکہ یہ معاملہ تو بالکل نور باطن وتصفیہ قلب وعرفان سے تعلق رکھتا ہے۔ پھر کیوں ان ذریعوں سے مثل بزرگان سلف مریدین کے حالات کو دریافت نہیں کیا تاکہ وہ غلطیاں جن میں بعض خلفاء مبتلا تھے آئندہ سلسلہ میں سنت پیر یا عمل شیخ قرار پا کر شائع نہ ہونے پائیں۔ کیوں مراۃ قلب حضرتؒ میں ان خلفاء کے بعض عقائد و اعمال فاسدہ کا عکس جیسا کہ اکثر بزرگوں کے حالات میں مذکور ہوتا ہے منعکس نہیں ہوا، اب ان امور کا جواب بعد ملاحظہ وتوجہ تحریر اول

کے ارشاد فرمایا جاوے، اور پہلے پتہ کے موافق ارسال فرمایا جاوے۔ اگرچہ اس میں شک نہیں کہ اس فضول کام میں جناب کے اوقات عزیز کا صَرف کرانا نہایت بے موقعہ/تصدیعہ وہی ہے مگر بمقتضائے ضرورت نظر یہ اشفاق عمیم جناب والا مجبوراً تکلیف دی گئی۔ فقط زیادہ نیاز۔

الجواب: از خاکسار اشرف علی عفی عنہ، السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ،

میں ہنوز حرِ تھاول میں ہوں اس لئے آپ کا خط دیر میں ملا آپ نے جو تحریر فرمایا ہے کہ منکرین کے لئے ہنوز گنجائش کلام باقی ہے سو احقر نے پہلے بھی منصفین کے لئے لکھا تھا اور اب بھی اسی غرض سے لکھتا ہوں منکرین کے لئے پہلے ہی خط میں لکھ چکا ہوں کہ دفاتر بھی کافی نہیں خلاصہ یہ کہ تحقیق حق مقصود ہے مناظرہ مقصود نہیں نہ آج کل اس سے کوئی نفع لہٰذا تمام تر تحریرات میں اس کا منکرین سے قطع نظر کر لیجئے اپنے شبہات کو البتہ رفع کر لیجئے دوسروں سے اگر گفتگو ہو تو وہ اگر منصف ہوں تو ان کو علماء کا حوالہ دیجئے خود وہ اپنے شبہات رفع کر لیں آپ کیوں فکر فرماتے ہیں اور اگر وہ معاند ہو جانے دیجئے۔ ان کے ساکت کر دینے کا کوئی شرعاً مکلف نہیں پھر تعب برداشت کرنا ایک فضول امر کے لئے کس کو ضرورت پڑی ہے۔

مشورہ کتمان بشارت مشکوٰۃ کی کتاب الایمان میں موجود ہے التوی حدّ زکا قصہ مسلم وابو داؤد وترمذی میں موجود ہے ہکذا فی التیسیر فی کتاب الحدود، اور مسلم میں ایک اور قصہ مذکور ہے کہ حضرت علیؓ کو ایک شخص کی گردن مارنے کا حکم فرمایا چونکہ وہ شخص ام ولد کے ساتھ متہم کیا گیا تھا۔ حضرت علیؓ نے اس کو مجبوب پا کر چھوڑ دیا اور آپ نے تحسین فرمائی۔ معاملہ خلیفہ سلطان جی کا غالباً انوار العارفین میں مذکور ہے دیگر روایات کی تلاش کی چونکہ ضرورت نہیں اس لئے اس کا قصد نہیں کیا گیا جب کہ ایک دلیل بھی کافی ہے اگر یہ امر قابل اطلاع تسلیم بھی کر لیا جاوے تو بھی مضر نہیں کیونکہ ممکن ہے کہ حضرتؒ کی خدمت میں ضمیمہ اس طرح اور ایسے عنوان سے پیش کیا گیا ہو کہ حضرت مظنہ انکار نفس اعمال یا مع القیود والمباحہ بلا لزوم المفاسد کا ہو گیا ہو اس بناء پر اظہار مخالفت مانعین کو مضر نہیں ہے، جو مفاسد آپ نے دریافت فرمائے ہیں اگر آپ اصلاح الرسوم کی مفصل بحث میلاد شریف یا رسالہ طریقہ مولد شریف از تالیف احقر ملاحظہ فرمائیں تو ان مفاسد کا بخوبی انکشاف ہو جائے مگر یہاں بھی ان کا خلاصہ واصل الوصول عرض کئے دیتا ہوں۔

وہ مفسدہ یہی تبدیل نیت وعقیدہ ہے اور اس پر جو شبہ لکھا ہے اس کا حاصل یہ ہے کہ عقیدہ ونیت کا حال بلا اظہار البتہ معلوم نہیں ہو سکتا، مگر جب اہل عقیدہ اپنے قول سے یا فعل سے اس کا اظہار کر دیں تو معلوم ہو جاوے گا۔ چنانچہ ان صاحبوں کی مجموعی حالت سے اعتقاد کا

حال صاف صاف ظاہر ہوتا ہے، مختصر امتحان یہ ہے کہ اگر یوں مشورہ دیا جاوے کہ جو قیود فی نفسہا مباح اور جائز الفعل والترک ہیں ان کو دس بار کرتے ہیں تو دس بار ترک بھی کر دو، تا کہ قولاً وفعلاً اباحت ظاہر ہو جاوے۔ تو اس قدر شاق ہو گا کہ فوراً مخالفت پر آمادہ ہو جائیں گے۔ اگر سچ مچ ان امور کو ضروری نہیں سمجھتے تو اس شاق گزرنے کی کیا وجہ؟ اکثر عوام کا تو یہی حال ہے، اگر کسی تعلیم یافتہ فہیم کا یہ عقیدہ بھی ہو تو غایت مافی الباب اس کے لئے علت ممانعت یہ نہ ہو گی، مگر یہ لازم نہیں آتا کہ کسی دوسری علت سے بھی منع نہ کیا جاوے۔ اگر کوئی دوسری علت منع کی پائی جاوے گی تو ان کو بھی روکیں گے وہ علت ابہام جاہل ہے۔ یعنی خواص کے کسی فعل مباح سے اکثر عوام کے عقائد میں فساد آنے کا اندیشہ غالب ہو تو خواص بھی مامور بترک مباح ہوں گے۔ شامی محشی در مختار نے بحث کراہت تعیین سورۃ میں یہ قاعدہ لکھا ہے کہ جہاں تغیر مشروع ہو یا ابہام جاہل ہو وہاں کراہت ہو گی۔ پس عوام الناس تغیر مشروع کی وجہ سے رو کے جاتے ہیں اور خواص ابہام جاہل کی وجہ سے۔ یہی وہ مفسدہ ہے جس کا مخفی رہ جانا اور ملتفت الیہ نہ ہونا بعید نہیں، اکثر مفاسد نیات وعقائد وعوام کے بزرگان واکابر سے مخفی رہتے ہوئے روز و شب مشاہدہ میں آتے ہیں۔

شبہ دوم کا جواب بھی اسی تقریر سے نکل آیا، سوءِ ادب کا شبہ اہل فہم سے نہایت بعید ہے، جب انبیاءؑ سے زلت کے صدور کے معتقد و قائل ہونے میں سوءِ ادب لازم نہیں آیا تو اولیاء کرام کے حق میں کون سی بات سوءِ ادب کی ہے؟ ہاں سوءِ ادب کی ایک طرح ہے بھی کہ بلاضرورت ان زلاّت کو گاتا پھرے، اور جو شخص مقام تحقیق احکام شرعیہ میں ان زلات کا ذکر کرے، در باب احکام کے ان کا حجت نہ ہونا بیان کرے یہ ہرگز بے ادبی نہیں بلکہ عین ادائے مامور بہ ہے۔ اور یہ امر دریافت طلب کہ وہ کون سے واقعات تھے اس کی تحقیق اوپر ہو چکی ہے اور وہاں یہ بھی ثابت کر دیا گیا ہے کہ ایسے مفاسد دقیقہ عوام کا خواص سے مخفی رہنا شب و روز مشاہدہ میں آرہا ہے اور ایک شہادت تحریری یا تقریری بھی اس کے خلاف پر قائم نہیں، البتہ اس کی موافقت میں بے شمار شہادتیں ہیں۔

شبہ سوم: کا جواب بھی مضامین مذکورہ بالا میں نظر کرنے سے صاف ظاہر ہے، یعنی اوپر ظاہر ہو چکا ہے کہ مفسدہ دو ہیں، تغیر مشروع اور ابہام جاہل۔ سو ایک عالم کے عقائد میں ایسا فساد کہ تغیر مشروع کی نوبت آوے اگر مستبعد بھی ہو مگر ابہام جاہل یعنی ان کے عمل سے عوام مبتلا فساد ہو جاویں ہرگز مستبعد نہیں، اور چونکہ حضرتؒ کی خدمت میں حاضر رہنے تک نہ ان

صاحبوں کو ان اعمال کے مستقل اہتمام کا موقع ملا۔ نہ وہاں کی حاضری میں مقتدا ہونے کا خاص موقعہ ملا، البتہ ہندوستان میں پہنچ کر شان پیشوائی ظاہر ہوئی، ان اعمال کا اہتمام بھی کیا، معتقدین کا ہجوم بھی ہوا، ابہام کی نوبت بھی آئی، تو اس ابہام کا زمانہ حاضری میں مشاہدہ کب ہو سکتا تھا، پھر مخفی رہنے میں کوئی استبعاد نہیں، اب شبہ تمثیل منافقاں وعطائے خلافت بلا تحقیق سب زائل ہو گیا، اور یہ سوال کہ نور باطن سے حضرت کو کیوں نہ معلوم ہو گیا یا کیوں نہ معلوم کر لیا؟ اس کا حاصل یہ ہوا کہ آپ کو کشف کیوں نہ ہوا یا آپ نے قوت کشفیہ کو کیوں نہ استعمال کیا۔ سو جو لوگ اس فن سے واقف ہیں ان کے نزدیک اس کا جواب بدیہی ہے کہ کشف امر اختیاری نہیں نہ امر دائمی ہے، اس لئے یہ سوال ضعیف ہے۔ اس پر جو تفریعات کی ہیں وہ بھی سب اسی طرح مدفوع ہیں۔

اب آخر میں یہ عرض ہے کہ اگر کوئی نیا شبہ ہو تو تحریراً طے فرمانے کا مضائقہ نہیں اور اگر مثل خط دوم کے پہلے ہی شبہات کا اعادہ اور ان کے جوابوں کی توضیح کا لکھنا مدنظر ہو تو اس تطویل سے بہتر ہو گا کہ اگر خود تشریف لا کر فیصلہ فرمالیں۔ کیونکہ تحریر میں بہت سے امور مفصل و مشرح ہو جانے سے رہ جاتے ہیں اور غیر ضروری امر میں وقت صرف کرنا دریغ و شاق معلوم ہوتا ہے۔ فقط والسلام (امداد، ج ۴، ص ٦٦)

فرق درمیان رسم بیعت و درمیان بعضے بدعات

سوال: زید کہتا ہے کہ مولود، قیام مولود، عرس، فاتحہ وغیرہ گو فی نفسہ مباح ہیں مگر آجکل کے عوام چونکہ ان کو عملاً یا علماً ضروری جانتے ہیں اس لئے ان کا ترک کرنا واجب ہے، مگر اس کہنے کے ساتھ زید پیری مریدی کو عملاً و علماً اچھا جانتا ہے۔ عمرو کہتا ہے کہ جس طرح مولود، قیام مولود، عرس، فاتحہ وغیرہا گو فی نفسہ مباح ہیں مگر عوام کی اصلاح عقائد و اعمال کی غرض سے ان کا ترک کرنا واجب ہے، اسی طرح آج کل کی پیری مریدی ہے، بلکہ سچ پوچھو تو مولود، عرس فاتحہ کرنے والوں کے عقائد و اعمال اتنے خراب نہیں جتنے آج کل کے پیروں، مریدوں کے ہیں۔ اور یہ بالکل کھلی ہوئی بات ہے دلیل کی محتاج نہیں، پھر مولود وغیرہ کے ترک کو مصلحتاً واجب کہنا اور پیری مریدی کو نہ کہنا بلکہ اس کی ترویج میں کوشش کرنا خلاف حق پرستی ہے یا نہیں؟ اگر پیری مریدی کو قائم رکھ کر اس کے زوائد کی اصلاح کرنا چاہئے تو مولود وغیرہ کو بھی قائم رکھ کے ان کے زوائد کی اصلاح کرنا چاہئے۔ ایک کو تو سرے سے ترک کریں اور ایک کے زوائد کی

اصلاح کریں، یہ انصاف کے خلاف ہے۔ اگر کہا جاوے کہ اصلاح باطن فرض ہے اور یہ ممکن نہیں جب تک پیری مریدی قائم نہ رکھی جاوے اور اس کے سب زوائد نہ برتے جاویں۔ کہا جاوے گا کہ مولود، عرس، فاتحہ وغیرہ بھی آج کل زیادہ تر انہی لوگوں میں ہے جو پیری مریدی کرتے ہیں اور غالباً ہمیشہ انہی لوگوں میں زیادہ تر یہ چیزیں رہی ہیں جس سے معلوم ہوتا ہے کہ اصلاح باطن میں ان کو بھی کچھ دخل ضرور ہے۔ ورنہ ظاہر میں تو نہ مولود سے قلب کی اصلاح ہوتی ہے، نہ پیر کا شجرہ لینے اور پڑھنے سے۔ اگر شجرہ لینے اور پڑھنے سے قلب کی اصلاح ہوتی ہے تو مولود پڑھنے سے کیوں نہیں ہوتی؟ اور بالفرض مولود وغیرہ سے کچھ نہیں ہوتا اور شجرہ لینے اور پڑھنے سے سب کچھ ہوتا ہے، لیکن جب عوام کی اصلاح خواص پر واجب ہے اور عوام صوفیہ ان زوائد کو علماً ضروری خیال کرتے ہیں اور مقصود بالذات سے بھی بڑھکر سمجھتے ہیں تو خواص کو چاہئے کہ نہایت اہتمام سے اس کو ترک کریں اور ترک کی ترغیب دلائیں مگر اس وقت معاملہ اس کے برعکس ہے۔

الجواب: قاعدہ کلیہ ہے کہ جو امر شرعاً مطلوب و مقصود ہو اور اس میں مفاسد منضم ہو جاویں تو اس امر کو ترک نہ کریں گے خود ان مفاسد کا انسداد کریں گے، اور جو امر مقصود نہ ہو اس میں غلبہ مفاسد سے خود اس امر کو ترک کردیں گے، دلیل اس قاعدہ کی رسالہ طریق مولد شریف میں مذکور ہے۔ پس طریقۂ بیعت کو موقوف علیہ نسبت باطنیہ کا ہے جو خود واجب ہے مفاسد شرعیہ سے ہو تو اس میں جو مفاسد ہوں ان کو دفع کیا جاوے گا، مثلاً نااہلوں سے بیعت کرنے کی ممانعت کریں گے، بیعت کے بھروسے اعمال میں تہاون کرنے سے روکیں گے، شریعت و حقیقت کو متغائر و متضاد سمجھنے سے منع کریں گے، و مثل ذلک اور خود طریقۂ مذکورہ کو محو نہ کریں گے بخلاف دیگر اعمال مذکورہ سوال کے کہ مقاصد شرعیہ سے نہیں اور مشتمل مفاسد شرعیہ پر ہیں اس لئے قابل ترک ہوں گے اور اعمال مذکورہ کو اصلاح باطن میں مطلق دخل نہیں نہ شجرہ کو اس سے کوئی تعلق ہے نہ پیری مریدی میں شجرہ شرط ہے۔ اگر شجرہ میں کوئی مفسدہ دیکھا جاوے گا اس کو بھی روک دیں گے۔

پس قیاس کرنا ان کو پیری مریدی پر قیاس مع الفارق ہے، کیونکہ اس طریقہ کا اصلاح باطن کے لئے موقوف علیہ ہونا دلیل سے ثابت ہے، بخلاف ان افعال کے کہ کسی دلیل سے اس کا شرط اصلاح ہونا ثابت نہیں، بلکہ بوجہ مخالفت شریعت کے مضر ہونا ثابت ہے۔

فافترقا واللہ اعلم۔ ۱۸ ذیقعدہ ۱۳۲۰ھ (امداد، ج ۴، ص ۷۵)

تحقیق سنت و بدعت

سوال : زید کہتا ہے کہ بدعت کی دو قسمیں ہیں، حسنہ و سیئہ۔ عمرو کہتا ہے کہ بدعت ہمیشہ سیئہ ہی ہوتی ہے، زید کی دلیل یہ ہے کہ حضرت عمرؓ نے اپنی تراویح کو بدعت اور نعم البدعت کہا، عمرو کی دلیل یہ ہے کل بدعت ضلالۃ بدعت کی تعریف حدیث میں تو کہیں مذکور نہیں مذکور ہو تو تحریر فرمائی جاوے بدعت کی جو کچھ تعریف ہو مگر اس میں شک نہیں کہ اس وقت یہ پہچاننا کہ یہ امر بدعت ہے یا نہیں نہایت مشکل نظر آتا ہے، صحابہؓ کے حالات دیکھنے سے معلوم ہوتا ہے کہ وہ ان امور کو بھی بدعت کہتے تھے جو فی نفسہا مباح اور بظاہر موجب ثواب تھے مگر حضرت رسالت مآب ﷺ سے ثابت نہ تھے، مثلاً تشہد کے اول بسم اللہ پڑھنا، قرآن مجید کا جمع کرنا، چنانچہ اسباب میں حضرت ابو بکر و حضرت انسؓ کا جو کچھ قصہ ہے صحاح میں موجود ہے چھینکنا اور اس کے بعد السلام علیکم یا اس کے مثل کچھ الفاظ کہنا، اذان کے بعد نمازیوں کا پکارنا چنانچہ اسباب میں حضرت ابن عمرؓ کا غصہ فرمانا اور اس مسجد میں نماز نہ پڑھنا صحاح میں موجود ہے۔ غرض اس قسم کے ہزاروں امور ہیں جو فی نفسہا مباح ہیں یا بظاہر ثواب ہیں مگر چونکہ حضرت رسول اللہ ﷺ سے قولاً فعلاً تقریراً ثابت نہیں، اس لئے صحابہ ان کو بدعت کہتے ہیں اور نہایت ہی برا جانتے ہیں۔ اب اس زمانہ میں مباح الاصل چیز تو کسی طرح ہو ہی نہیں سکتی۔ اور جس مباح الاصل چیز میں بظاہر کچھ ثواب کی جھلک ہے وہ تو سنت اور عبادت مقصودہ ہی خیال کی جاتی ہے ؎

ببیں تفاوتِ رہ از کجاست تا بہ کجا

اس بلا میں آج کل سب ہی مبتلا ہیں مگر حضرات صوفیہ سب سے زیادہ مبتلا نظر آتے ہیں کتب احادیث میں لاکھوں دعائیں آنحضرت ﷺ سے منقول ہیں مگر اس فرقہ میں شاید کوئی دعا بھی حدیث کی معمول بہ نہیں، اگر ہے تو ترمیم کے ساتھ حالانکہ خود حدیث سے ترمیم کی ممانعت نکلتی ہے ایک صحابی کو آپ ﷺ نے تعلیم فرمایا اللّٰھم اسلمت نفسی الیک و وجھت و جھی اِلَیکَ رغبۃ ورھبتہ والجات ظھری الیک لا ملجا ولا منجا الا الیک امنت بکتابک الذی انزلت ونبیک الذی ارسلت. صحابی نے نبیک کی جگہ رسولک کہہ دیا اس پر آنحضرت نے منع فرمایا صحابی غالباً یہ ترمیم اس خیال سے کی تھی کہ نبی کے لفظ سے رسول کے لفظ میں زیادہ تعظیم ہے، مگر آنحضرت ﷺ نے یہ تعظیم ناپسند فرمائی، اور اپنے الفاظ کے کہنے پر تاکید فرمائی، اس سے صاف ظاہر ہے کہ لوگ خصوص حضرات صوفیہ

جوادعیہ مسنونہ میں ترمیم کر دیتے ہیں یہ ممنوع اور ناپسند ہے خیر ترمیم ہی سہی، مگر دیکھا جاتا ہے تو موجودہ زمانہ کے صوفیہ ادعیۃ مسنونہ ترمیم شدہ بھی نہیں پڑھتے، بلکہ اپنے بزرگوں اور سلسلہ والوں کی تصنیف کردہ شدہ دعائیں وغیرہ پڑھتے ہیں اور ان کو زیادہ مفید اور مقبول خیال کرتے ہیں، یہ بدعت نہیں تو اور کیا ہے مدارس اسلامیہ اور ان کے جزی انتظامات صوفیہ کے اذکار اشغال وغیرہ سب بدعت نظر آتے ہیں گو بعض ذہین لوگ ان میں یہ تاویل کرتے ہیں کہ مقصود بالذات اصلاح قلب ہے جو فرض ہے۔ اور یہ صورتیں مقصود بالعرض ہیں، مقصود بالعرض میں تصرّف کرنا جائز ہے، مقصود بالذات میں تصرّف نہ کرنا چاہئے، اور مثال میں حج و جہاد اور توپ اور ریل وغیرہ کو پیش کرتے ہیں، مانا کہ یہ تاویل ٹھیک ہے مگر جو لوگ یہ تاویل کرتے ہیں انہیں کا یہ خیال بھی ہے کہ مقصود بالعرض اور سنت زائدہ کو اس طرح ادا نہ کرو کہ جس اس کے علماً یا عملاً واجب ہونے کا شبہ ہو بلکہ جس وقت عوام کو یہ شبہ ہو تو خواص کو ان کا ترک کرنا واجب ہے، سنت زائدہ کے متعلق وہ کہتے ہیں کہ کبھی کرو کبھی نہ کرو جس طرح آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم صوم نفل کبھی رکھتے تھے کبھی نہیں رکھتے تھے، بعد نماز کبھی داہنی طرف پھر جاتے تھے کبھی بائیں طرف، آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم قولاً یا فعلاً یا تقریراً بتا دیتے تھے کہ یہ فعل کس درجہ کا ہے، آج کل کے مدارس اسلامیہ اور صوفیہ کے اذکار و اشغال کو دیکھو تو معلوم ہوتا ہے کہ یہ اپنی ہر ہر بات کو عملاً ضروری جانتے ہیں حالانکہ ان کو طرزِ عمل سے بتانا چاہئے یہ مقصود بالعرض ہیں ان کا یہ بھی خیال ہے کہ سنت مؤکدہ کو بھی ضرورت کے وقت ترک کرنا واجب ہے، مثلاً عوام کسی سنت مؤکدہ کے ساتھ واجب کا معاملہ کرتے ہیں تو خواص کو یہ سنتِ مؤکدہ ترک کرنا چاہئے مگر بہت سی باتوں میں ہم اس کے خلافِ نظیر پاتے ہیں، مثلاً رکوع میں سبحان ربی العظیم کہنا سنت ہے، اب تمام جہان کے لوگ عملاً دونوں کو واجب و فرض بتاتے ہیں، بلکہ قول و فعل و تقریر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو دیکھو تو بھی یہی معلوم ہوتا ہے کہ عملاً دونوں ایک ہی شان رکھتے ہیں گو علماً ایسا نہ ہو اس سے یہ بات معلوم ہوتی ہے کہ ضرورت کے وقت بھی فرض و سنت میں عملاً فرق کرنا ضروری نہیں صرف علماً فرق کرنا کافی ہے اب یہ ارشاد ہونا چاہئے کہ فرائض و واجبات و سنن و نوافل وغیرہ میں علماً اور عملاً دونوں طرح فرق کرنے کی ضرورت ہے یا صرف علماً، ان کے لئے کوئی قاعدہ کلیہ حدیث و فقہ سے مستنبط کیا گیا ہے یا علماء کی رائے پر چھوڑا گیا ہے، فقط،

الجواب: قاعدہ کلیہ اس باب میں یہ ہے کہ جو امر کلیاً یا جزئیاً دین میں نہ ہو اس کو کسی شبہ میں جزو دین علماً و عملاً بنا لینا بوجہ مزاحمت احکامِ شرعیہ کے بدعت ہے دلیل اس کی حدیث صحیح

ہے۔ من احدث فی امرنا ھذا ما لیس منہ فھو رد. کلمہ من اور فی اس مدعا پر دلالت کر رہے ہیں اور حقیقی بدعت ہمیشہ سیئہ ہی ہوگی اور بدعت حسنہ صوری بدعت ہے حقیقۃً بوجہ کسی کلیہ میں داخل ہونے کے سنت ہے، پس تقسیم بدعت الی الحسنہ والسیئہ کا اثبات اور نفی محض نزاع لفظی ہے کہ اثبات بناء برصورت کے ہے، اور نفی بناء برحقیقت کے، ولا مشاحۃ فی الاصطلاح اس قاعدہ کلیہ کے اتقان اور امعان کے بعد سب شبہات مذکورہ سوال دفع ہو گئے۔ بدعت کی تعریف بھی حدیث سے معلوم ہوگئی اور حدیث تراویح و حدیث کل بدعۃ میں بھی تعارض نہ رہا اور یہ بھی معلوم ہو گیا کہ صحابہؓ نے محض اس وجہ سے کسی امر کو بدعت نہیں کہا کہ عہد برکت مہد میں نہ تھا، ورنہ یہ کیسے ہوسکتا ہے کہ اول ایک امر کو بدعت سمجھیں اور پھر بلا اس کے کہ اس کا وجود بعینہ زمانہ مبارک میں نقل سے ثابت ہو اس کے بدعت ہونے سے رجوع فرمالیں، جیسا مناظرہ متعلقہ جمع قرآن میں واقع ہوا۔ اس سے صاف معلوم ہوا کہ بناء کلام تعریف مذکور پر ہے، ظاہر نظر میں ایک امر جزو دین نہ معلوم ہوا، انکار کرنے لگے۔ بعد غور کے کسی کلیہ شرعیہ میں داخل نظر آیا انکار سے رجوع کر لیا، اور اس سے باقی جزئیات مشتبہ کا حکم بھی معلوم ہو گیا۔ جہاں محذور مذکور لازم آوے گا وہ بدعت ہوگا گو ظاہراً مستحسن ہو، اور جہاں وہ محذور لازم نہ آوے گا وہ سنت ہوگا، گو صورتاً بدعت ہو۔

امید ہے کہ قدرے تامل سے سب شبہات کے حل ہونے کے لئے کافی ہوگا اسی لئے حاجت تفصیل جواب کی نہیں سمجھی گئی، اگر بعد تامل بھی کسی جزئی میں اشتباہ باقی رہے تو بالیقین ظاہر کرنا چاہئے۔ ۱۸ ذی قعدہ ۱۳۲۰ھ (امداد ج۴ ص ۷۶)

حکم جلسۂ رجبی

سوال: چند سال سے ہندوستان کے کئی مقامات میں رجبی شروع ہونے لگی ہے یعنی ۲۷، ۲۸ شب کو حضور سرور کائنات محمد ﷺ کے معراج کا حال پڑھا جاتا ہے اور بڑا مجمع ہوتا ہے اور کثرت سے روشنی کا سامان فراہم ہوتا ہے اور بعض جگہ اسی مجلس میں بعد بیان معراج شریف قوالی ہوتی ہے اور حال آتا ہے اور یوماً فیوماً اس کی ترقی ہے، تو براہ مہربانی شریعت کی رو سے اس کے مضار و منافع سے مطلع فرمایئے کہ اس کا کرنے والا اور شریک ہونے والا اور مدد دینے والا داخل حسنات ہوگا یا موجب سیئات؟

الجواب: جلسہ رجبی بہیئت متعارفہ زمانہ ھذا میں جو منکرات مجتمع ہیں وہ ظاہر ہیں التزام ما لا یلزم جس کی کراہت فقہاء کے کلام میں منصوص ہے اور بہت فروع فقیہ کو اس پر

متفرع کیا ہے۔کما لا یخفیٰ علی الماہر، کثرت روشنی میں اسراف کا ہونا جس کی ممانعت منصوص قرآنی ہے۔اس میں تداعی کا اہتمام جو تطوعات کے لئے مکروہ ہے، اسی بنا پر جماعت نافلہ کو مکروہ کہا ہے، اور بھی جس قدر منکرات کو محققین نے مجالس متعارفہ میلاد میں ذکر کیا ہے اکثر بلکہ کل مع شئی زائد اس میں مجتمع ہیں، بالخصوص اگر اس کے ساتھ قوالی بھی ہو تو منکرات مضاعف ہو جاویں گے، کیونکہ مجالس متعارفہ سماع میں شرائط اباحت محض مفقود ہیں اور عوارض مانعہ بکثرت موجود ہیں۔چنانچہ حضرت امام غزالیؒ کی تحقیق سماع متعارف پر منطبق کرنے سے اس کی تصدیق ہو سکتی ہے۔بناء بر وجوہ مذکورہ جلسۂ مذکورہ کے داعی اور مساعی و بانی و معین و شریک سب کے سب شرعاً قابل ملامت و تشنیع ہوں گے، طالب حق کے لئے یہ مختصر کافی ہے اور مخاصم کے لئے دفتر کے دفتر غیر وافی ہیں۔ ۲ شعبان ۱۳۲۰ھ (امداد، ج ۴، ص ۷۹)

حکم تعزیہ و فرق درمیان تعزیہ و دیگر صورت غیر ذی روح

سوال: مقام ۔۔۔۔۔۔ میں بیس پچیس گھر اہل سنت والجماعت حنفی کے ہیں اور باقی آبادی شیعہ کی ہے، وہ یہ کام کرتے ہیں کہ محرم میں تعزیہ بناتے ہیں اور مہندی چڑھاتے ہیں اور علم نکالتے ہیں اور تاشے ڈھول بجاتے ہیں۔اب عرض ہے کہ تعزیہ بنانا جائز ہے یا نہیں؟ اور اس میں باچھ دینی جائز ہے یا نہیں اور اس میں کوئی شئے مثل فرش وغیرہ سائبان و روشنی دینی جائز ہے یا نہیں؟ اور اگر اس میں کوئی شخص باچھ دیوے تو اس کے لئے کیا حکم ہے اور تعزیہ کب سے بنایا جاتا ہے اور کس وجہ سے بنایا گیا اور یہ لوگ کہتے ہیں کہ نقل روضۂ امام حسینؓ کی ہے مکان کی نقل جائز ہے، جاندار کی شبیہ بنانا منع ہے۔آیا یہ صحیح ہے یا نہیں؟

الجواب: غیر ذی روح یعنی بے جان کی شبیہ بنانا اس وقت جائز ہے جبکہ اس پر کوئی مفسدہ یعنی خرابی مرتب نہ ہو ورنہ حرام ہے۔في الدر المختار والغير ذی روح لایکره لانها لا تعبد قلت علل عدم الكراهة بانها لا تعبد فهذا نص على انه لو كان تعبد لا يجوز۔ اور تعزیہ کے ساتھ جو معاملات کئے جاتے ہیں ان کا معصیت و بدعت بلکہ بعض کا قریب بہ کفر و شرک ہونا ظاہر ہے، اس لئے اس کا بنانا بلا شک ناجائز ہوگا اور چونکہ معصیت کی اعانت معصیت ہے اس لئے اس میں باچھ یعنی چندہ دینا یا فرش و فروش و سامان روشنی سے اس میں شرکت کرنا سب ناجائز ہوگا اور بنانے والا اور اعانت کرنے والا دونوں گناہگار ہوں گے اور تاریخ ایجاد و وجہ ایجاد تعزیہ کی مجھ کو تحقیق نہیں نہ اس کی ضرورت۔فقط

واللہ اعلم۔ ۱۳ محرم ۱۳۲۱ھ (امداد، ج ۴ ص ۸۰)

استفتاء در بارہ حکم تعزیہ در مذہب سنت والجماعت

سوال: کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیان شرع متین اس مسئلہ میں کہ ہم لوگوں کا مذہب اہل سنت والجماعت حنفی ہے اور ہمارے محلہ میں جو مسجد ہے ہم لوگوں کی خود تعمیر کرائی ہوئی ہے، قدیم سے ہمارے بزرگ اور ہم اس مسجد میں پنج وقتہ با جماعت نماز پڑھتے ہیں اور ہمارے ہی مقرر کردہ پیش امام اور مؤذن ہیں، مگر چونکہ گاؤں میں اکثر زمیندار اہل تشیع ہیں، ان کے ایماء سے ایک فقیر جو مذہبا شیعہ ہے، عشرہ محرم کے دنوں میں ایک تعزیہ بنا کر ہماری مسجد میں رکھ دیتا ہے جو ہم کو ہمیشہ ناگوار خاطر ہوا ہے، مگر امسال اہل تشیع نے اہل سنت کی دل آزاری کے واسطے یہ حرکت اور زیادہ کرائی کہ طوائفوں کو بلا کر ترغیب دے کر مسجد میں مرثیہ پڑھوایا اور ماتم کروایا۔ جس سے علاوہ مسجد کی بے حرمتی کے ہم لوگوں کو اندیشہ ہے کہ ہمارے بچوں اور عورتوں کے عقیدے خراب ہو جاویں۔ ایسی حالت میں علمائے کرام اہل سنت والجماعت سے التماس ہے کہ جو حکم شرع شریف میں اس بارے میں ہو وہ تحریر فرمایا جاوے تا کہ مجبور ہو کر ہم لوگ عدالت سے چارہ جوئی کریں اور اس تعزیہ کو آئندہ کے لئے اس مسجد اور محلہ سے علیحدہ کرا دیں تا کہ ہمارا مذہب اور تربیت بچوں اور عورتوں کی محفوظ رہے۔ فقط، حد ادب، بینوا توجروا۔

الجواب: قال الله تعالیٰ وَمَنْ اَظْلَمُ مِمَّنْ مَّنَعَ مَسَاجِدَ اللهِ اَنْ يُّذْكَرَ فِيْهَا اسْمُهٗ وَسَعٰى فِىْ خَرَابِهَا ۔الآیة.والحذاب عام للخراب الصوری والمعنوی الحدیث مساجد هم عامرة وهی حذاب والحذاب المعنوی او ضاعة حقوقها والتفريط فی احترامها ومن حقوقها صونها عن المنكرات التی وردت النصوص بصونها فمنها ما قال رسول الله ﷺ من سمعه رجلا ينشد ضالة فی المسجد فليقل لاردها الله عليک فان المساجد لم تبن لهذا.رواه مسلم ومنها ماقال ﷺ من اكل من هذه الشجرة الْمُنْتِنَةِ فلا يَقْرِبَنَّ مسجدنا فان الملائكة تتاذی مما يتاذی منه الانس متفق عليه. و منها ماروی عنه ﷺ انه نهی عن تناشد الاشعار فی المسجد وعن البيع والاشتراء فيه وان يتحلق للناس يوم الجمعة قبل الصلوٰة فی المسجد .رواه ابو داؤد والترمذی و منها

ما قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم یأتی علی الناس زمان یکون حدیثھم فی مساجد ھم فی امر دنیاھم فلا تجالسو ھم فلیس للہ فیھم حاجة. رواہ البیھقی فی شعب الایمان ومنھا ماروی ان النبی ﷺ دخل یوم الفتح و حول البیت ستون و ثلاث مائة نصب فجعل بطعنھا بعود فی یدہ ویقول جَاءَ الْحَقُّ وَزَهَقَ الْبَاطِلُ اِنَّ الْبَاطِلَ كَانَ زَهُوْقًا جَاءَ الْحَقُّ وَ مَا يُبْدِئُ الْبَاطِلُ وَمَا يُعِيْدُ للشیخین والترمذی ومنھا ان النبی ﷺ امر عمرؓ زمن الفتح و ھوبالبطحاء ان یأتی الکعبه فیمحو کل صورة فیھا فلم یدخلھا النبی ﷺ حتی محیت کل صورة فیھا لابی داؤد .

روایات بالا سے یہ امور مستفاد ہوئے :۔(۱) مسجد میں اشعار خوانی کا شغل جائز نہیں (۲) مسجد میں وہ فعل مباح بھی جائز نہیں جس کے لئے مسجد نہیں بنائی گئی ، حتی کہ اپنی گمشدہ چیز کے لئے اعلان کرنا ، خرید وفروخت کرنا ، دنیا کی باتیں کرنا ان کے لئے جمع ہو کر بیٹھنا (۳) بدبو دار چیز کھا کر مسجد میں جانا جائز نہیں جس کی علت ملائکہ کی تأذی فرمائی گئی اور ملائکہ کو معاصی سے جو ایذاء ہوتی ہے وہ ایسی چیزوں کے کھانے سے بدرجہا زائد ہے ، اس لئے کوئی معصیت کا کام اس میں کرنا جائز نہیں (۴) آلات شرک کا اس میں داخل کرنا جائز نہیں ۔ چنانچہ حضور اقدس ﷺ نے بیت اللہ کی تصویروں کو محو کرا دیا ، بلکہ بیت اللہ سے باہر جو بت رکھے تھے ان کا بھی قلع قمع فرما دیا اور یہ سب مسجد کی معنوی ویرانی ہے جس پر آیت میں وعید ہے ۔اس تمہید کے بعد جواب سوال کا مرقوم ہوتا ہے ۔ظاہر ہے کہ مساجد اس غرض سے نہیں بنائی جاتیں کہ ان میں یہ اشغال و اعمال کئے جائیں جو سوال میں مذکور ہیں ، حتی کہ اگر یہ اعمال و اشغال فی نفسہ جائز بھی ہوتے تب بھی مسجد میں ان کا کرنا ناجائز تھا ، چہ جائیکہ فی نفسہ بھی جائز نہیں ۔ چنانچہ تعزیئے یقیناً آلات شرک ہیں ، عورتوں کا گانا معصیت ہے ، جب کہ ان مضرتوں کے متعدی ہونے کا بھی ظن غالب ہو تو مسلمانوں پر واجب ہے کہ جس قدر جس کو قدرت ہو ، یعنی مال سے یا کوشش سے یا مشورہ و تدبیر سے ان چیزوں سے مسجد کو پاک کریں اور یہ سب احکام ظاہر ہیں زیادہ بیان کی حاجت نہیں ۔ ۸ صفر ۱۳۵۱ھ (النورص ۸ ، رمضان المبارک ۱۳۵۱ھ)

بعض رسوم لیلۃ ختم قرآن

سوال : تراویح رمضان المبارک باوجود الم ترکیف سے پڑھنے کے ستائیسویں شب کو مثل ختم قرآن کریم روشنی کرنا اور شیرینی پر نیاز دینا اور اجواین پڑھنا کیسا ہے ؟

الجواب: الم ترکیف اور تمام قرآن کا حکم ان امور میں یکساں ہے، یعنی فضول روشنی کرنا اسراف ہے اور بدعت ہے اور شیرینی کو لازم سمجھ کر بانٹنا یہ بھی بدعت ہے اور نیاز دینا اگر اللہ کے لئے ہے تو اس پر کچھ پڑھ کر دعا مانگنے کے کوئی معنی نہیں اور اگر کسی بزرگ کے لئے ہے تو عوام کا عقیدہ اس میں اچھا نہیں ان کو نفع وضرر کا مختار جانتے ہیں، اس لئے یہ رسم بھی قابل ترک ہے اجوائن دم کرانے کو ظاہر یہ معلوم ہوتا ہے کہ کوئی ضروری نہیں سمجھتا صرف برکت کے لئے دم کراتے ہیں اس لئے مضائقہ نہیں البتہ اگر اس کو بھی ضروری سمجھیں تو بدعت ہوگا۔

فقط واللہ اعلم (امداد ج ۴، ص ۸۱)

سماع متعارف

سوال: سماع مع المزامیر شارع علیہ السلام وسلف صالحین نے سنا ہے یا نہیں؟

الجواب: روی الامام احمد قال علیہ السلام ان اللہ بعثنی بعض المعارف والمزامیر الحدیث۔ باختصار کلام اس مسئلہ میں طویل ہے، خلاصہ یہ ہے کہ اس وقت جو سماع متعارف ہے وہ کسی کے نزدیک جائز نہیں۔ ۲ شعبان ۱۳۲۱ (امداد ج ۴ ص ۸۱)

بعض بدعات محرم

السوال: چہ می فرمایند علمائے دین رحمہم اللہ تعالیٰ کہ روز عاشورہ (یعنی دہم محرم آب پاشیدن بر قبور چنانچہ مروّج خطۂ بشاور ست ہر یک شخص بطریقۂ تسنن وتعبد قدرے آب گرفتہ بر قبور مردگان خود می پاشند و موجب بسیار ثواب می دانند ایں کدام اصلے می دارد یا نہ خاص در مذہب حنفی جائز است سنت است یا بدعت شمردہ شود دریں باب از جواہر نفیس کتابے است مذہب امام ابوحنیفہ نقل می کنند و حدیثے بروایت ابن عباسؓ دراں درج کردہ اند ایں نقل؟ قابل اعتبار است یا نہ، دریں روز جز صیام دیگر کدام عبادتے را از نوافل نماز و طعام خوردنی وغیرہ کدام تخصیصے است یا نہ؟

الجواب: دریں روز جز صیام از عبادت وتوسیع علی العیال از عادات چیزے دیگر در شریعت وارد نشدہ لہٰذا زیادت بریں ہر چہ باشد بدعت باشد، کما فی الدر المختار وفی یوم عاشوراء یکرہ کحاہم ولاباس بالمعتاد خلطاً ویوجر وقال الشامی عن ابن رجب کل ماروی فی فضل الاکتحال والاختضاب والاغتسال فموضوع لایصح وکتاب جواہر نفیس نہ از کتب فقہیہ معتمدہ شنیدہ شدہ ونہ از کتب حدیث فلایصح الاعتماد۔

واللہ تعالیٰ اعلم وعلمہ اتم واحکم۔ ۱۵ محرم ۱۳۲۳ھ (امداد ج ۴، ص ۸۱)

جواب استدلال مجوزین فاتحہ رسمیہ

السوال: مجوزین فاتحہ مروجہ منجملہ اپنے دلائل کے یہ حدیث بھی جواز پر بیان کرتے ہیں، ہلمی یا ام سلیم ما عندک فاتت بذلک الخبر فامر رسول اللہ ﷺ سلم ففت و عصرت ام سلیم عکة فادمته ثم قال رسول اللہ ﷺ فیه ماشا ء اللہ ان یقول متفق علیه دیگر فرأیت النبی ﷺ وضع یده علیٰ تلک الھَیئَة وتکلم بما شاء ثم جعل یدعو عشرة عشرةً، الخ۔ اس قسم کی احادیث کا مانعین کیا جواب دیں گے اور اس سے ان کا مدعا ثابت ہوتا ہے یا نہیں؟

الجواب: محض لغو استدلال ہے ان حدیثوں میں ماشاء کے تکلم وتلفظ سے مقصود ایصال برکت فی طعام تھی جس کے لئے تلبس کی حاجت تھی اور فاتحہ میں تلاوت سے مقصود ایصال ثواب طعام الی المیّت ہے جس کے تلبس کی حاجت نہیں اور ہیئت متعارفہ سے شبہ حاجت تلبس کا عوام کو ہوتا ہے پس فساد اعتقاد سے ممنوع ہے اور یہ فرق نہایت واضح ہے، واللہ تعالیٰ اعلم،
۲۸ شوال ۱۳۳۳ھ (امداد، جلد ۴، ص ۸۲)

حاضرات

السوال: ایک شخص بذریعہ حاضرات بھوت پلید اور جن چڑیل وغیرہ دور کرتا ہے جس کی ترکیب یہ ہے کہ دو چراغ گھی کے جلا کر سامنے رکھتا ہے اور پھر چراغوں کے سامنے قریب ہی آگ کے دو انگارے رکھ کر اس پر گھی جلاتا ہے اور چھوٹی عمر کے بچہ کو پاس بٹھا کر ان چراغوں کی لو کی اندر دیکھنے کی ہدایت کرتا ہے اور وہ بچہ اس میں دیکھتا ہے اور عجائب وغرائب مشاہدہ کرتا ہے اور سوال و جواب ہو کر بھوت وغیرہ اتر جاتا ہے اور نمبرا کی شیرینی اور ایک مرغ بھی اور اگر مرغ دستیاب نہ ہو تو بکری کی کلیجی پر پکوا کر فاتحہ دیتا ہے اور فاتحہ کا ثواب واسطے اللہ کے سلیمان پیغمبرؑ اور بالا شہید اور سلطان شہید اور برہان شہید کی روح کو پہنچاتا ہے اور شیرینی غریبوں کو تقسیم کر دیتا ہے اور مرغ یا کلیجی خود کھاتا ہے باقی بچے تو زمین میں دفن کر دیتا ہے اور کسی مہادیو یا کالی وغیرہ کا نام بالکل نہیں آتا، اور نہ کسی وقت کسی قسم کی پوجا پاٹ کرتا ہے کہ منتر میں بھی کسی قسم کے الفاظ شرک کے نہیں ہیں تو کیا صورت مرقومہ میں اس کا یہ فعل خلاف شرع شریف ہے یا نہیں اور اس سے ہزاروں مخلوق خدا کو فائدہ پہنچتا ہے اور کسی قسم کا

اس شخص کو لالچ نہیں طمع نہیں ہے اور نہ کچھ لیتا ہے، محض انسانی ہمدردی کی وجہ سے کرتا ہے اب ایک شخص نے اس کو اس فعل سے روکا ہے اور کہتا ہے کہ یہ فعل نہ کیا کرو، تو کیا وہ شخص یہ کام چھوڑ دے یا نہ چھوڑے؟

الجواب: میں نے جہاں تک تحقیق کیا اس عمل پر چند امور تحقیق ہوئے اول جو کچھ اس بچہ کو مشاہدہ ہوتا ہے وہ کوئی واقعہ شے نہیں ہوتی محض خیالی اور وہمی اشیاء ہوتی ہیں جو عامل کی قوتِ خیالیہ کی وجہ سے اس بچہ معمول کے خیال میں بشکل صور خارجیہ متمثل ہو جاتی ہیں گو عامل خود بھی اس راز کو نہ جانتا ہو اور یہی وجہ ہے کہ بچوں ہی پر یہ عمل ہو سکتا ہے یا کسی بے وقوف بڑی عمر کے آدمی پر بھی ہو جاتا ہے اور عاقل پر خصوصاً جو اس کا قائل نہ ہو ہرگز نہیں ہوتا پس اس تقدیر پر یہ ایک قسم کا خداع اور فریب اور کذب و زور ہیں دوسرے فاتحہ کا ثواب جو ان بزرگوں کو پہونچایا جاتا ہے بعضے تو فرضی نام معلوم ہوتے ہیں اور جو واقعی ہیں یا کل کے کل واقعی ہوں تب بھی وجہ تخصیص کی سمجھنا چاہئے سو عاملین و عوام کی حالت سے تفتیش کرنے سے یہ متعین ہوا کہ وہ دفع آسیب میں ان بزرگوں کو دخیل اور فاعل سمجھتے ہیں۔ پس لامحالہ ان کو ان واقعات پر اطلاع پانے والے پھر ان کو دفع کر دینے والے یعنی صاحب علم غیب و صاحب قدرت متعلقہ سمجھتے ہیں اور یہ خود شرک ہے اور اگر علم و قدرت میں غیر مستقل سمجھا جاوے، لیکن عدم استقلال کی صورت میں احیاناً تخلف بھی ہو سکتا ہے مگر تخلف کا خیال و احتمال بھی نہیں ہوتا یہی اعتقاد شعبہ شرک کا ہے۔ تیسرے اکثر ایسے عملیات میں کلمات شرکیہ مثل ندا غیر اللہ و استغاثہ و استعانت بغیر اللہ ضرور ہوتا ہے

اور عامل کا یہ کہنا کہ منتر میں کسی قسم کے الفاظ شرک کے نہیں ہیں، آہ تا وقتیکہ وہ الفاظ معلوم نہ ہوں اس لئے قابل اعتماد نہیں کہ اکثر عامل بوجہ کم علمی کے شرک کی حقیقت ہی نہیں جانتے۔ چوتھے مرغ وغیرہ کے ذبح میں زیادہ نیت وہی ہوتی ہے جو کہ شیخ سدّو کے بکرے میں عوام کی ہوتی ہے۔ رہا فائدہ ہو جانا، تو اول تو اکثر وہ عامل کی قوتِ خیالیہ کا اثر ہوتا ہے، عمل کا اس میں دخل نہیں ہوتا اور اگر عمل کا دخل بھی ثابت ہو جاوے تو کسی شے پر کسی اثر کا مرتب ہو جانا دلیل اس کے جواز کی نہیں۔ بہر حال جس عمل میں یہ مفاسد مذکورہ ہوں وہ بلاشبہ ناجائز ہے البتہ جو اس سے یقیناً منزّہ ہو وہ جائز ہے اور شاید بہت ہی نادر ہو۔ واللہ تعالیٰ اعلم

۳ ربیع الاول ۱۳۲۴ھ (امداد، ج ۴، ص ۸۲)

حقیقت بدعت

السوال : حضرات علماءِ اھل سنت سے باستدعاء اس امر کے کہ جواب امور مسئولہ محض بحوالہ آیات واحادیث محتجہ بہا و متفقہ تحریر فرمایا جاوے، بکمال ادب استفسار کیا جاتا ہے کہ حدیث کل بدعۃ ضلالۃ وکل ضلالۃ فی النار، اگر عندالمحدثین قابل احتجاج ہو تو یہ معلوم ہونا چاہئے کہ خود حضرت خاتم الانبیاء ﷺ نے تعریف اس بدعت کی جس کا مرتکب علیٰ سبیل القطع استحقاق شمول اس وعید کا حاصل کرے، کیا ارشاد فرمائی ہے۔

۲۔ نیز حضرت حبیب رب العالمین ﷺ نے کسی بدعت کو اس کلیہ سے مستثنٰی بھی فرما دیا ہے یا یہ وعید بلا استثناء وارد فرمائی ہے۔

۳۔ نیز کسی صحابیؓ جلیل القدر سے حسب تعریف حضرت سید الکائنات ﷺ ارتکاب بدعت پایا گیا ہے یا نہیں، درصورت اولیٰ وہ صحابی فی حیاتہ اس بدعت پر مصر رہا ہے یا تائب ہو کر دنیا سے گیا۔

۴۔ نیز برطبق تعریف نبوی ﷺ فی زماننا وفی دیارنا وہ کون کون افعال ہیں جو مصداق صحیح مفہوم بدعت ہو کر اپنے مرتکبین کو مستحق وعید موردہ کر سکتے ہیں اجرکم علی اللہ سبحانہ۔

الجواب: فی الدر المختار وھی رای البدعۃ ،اعتقاد خلاف المعروف عن الرسول لایمعاندۃ بل بنوع شبھۃ اہ قلت وما خذہ قولہ علیہ الصلوٰۃ و السلام من احدث فی امرنا ھذا ما لیس منہ فھو رد الحدیث کما یظھر بالتامل فیہ .

اس سے تو اس کی تعریف مع الدلیل معلوم ہو گئی پھر اس کی حقیقت ہے ایک صورت اگر حدیث کل بدعۃ ضلالۃ میں بدعتِ حقیقیہ مراد لی جاوے تو اس کلیہ سے کوئی مستثنٰے نہیں اور اگر عام لیا جاوے حقیقیہ وصوریہ کو تو بدعت صوریہ غیر حقیقیہ اس عام سے مخصوص ہے اور صحابہؓ سے فروغ مجتہد فیہا میں ایک کا دوسرے کو منسوب الی الاحداث کرنا منقول ہے، سو یہ اختلاف خود شرعاً غیر مذموم ہے بخلاف غیر مجتہدین کے جو امر جدید اختراع کریں وہ رائے بوجہ رائے غیر مجتہد ہونے کے غیر مقبول اور مصداق مفہوم بدعت کا ہے اور بعد تقریر مذکور کے احصاء جزئیات کی کوحاجت نہیں مگر رسالہ اصلاح الرسوم میں بقدر ضرورت مذکور بھی ہیں، فقط واللہ علم۔

۱۰ شوال ۱۳۲۴ھ (امداد جلد ۴، ص ۸۴)

سوال متعلق جواب بالا ، السلام علیکم ورحمۃ اللہ والا نامہ عالی متضمن جواب استفتائے مرسلہ صادر ہوا ممنون ومشکور فرمایا۔ یہ تو آپ کے والا نامہ سے معلوم ہوا (ا) کہ بوجوہات مرقومہ زیادہ تحقیق وتفصیل مسئلہ معلومہ کی آپ تحریر فرمانے سے معذور ہیں لیکن جس قدر جواب تحریر فرمایا گیا ہے اس کی توضیح طلب کے استفسار کی ممانعت آپ نے تحریر نہیں فرمائی اس وجہ سے اس امر کی جرأت ہنوز حاصل ہے ، بناء علیٰ ہذا عرض خدمت عالی ہے کہ درمختار سے جو تعریف بدعت بالفاظ (ھی اعتقاد خلاف المعروف الخ) نقل فرمائی گئی ہے تو لفظ اعتقاد اس عبارت میں علی الاطلاق ہے ۔اعم ازیں کہ کسی مجتہد کا اعتقاد ہو یا غیر مجتہد کا ، پھر اس کا ماخذ صاحب درمختار نے اس حدیث کو بتلایا ہے (من احدث فی امرنا ھذا) اس میں بھی لفظ من اعم ہے یعنی مجتہد یا غیر مجتہد کی کچھ تخصیص نہیں ہے پس آپ نے آگے چل کر رائے غیر مجتہدین کو جو مصداق مفہوم بدعت قرار دیا ہے اور رائے مجتہدین کو شرعاً غیر مذموم بتلایا ہے اور مصداق مفہوم بدعت سے خارج کیا ہے یہ امر عبارت درمختار سے یا عبارت حدیث مذکور سے کس طور سے اخذ فرمایا ہے ۔ پھر بدعت کی دو قسمیں حقیقیہ وصوریہ تحریر فرما کر قسم ثانی کو حکم کلی (کل بدعۃ ضلالۃ) سے مستثنیٰ فرما دیا ہے تو یہ معلوم ہونا چاہئے کہ بدعت صوریہ کی تعریف کیا ہے ، پھر ایک مثال اقسام بدعت کی معلوم ہونا چاہئے کہ سیئہ و حسنہ دو اقسام بدعت کے جو مشہور ہو رہے ہیں ، آیا یہ اقسام اسی صوریہ وحقیقیہ کے تحت میں داخل ہیں یا علیحدہ علیحدہ ہیں تو ان کی تعریف و مثال کیا ہے یہ امر بھی ضروری الاستفسار ہے کہ (من احدث فی امرنا ھذا الخ) میں مشار الیہ کون ہے باقی یہ یقینی ہے کہ جو اس کا مشار الیہ ہوگا ، وہ عین ثواب ضرور ہوگا اور رائے مجتہدین خطا پر بھی ہوا کرتی ہے ، پس وہ اس کے مشار الیہ کو کس طرح شامل ہوگا اور ہرگاہ شامل نہ ہوگی تو مصداق مفہوم بدعت سے کس طرح خارج ہوگی پھر شرعاً تعریف مجتہد بھی معلوم ہونا چاہئے جس کی رائے کو آپ نے غیر مذموم بتلایا ہے ۔ فقط ۔

الجواب : قولہ کس طور سے اخذ فرمایا ہے ، اقول جن احادیث سے اجتہاد کی اجازت اور اس میں خطا سے معذور ہونا ثابت ہے وہ اس تخصیص وتقیید کی دلیل ہے البتہ جس شخص کے نزدیک اس کی خطا ثابت ہو جاوے گی وہ اتباع نہ کرے گا اور جس کے نزدیک خطا ثابت نہیں ہوئی وہ اتباع کرے گا ۔

قولہ تعریف کیا ہے ، اقول جو بعینہ سنت میں وارد نہ ہو ، لیکن کسی کلیہ سے مستنبط ہوتی ہو ۔

(ا) خط میں اس قسم کا مضمون تھا ۔ ۱۲ منہ

قولہ معلوم ہونا چاہئے اقول بعد تعین حقیقۃ کلیہ کے جزئیات پر اسکو منطبق کرلیا جائے۔
قولہ یا علیحدہ، اقول سیئہ اور حقیقیہ ایک ہے اور حسنہ اور صوریہ ایک۔
قولہ کون ہے اقول دین ہے، قولہ ثواب ضرور ہوگا، اقول ہاں! لیکن جو یقینی دین ہے وہ یقینی ثواب ہے اور جو ظنی دین ہے وہ ظنی ثواب ہے، قولہ معلوم ہونا چاہئے، اقول کتب اصول اور رسالہ اقتصا و مؤلفہ احقر میں دیکھ لیا جاوے۔ فقط، شوال ۱۳۲۴ھ (امداد ج ۴ ص ۸۵)

ممانعت تعزیہ داری و عموم شفاعت نبوی ﷺ

سوال: تعزیہ داری و مرثیہ خوانی کس کی رسم ہے اس کے عامل ناری ہوں گے یا جنتی؟ بوجہ کلمہ کے کبھی نار جہنم سے خارج ہوں گے یا نہیں؟ اور محروم الشفاعت ہوں گے یا نہیں، کوئی احادیث و آیات سے ممانعت ہے یا نہیں؟

الجواب: تعزیہ داری و مرثیہ خوانی یہ تو تحقیق نہیں کہ ایجاد کس کی ہے اگر چہ تیمور کی طرف نسبت کرتے ہیں، مگر رسم شیعہ کی ہے اور بدعات قبیحہ سے ہے اور امثال بدعات میں وارد ہے کل بدعۃ ضلالۃ و کل ضلالۃ فی النار اور خلود سوائے کفار کے کسی کے لئے نہیں۔ لقولہ علیہ السلام من قال لا الہ الا اللہ دخل الجنۃ سو بعد سزا پابی خارج ہوں گے اور محروم الشفاعت بھی کفار ہوں گے اہل اسلام کے لئے خواہ سنی ہوں یا بدعتی شفاعت (۱) ہوگی لقولہ علیہ السلام فھی نائلۃ انشاء اللہ تعالیٰ من مات من امتی لا یشرک باللہ شیئاً رواہ مسلم ممانعت تعزیہ داری اور تعظیم اس کی اس آیت سے مستنبط ہوسکتی ہے۔ اَتَعْبُدُوْنَ مَا تَنْحِتُوْنَ وَاللّٰہُ خَلَقَکُمْ وَمَا تَعْمَلُوْنَ۔ اور حدیث مشہور ہے من زار قبراً بلا مقبور فھو ملعون، اور نہی مرثیہ سے اس حدیث میں مصرح ہے نھی رسول اللہ ﷺ عن المراثی، رواہ ابن ماجہ۔ واللہ اعلم۔ (امداد ج ۴ ص ۸۶)

اقتداء غیر مقلد، ضرورت تقلید سنی شدن غیر مقلد اقتداء شافعی

سوال: غیر مقلد کے پیچھے نماز پڑھنا درست ہے یا نہیں؟ مسلمان ہونے کے لئے ایک مذہب حنفی یا شافعی ہونا ضرور ہے یا نہیں؟ اگر ہے تو کس وجہ سے اور پیغمبر ﷺ اور اصحابؓ اور

(۱) جبکہ وہ بدعت حد کفر تک نہ پہنچے۔ ۲

اماموںؒ کے وقت میں لوگ حنفی یا شافعی وغیرہ کہلاتے تھے یا نہیں، جو شخص بموجب قرآن وحدیث کے نماز ادا کرتا ہے اور ہر مسئلہ میں مقلد ایک امام خاص کا نہ ہو اور سب اماموں کے برابر حق جان کر جس کا جو مسئلہ موافق حدیث کے سمجھے عمل کرے تو وہ مسلمان سنت وجماعت ہے یا نہیں؟ اقتداء اس کی جائز ہے یا نہیں؟ حنفی مقتدی، شافعی وغیرہ امام کے پیچھے نماز پڑھ سکتا ہے یا نہیں؟

الجواب: جناب رسول اللہ ﷺ کے زمان فیض اقتران میں طرز عمل لوگوں کا یہ تھا کہ آپؐ کے قول وفعل کو سنتے دیکھتے اتباع کرتے، جو ضرورت ہوتی دریافت کر لیتے۔ اصول واسباب وعلل واحکام کے نہ کسی نے دریافت کئے نہ پورے طور سے بیان کئے گئے، نہ باہم اختلاف تھا نہ تدوین فقہ کی حاجت تھی، نہ جمع احادیث کی ضرورت تھی، بعد وفات شریف آپؐ کے وقائع قدیمہ میں چونکہ ایک صحابی کو کوئی حدیث نہ پہنچی یا پہنچی لیکن یاد نہ رہی یا یاد رہی مگر فہم معنی میں غلطی ہوئی یا کسی قرینہ سے تاویل کی یا طریق روایت کو مقدوح سمجھا اور دوسرے صحابی کا حال اس کے خلاف ہوا اور وقائع حادثے میں قیاس دونوں کے مختلف ہوئے اور صاحب وحی ﷺ سے پوچھنا ممکن نہ تھا، ان وجوہ سے ان میں بعض فروع میں اختلاف پیدا ہوا۔

پھر وہ صحابہ اقضار وامصار مختلفہ میں منتشر ہو کر مقتداء وپیشوا ہوئے اور تابعین نے ہر نواح میں خاص خاص صحابہ کا اتباع کیا اور ان کے اقوال وافعال کو محفوظ رکھ کر مستند ٹھہرایا اور طرز عمل ہر شہر کا ایک جداگانہ طریق پر ہو گیا۔ جب صحابہؓ کا زمانہ منقرض ہو گیا، تابعین مقتداء ہوئے اور اپنے ہمعصروں کو جو امور صحابہ سے یاد تھے ان کے موافق فتوے دیتے ورنہ تخریج کرتے، ان سے تبع تابعین نے اسی طرح اخذ کیا۔ اس زمانے میں امام ابوحنیفہ رحمۃ اللہ تعالیٰ کوفہ میں اور امام مالک رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ مدینہ منورہ میں پیدا ہوئے اور اپنے ہمعصر کے تابعین سے آثار وتخریجات محفوظ کر کے اپنے زمانہ میں کچھ آثار وتخریجات کے موافق کچھ خود استنباط فرما کر فتوے دیئے اور بہت لوگوں نے ان کا اتباع کیا اور تلمذ حاصل کر کے ان کے اقوال وفتاویٰ کو جمع کر کے بعض بعض نواح میں شائع کیا۔ یہاں تک کہ ان اطراف میں وہ دستور العمل ٹھہر گیا، اس کا نام مذہب امام ابوحنیفہؒ ومذہب امام مالکؒ ہوا۔

اس زمانے کے اخیر میں امام شافعیؒ پیدا ہوئے، انہوں نے بعض وجوہ تخریج کو مختلف سمجھ کر بعض اصول وفروع میں ترمیم کی اور از سر نو بناء فقہ کی ڈالی۔ بہت لوگوں نے اس کو نقل کر کے مشتہر کیا اور اس کا نام مذہب امام شافعی ہوا۔ یہ لوگ ارباب تخریج کہلاتے ہیں اور بوجہ

تورع واتہام نفس اپنے کے جمع احادیث پر جرأت نہیں کرتے ہیں، نہ اس کا چنداں اہتمام تھا، بلکہ جو احادیث و آثار جن اطراف میں پہنچے ان کو کافی سمجھتے تھے اور چونکہ اللہ تعالیٰ نے تیزی و ذہانت وفطانت عنایت کی تھی اس لئے فتویٰ پر جری تھے، ان احادیث سے استخراج کرتے اور فقہ کو بناء دین جانتے اور بوجہ میلان کے اپنے ائمہ واصحاب و اہل بلد کی طرف اور اعتقاد عظمت شان ان کی کے اور اطمینان کے ان پر استخراج میں ان کی مخالفت نہ کرتے اور درصورت حدیث نہ ہونے کے ان کی تصریحات کو یا اصول کو جو ان کے کلام سے ماخوذ ہیں، مدار اپنے فتوے کا ٹھہراتے۔ لیکن اگر کوئی قول اپنا یا امام کا مخالف کتاب اللہ یا سنت رسول اللہ ﷺ دیکھتے اس کو ترک کرتے اور یہی وصیت ائمہ اور ان کے اصحاب کی ہے۔

پس لوگوں کا یہی طور تھا کہ امام احمد بن حنبلؒ پیدا ہوئے اور انہوں نے اور جو مثل ان کے تھے انہوں نے اس طرز عمل کو ناکافی اور خوض بالرائے کو مذموم اور سابقین کی رائے کو بخیال نہ پہنچنے بعض احادیث کے بعض اطراف میں نا معتمد سمجھا اور فتویٰ وتفقہ سے احتیاط کی اور احادیث کی جمع وتدوین پر متوجہ ہوئے اور مختلف اقطار سے احادیث کو خواہ ان پر کسی نے عمل کیا ہو یا نہ کیا ہو خواہ وہ مدینہ کی ہوں یا مکہ کی جمع کرنا شروع کیا، یہاں تک کہ ایک ذخیرہ وافی مجتمع ہوا۔ پس ان لوگوں کا طرز عمل یہ ہوا کہ اول کتاب اللہ دیکھتے، اگر اس میں حکم نہ ملتا یا ذات وجوہ ہوتا تو حدیث دیکھتے اگر اس سے بھی اطمینان نہ ہوتا تو فتویٰ صحابہ وتابعین دیکھتے، اگر کہیں سے حکم نہ ملتا تو بناچاری قیاس کرتے اور قیاس کسی اصل پر مبنی نہ تھا بلکہ اطمینان نفس اور شرح صدر پر۔ یہ ابتداء ہے اہلحدیث کی چونکہ یہ صورت فقہ کی بہت مشکل ہے اس لئے جب امام احمدؒ سے کسی نے پوچھا کہ جس کو ایک لاکھ حدیثیں یاد ہوں وہ فقیہ ہوسکتا ہے یا نہیں؟ فرمایا نہیں، پھر پوچھا کہ اگر پانچ لاکھ حدیثیں یاد ہوں، فرمایا اس وقت امید کرتا ہوں۔

چونکہ امام احمدؒ تخریج بھی کرتے تھے ان کی تخریجات مشہور ہو کر مذہب احمد بن حنبل نام ٹھہرا، ہر چند کہ اس وقت دو فریق ہو گئے تھے اہلِ تخریج و اہل حدیث لیکن ان میں کوئی معاندت یا مخاصمت نہ تھی بلکہ اکثر اہل حدیث سے اہل تخریج کو کوئی حدیث اپنے مذہب کے مخالف پہنچتی تو اپنا مذہب ترک کرتے، ایسے ہی اہل حدیث کو اگر اپنی رائے کا مخالف ہونا صحابہ یا تابعین کے ساتھ معلوم ہوتا وہ اس کو ترک کرتے اور ایک دوسرے کے پیچھے اقتداء کرنا اور اور اپنے اپنے کام کو خدمت دین سمجھ کر انجام دیتے اور بزبان حال یہ کہتے ؎

ومن دیدنی حب الدیار لاھلہا ۔۔۔ وللناس فیما یعشقون مذاہب

ہر کسے را بہر کارے ساختند! میل او اندر دلش انداختند
بہشت آنجا کہ آزارے نباشد کسے را با کسے کارے نباشد

جب ان کا زمانہ گزر گیا دونوں فریق کے پچھلے لوگوں نے تہذیب و ترتیب دونوں علموں یعنی فقہ و حدیث کی بوجہ احسن کی، اہل تخریج نے مسائل میں توضیح و تنقیح و ترجیح و تالیف و تصنیف کی اور جتنے آثار ملتے گئے اور کلام ائمہ سے اصول ماخوذ ہوتے گئے ان پر استنباط و استخراج کرتے رہے اور اقوال ضعیفہ یا مخالفہ نصوص کی تضعیف و تردید کرتے رہے۔ یہ لوگ مجتہد فی المذاہب کہلاتے ہیں اور اہل حدیث نے احادیث صحیحہ وضعیفہ ومرسلہ ومنقطعہ کو جدا جدا ملخص کیا اور فن اسماء الرجال وتوثیق وتعدیل و جرح رواۃ کو تدوین کیا، اس زمانہ میں صحاح ستہ وغیرہ مدون ہوئیں پس روز بروز رونق وگرم بازاری ان دونوں پاک علموں کی ہوتی رہی اور علماء میں یہ دونوں فریق رہے، اور عوام جس سے چاہتے بلا تقیید وتعیین کسی امام یا مفتی کے فتویٰ پوچھ کر عمل کرتے اور جس فتوے میں تعارض ہوتا اس میں اعدل و اوثق و احوط اقوال کو اختیار کرتے مأۃ رابعہ تک یہی حال رہا، بعد مأۃ رابعہ کے قضائے الٰہی سے بہت سے امور پر آشوب پیدا ہوئے تقاصر ہمم یعنی ہمتیں ہر علم میں پست ہونا شروع ہوئیں جدال بین العلماء کہ ہر شخص دوسرے کی مخالفت کرنے لگا تراجم بین الفقہاء کہ ہر فقیہہ دوسرے کے قول وفتوے کو رد کرنے لگا، اعجاب کل ذی رائہ برائہ یعنی ہر شخص حتیٰ کہ قلیل العلم بھی اپنی رائے پر اعتماد کرنے لگا، تعمق فی الفقہ والحدیث یعنی دونوں علموں میں افراط ہونے لگا یعنی بعض فقہاء اپنے اصول ممہدہ سے حدیث صحیح کو رد کرنے لگے اور بعض اہل حدیث ادنیٰ علت ارسال و انقطاع یا ادنیٰ ضعف راوی سے مجتہد کی دلیل کو باطل ٹھہرانے لگے۔ جور قضاۃ یعنی قاضی اپنی رائے سے جس پر چاہتے تعدی کرتے، تعصب یعنی اپنی جماعت کو امور محتملہ میں یقیناً حق پر سمجھنا دوسرے کو قطعاً باطل جاننا جب یہ آفتیں پیدا ہوئیں جو لوگ اس زمانہ میں معتد بہ تھے انہوں نے اتفاق کیا کہ ہر شخص کو قیاس کرنے کا اختیار نہ ہونا چاہیئے، اور کسی مفتی کا فتویٰ اور قاضی کی قضا معتبر نہ ہونا چاہیئے جب تک کہ متقدمین مجتہدین میں سے کسی کی تصریح نہ ہو چونکہ ائمہ اربعہ سابقین سے مذہب مشہور نہ تھا، لہٰذا ان کی تقلید پر اجماع کیا گیا اور ترک التزام مذہب واحد میں ظن غالب تلاعب فی الدین و ابتغاء رخص واتباع ہونے کا تھا، لہٰذا التزام مذہب معین کا لابد کیا گیا اور بدون کسی غرض محمود شرعی کے اس سے انتقال وارتحال کو منع کیا گیا، اس وقت سے لوگوں نے تقلید پر اطمینان کر کے کچھ تو قوت استخراج کی کم تھی کچھ توجہ نہ تھی، قیاس منقطع ہو گیا، بہت لوگ اہل حدیث میں سے اس مشورت پر مصلحت کے مخالف رہے مگر کسی پر لعن طعن نہیں کرتے تھے۔ نہ اہل تخریج ان

سے کچھ تخرج کرتے تھے یہاں تک کہ اس سے زیادہ فتنہ انگیز وقت آیا اور دونوں فریقوں میں تشدد بڑھا بعض مقلدین نے اپنے ائمہ کو معصوم عن الخطا ومصیب وجوباً ومفروض الاطاعت تصور کر کے عزم بالجزم کیا، کہ خواہ کیسی ہی حدیث صحیح مخالف قول امام کے ہو اور مستند قول امام کا بجز قیاس کے امر دیگر نہ ہو۔ پھر بھی بہت سی علل وخلل حدیث میں پیدا کر کے یا اس کی تاویل بعید کر کے حدیث کو رد کریں گے اور قول امام کو نہ چھوڑیں گے ایسی تقلید حرام اور مصداق قولہ تعالےٰ اِتَّخَذُوْا اَحْبَارَهُمْ وَرُهْبَانَهُمْ اَرْبَاباً الآیۃ۔ اور خلاف وصیت ائمہ مرحومین کے ہے اور بعض اہل حدیث نے قیاس وتقلید کو مطلقاً حرام اور اقوال صحابہ وتابعین کو غیر مستند ٹھہرایا اور ائمہ مجتہدین یقیناً خاطی وغادی اور کل مقلدین کو مشرکین ومبتدعین کے ساتھ ملقب کیا، اور سلف پر طعن اور خلف پر لعن اور ان کی تجہیل وتضلیل وتحمیق وتفسیق کرنا شروع کیا حالانکہ اس تقلید کا جواز مجمع علیہ امت کا اور داخل عموم آیۃ واتبع سبیل من اناب الیّ وآیۃ فاسئلوا اهل الذکران کنتم لا تعلمون ،وآیۃ وجعلنا هم ائمة یهدون بامرنا وآیۃ اولئک الذین هدی الله فبهدئهم اقتده۔ کے ہے اور ہر زمانہ میں استفتاء وفتویٰ چلا آتا ہے اگر ہر مسئلہ میں نص شارع ضرور ہو تو استفتاء وفتویٰ سب سے گناہ ٹھہرے ان دونوں متشددین کے درمیان ایک فرقہ متوسط محقق پیدا ہوا کہ نہ مجتہدین کو یقیناً مصیبت سمجھا، نے قطعاً خاطی جانا بلکہ حسب عقیدہ شرعیہ المجتہد یخطی ویصیب دونوں امروں کا محل خیال کیا اور نہ ان کے محرم کو حرام جانا بلکہ حرام وحلال اسی کو اعتقاد کیا جس کو خدا اور رسول ﷺ نے حرام وحلال کیا لیکن چونکہ اپنے کو اس قدر علم نہیں کہ نصوص بقدر حاجت یاد ہوں، اور جو یاد ہیں ان میں متعارضات میں تقدیم وتاخیر معلوم نہیں اور نہ قوت اجتہادیہ ہے کہ ایک کو دوسرے پر ترجیح دے سکیں اور احکام غیر منصوصہ میں استنباط واستخراج کر سکیں۔ ایسے کسی عالم، راشد تابع حق، مجتہد، مصیب فی غالب الظن کا اتباع اختیار کیا، نہ اس اعتقاد سے کہ وہ شارع ہے بلکہ اس وجہ سے کہ ناقل عن الشارع ہے اور باوجود اتباع کے اس بات کا قصد مصمم رکھا کہ اگر نص مخالف قول امام وضعفِ مسلک اس کے علم کا ہو گیا تو حدیث کے مقابلے میں قول امام کا ترک کروں گا اور اس میں بھی مخالفت امام کی نہیں بلکہ عین ان کے امر کی موافقت ہے۔ چنانچہ ہر زمانہ میں تصنیف واختیار وترجیح وترک وفتویٰ چلا آیا ہے۔ یہ متوسط تقلید ہزاروں علماء ومشائخ واولیاء نے اختیار کی ہے۔ اس کے ابطال کے درپے ہونا تضییع اوقات ہے۔

ہمہ شیران جہاں بستۂ ایں سلسلہ اند   روبہ از حیلہ چہ ساں بگسلد ایں سلسلہ را

پس نفس اتباع مجتہد کا تو عمومِ نص سے ثابت ہوا۔ رہی یہ بات کہ ان چاروں ہی کا

اتباع ہو اور چاروں میں سے ایک ہی کا اور ایک کا کر کے دوسرے کا نہ ہو یہ بات اگر چہ بتکلف تحت مفہوم نص کے داخل ہو سکتی ہے۔ چنانچہ میں نے اس بارہ میں ایک تحریر لکھی ہے، مگر صراحۃً منصوص نہیں، لیکن ادنیٰ تامل سے یہ بات ثابت ہو سکتی ہے، لیکن اتباع مجتہد کے لئے اس کے اجتہاد کا علم ضروری ہے اور ظاہر کے بجز ائمہ اربعہ کے تفاصیل جزئیات کے ساتھ کسی کا اجتہاد محفوظ نہیں، پھر مسائل متفق علیہا میں تو سب کا اتباع ہو جاوے گا۔

پس مسائل مختلف فیہا میں سب کا اتباع تو ممکن نہیں ضرور ایک کا ہوگا۔ پھر اس کے لئے وجہ ترجیح بجز ظن اصابتِ حق کے کیا ہو سکتا ہے پھر یہ ظن یا تفصیلاً ہوگا یا اجمالاً۔ تفصیلاً یہ کہ ہر جزئی میں سب کے اقوال و دلائل کو دیکھ کر جو راجح ہو اس پر عمل کرے، اس میں علاوہ جرح کے اتباع مجتہد کا نہ ہوگا بلکہ اپنی تحقیق کا ہوگا وہو خلاف المفروض۔ پس ضرور ہے کہ اجمالاً ہوگا یعنی ہر امام کے مجموعۂ حالات پر نظر کر کے دیکھا کہ کس میں آثار اصابت کے ہیں۔ پس کسی کو امام اعظم صاحبؒ کی مجمل کیفیت سے ان پر ظن اصابت و رشد کا ہوا، کیونکہ بقول محققین بسبب تابعی ہونے کے تحت۔ آیۃ وَالَّذِیْنَ اتَّبَعُوْهُمْ بِاِحْسَانٍ رَضِیَ اللّٰہُ عَنْهُمْ وَ رَضُوْا عَنْہُ کے داخل اور بتاویل اکثر شرّاح حدیث قول رسول اللہ ﷺ لو کان الایمان عند الثریا لنالہ رجل من فارس (الحدیث) او کما قال کے مصداق اور بقول ابن حجر حدیث ترفع زینۃ الدسنۃ مأتہ و خمسین کے مشار الیہ اور ائمہ ثلثہ رحمہم اللہ کے مثنی علیہ اور عبداللہ ابن مبارک کی ان ابیات کے ممدوح ہیں۔

لقد زان البلاد ومن علیہا   امام المسلمین ابو حنیفۃ
باحکام وآثار وفقہ   کآیات الزبور علی الصحیفۃ
فمانی المشرقین لہ نظیر   ولا فی المغربین ولا بکوفۃ
یبیت مشمراسہر اللیالی   وصام نہارہ للہ خیفہ
فمن کابی حنیفۃ فی علاہ   امام للخلیقۃ والخلیفۃ
رأیت العائبین لہ سفاھا   خلاف الحق مع حجج ضعیفہ
وصان لسانہ من کل افک   وما زالت جوارحہ عفیفہ
یعف من المحارم والملاھی   ومرضاۃ الالٰہ لہ وظیفہ
وکیف یحل ان یوذی فقیہ   لہ فی الارض آثار شریفۃ
وقد قال ابن ادریس مقالا   صحیح النقل فی حکم لطیفہ
بان الناس فی فقہ عیال   علی فقہ الامام ابی حنیفۃ
فلعنۃ ربنا اعداد رمل   علی من رد قول ابی حنیفۃ
ای من رد محقر الما   قال من الاحکام الشرعیۃ

کسی کو امام شافعیؒ پر ظن ہوا کسی کو امام مالکؒ پر کسی کو امام احمدؒ پر۔ پس ہر ایک نے ایک کا اتباع اختیار کیا، جب ایک کا اتباع اختیار کر لیا اب بلا ضرورت شدید یا وجہ قوی یا وضوح حدیث مخالف مذہب دوسرے کی اتباع میں شق اول یعنی ظن تفصیلاً عود کرے گی وقد ثبت بطلانہ۔ پس ثابت ہوا کہ انہیں چاروں میں سے ایک ہی کی تقلید کرے، علیٰ هذا اتفق اکثر علماء الاقطار والامصار سیما خیر البقا مکة والمدینة حرسهما الله تعالیٰ و هو الاحق بالاتباع و فیما دونه خطر داراتباع، اللّٰهم ثبتنا علیٰ سنة رسولک الامین ثم علی حب الائمة المجتهدین لاسیما امام الائمة کاشف الغمة سراج لامة ابی حنیفة النعمان السّاعی فی الدین و احفظنا عن الافراط و التفریط اجمعین . آمین یا ربّ العالمین .

تقریر بالا سے جواب چاروں سوالوں کا واضح ہو گیا کہ غیر مقلّد کے پیچھے بشرطیکہ عقائد میں موافق ہو اگر چہ بعض فروع میں مخالف ہو اقتداء جائز ہے، اگر چہ خلاف اولیٰ ہے یہ جواب ہوا پہلے سوال کا اور حنفی شافعی ہونا جزو ایمان نہیں ورنہ صحابہ و تابعین کا غیر مؤمن ہونا لازم آتا ہے لیکن جن وجوہ سبعہ مذکورہ بالا سے متقدمین نے ضروری سمجھا ہے ان وجوہ و مصالح سے حنفی و شافعی ہونا ضروری ہے۔ اور آنحضرت ﷺ اور صحابہؓ کے زمانہ میں چونکہ یہ مذاہب ہی نہ تھے اس لئے حنفی شافعی کون کہلاتا البتہ ائمہ کے زمانہ میں یہ لقب مشہور ہو گیا، کما مر یہ جواب ہوا دوسرے سوال کا، اور جو مقلّد مذہب معین کا نہ ہو لیکن عقائد درست ہوں تو مسلمان بھی ہے سنی بھی ہے مگر بوجہ مخالفت سواد اعظم کے کہ انہوں نے تقلید شخصی کو ضروری سمجھا ہے چنانچہ ہم نے آخر تقریر میں اس کی دلیل بھی ذکر کی ہے خاطی ہے اور غالب ہے کہ وقت و وقوع حوادث نادرہ کے عمل میں متحیر ہو گا۔ کیونکہ بدون اخذ اقوال علماء کے بقول امام احمدؒ پانچ لاکھ حدیثیں ہونی چاہیے نہ یہ کہ صحاح ستہ میں منحصر سمجھ کر

چو آں کرمے کہ در سنگے نہان است | زمین و آسمان وے ہمان است

بے باکی سے مخالفت مجتہدین پر کمر باندھ لی مگر اقتداء اس کی جائز ہے اگر چہ اولیٰ نہیں یہ جواب ہوا تیسرے سوال کا۔

اور جب مقلّد کو غیر مقلّد کی اقتداء جائز ہے تو ایک مقلّد کو اگر چہ حنفی ہو دوسرے مقلّد کی اگر چہ شافعی ہو اقتداء کیوں نہ جائز ہو گی۔ مگر اقتدائے شافعی و غیر مقلّد میں ایک امر کا لحاظ رکھنا چاہئے کہ اگر ایسے امام سے کوئی عمل مناقض وضو یا نماز کا بناء بر مذہب مقتدی پایا جاوے تو

مقتدی کی نماز ہو گی یا نہیں ،سو بعض متقدمین کی رائے تو جواز کی طرف ہے مگر اکثر علماء نے احتیاطاً حکم فساد صلوٰۃ کا کیا ہے وعلیہ الفتویٰ ۔پس ان کی اقتداء میں یہ دیکھ لے کہ اس کا وضو نماز بھی اپنے مذہب پر درست ہو گیا، یہ جواب ہوا چوتھے سوال کا ،هذا ماخذ ته من كلام بعض الافاضل مع اضفت اليه من بعض الدلائل والسائل فليكن هذا اخرما اردنا ہ فی هذا الباب والله اعلم بالصواب اللهم ارنا الحق حقاوا رزقنا اتباعه والباطل باطلاً وارزقنا اجتنابه بحرمة من سكن طابه وزار المشتاقون بابه ،فقط ذی الحجہ ۱۳۰۴ (امداد، جلد ۴، ص ۸۷)

پیران پیر کی گیارہویں کا ناجائز ہونا اور ایصالِ ثواب کا نہ ہونا

السوال: (۱) گیارہویں پیران پیر دستگیر رحمۃ اللہ علیہ کی جو بعض لوگ دن مقرر کر کے کرتے ہیں وہ جائز ہیں یا نہیں؟

(۲): اور جو لوگ گیارہویں کھلا دیں لیکن دن مقرر نہیں کرتے اور جب موقع دیکھتے ہیں کھلا دیتے ہیں مگر نام گیارہویں رکھتے ہیں یہ جائز ہے یا ناجائز؟ (۳): اگر یہ بھی ناجائز ہے تو وہ سوال کرتے ہیں کہ ہم ثواب پیران پیر دستگیرؒ کی روح کو پہونچاتے کھانے کا ہو یا نقد کا کپڑے یا عبادت بدنی سے ہو تو اب فرمایئے پہنچائے یا نہیں؟ اور کوئی طریق ایسا ہو کہ خدا و رسول کے نزدیک برا نہ ہو وہ فرمایئے۔

الجواب : نمبر ۱، ۲، ۳ ۔دن مقرر کرنے یا گیارھویں نام رکھنے سے عوام کو اس لئے روکا جاتا ہے کہ ان کے عقائد فاسد ہوتے ہیں اور خواص کو اس لئے روکا جاتا ہے کہ ان کی وجہ سے عوام کے عقائد فاسد ہو جاتے ہیں ورنہ مباحات اصلیہ کو غیر مباح کون کہہ سکتا ہے ۔پس ایصال ثواب اگر اس طور سے کرے جس میں فساد عقیدہ کا احتمال نہ ہو تو مضائقہ نہیں ۔اس کا طریقہ یہ ہے کہ نہ دن اور تاریخ کی تخصیص کرے نہ کسی خاص چیز کی اور اغنیاء اور گھر والوں کو نہ دے اور اعلان کر کے نہ دے اور کھانا وغیرہ سامنے رکھ کر کچھ نہ پڑھے، اور یہ عقیدہ نہ کرے کہ حضرت ہماری مدد فرماویں گے اور یہ نیت نہ رکھے کہ اس عمل کی برکت سے ہمارے مال اور اولاد میں برکت اور ترقی ہو گی محض یوں سمجھے کہ انہوں نے ہم پر دین کا احسان کیا ہے کہ سیدھا راستہ کتابوں میں بتلا گئے ہم ان کو نفع پہونچاتے ہیں کہ ثواب سے ان کے درجات بلند ہوں گے بس اس طرح کرنے میں کوئی حرج نہیں ۔فقط ،واللہ تعالیٰ اعلم ۔

(۱۵ محرم ۱۳۲۶ھ (تتمہ اولی ۶۴)

قبر پر اذان دینا ثابت نہیں

السوال: ان دنوں شہر سورت میں میں نے ایسا مسئلہ بیان کیا کہ بعد دفن مردہ کے قبر پر اذان کہنا چونکہ وہاں شیطان آتا ہے، قبر کے اندر جب مؤذن اذان دیتا ہے قبر پر تو مردہ مؤذن کی اذان سن کر جواب دیتا ہے تو شیطان بھاگتا ہے اور اذان کہنا سنت ہے بلکہ سیوراامپورہ اور حسن جی صاحب کے مقبرہ پر اذان بعد دفن کہی گئی جس پر اہل سورت کے علماء سے دریافت کیا تو انہوں نے تلقین وتسبیح وتحمید وتکبیر پڑھنے کو کہا اور اذان کا کہنا فقہاء نے کہیں نہیں لکھا ہے اس لئے کون حق ہے اس کا جواب بحوالہ کتب معتبرہ ارسال فرما کر بندہ کو ممنون فرماویں؟

الجواب: اول تو کسی حدیث صحیح سے شیطان کا قبر کے اندر آنا ثابت نہیں پھر اگر اس کو بھی مان لیا جاوے تو اس کا آنا محتمل ضرر نہیں کیونکہ اس کا اضلال اسی عالم کے ساتھ خاص ہے کیونکہ یہ عالم تکلیف وابتلاء ہے۔ کما ورد فی الحدیث فان الحی لا تومن علیہ الفتنۃ اور جب آدمی مر گیا اگر مہتدی تھا ضال نہیں ہوسکتا اگر ضال تھا مہتدی نہیں ہوسکتا، پس اس بنا پر اذان کا تجویز کرنا بناء الفاسد علی الفاسد ہے پھر قطع نظر اس سے یہ قیاس ہے کیونکہ حضور علیہ السلام اور صحابہؓ سے کہیں منقول نہیں اور اولاً تو یہ محل قیاس کا نہیں دوسرے قیاس غیر مجتہد کا ہے کیونکہ بعد ائمہ اربعہ کے اجتہاد منقطع ہے کما صرحوا بہ۔ بہرحال بوجہ عدم ثبوت بالدلیل شرعی کے یہ عمل بدعت ہے۔ بلکہ عدم ثبوت سے بڑھ کر یہاں ثبوت عدم بھی ہے، کیونکہ علماء نے اس کو رد کیا ہے۔ کما فی ردالمختار اول باب الاذان قیل و عند اقوال المیت القبر قیا سا علی اول خروجہ للدنیا لکن رواہ ابن حجر فی شرح الباب بالخصوص جبکہ عوام اس کا اہتمام و التزام بھی کرنے لگیں کما ہو عادتھم فی امثال ہذہ کہ التزام مالا یلزم سے مباح بلکہ مندوب بھی منہی عنہ ہوجاتا ہے۔ کما صرح بہ الفقہاء وفرعوا علیہ احکاماً، واللہ اعلم۔

۱۹ محرم ۱۳۲۶ھ (تتمہ اولیٰ، ص ۲۴۱)

بدعتی اور غیر مقلد کو بیعت کرنا

السوال: جو لوگ سوئم و فاتحہ وغیرہ کرتے ہیں اور بعض ان میں سے متشدد اور بعض نرم و علیٰ ہذا غیر مقلد بھی اگر ان حضرات میں سے کوئی شخص احقر کے ذریعہ سے داخلِ سلسلہ ہو تو

بیعت کروں یا نہیں ؟ حاجی صاحبؒ کے سلسلہ میں مختلف قسم کے لوگ تھے ، جو ارشاد ہو ، خیال رکھا جاوے۔

الجواب : رسوم بدعات کے مفاسد قابلِ تسامح نہیں صاف کہہ دیجیے کہ ہمارا طریقہ اختیار کرنا پڑے گا اور غیر مقلد اگر دو وعدے کرے تو مضائقہ نہیں ایک یہ کہ مقلدوں کو برا نہ سمجھوں گا اور مقلد سے بحث نہ کروں گا اور دوسرے یہ کہ مسئلہ غیر مقلد عالم سے نہ پوچھوں گا بلکہ مقلد سے پوچھوں گا ، (تتمہ اولیٰ ، ص ۲۴۲)

اصلاح الرسوم میں قبروں پر چادریں چڑھانے پر ایک شبہ کا جواب

السوال : رسالہ اصلاح الرسوم میں آپ نے قبر پر چادر چڑھانا ناجائز تحریر فرمایا ہے ، عدم جواز میں جو حدیث آپ نے لکھی ہے یعنی ارشاد فرمایا ﷺ نے کہ اللہ تعالیٰ نے مجھ کو یہ حکم نہیں فرمایا کہ قبروں کو پہنائے جاویں اس کا ماخذ آپ نے تحریر نہیں فرمایا اگر ماخذ اس کا حدیث ابو داؤد کی مانی جاوے یعنی (عن عائشۃ ان اللہ لم یا مرنا فیما رزقنا ان نکسوا الحجارۃ واللبن) تو اس سے صراحۃً قبر نہیں مفہوم ہوتا ہے اس لئے کہ مولوی شمس الحق صاحب کے بھی عون المعبود فی شرح سنن ابی داؤد میں ان نکسوا الحجارۃ سے مراد الکسوۃ للحیطان وغیرہ لکھتے ہیں اور جامع صغیر کی شرح سراج المنیر میں فیکرہ تنزیہاً لاتحریماً علی الاصح یعنی دیوار وغیرہ پر غلاف یا چھتگیری لگانا مکروہ تنزیہی ہے سنن ابی داؤد میں ایک مقام پر ہے کہ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کے پاس چند اعرابی آئے اور کہنے لگے کہ قبر رسول اللہ ﷺ دکھاؤ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے قبر پر چادر یا اور کوئی چیز جو قبر کو ڈھکے ہوئے تھی اٹھا دیا اس سے معلوم ہوا کہ حضور انور ﷺ کی قبر پر بھی کوئی چیز مثل چادر وغیرہ کے تھی اور جو آپ نے تحریر فرمایا کہ (علامہ شامی نے نقل کیا ہے یکرہ الستور علی القبور) اس کے خلاف تنقیح فتاویٰ حامدیہ مطبوعہ مصر صفحہ ۳۵۷ میں ہے۔

وضع الستور والعمائم والثیاب علی قبور الصالحین والاولیاء کرھہ الفقھاء حتیٰ قال فی فتاویٰ الحجۃ ویکرہ الستور علی القبور آہ ولکن نحن الآن نقول ان کان القصد بذلک التعظیم فی عین العامۃ حتیٰ لا یحتقروا صاحب ھذا القبر الذی وضعت علیہ الثیاب والسائم ویجلب الخشوع والادب لقلوب

الغافلين الزائرين لان قلوبهم نافرة عند الحضور فی التاديب بين اولياء الله تعالیٰ المد فونين في تلك القبور كما ذكرنا من حضور روحانيتهم المباركة عند قبور هم فهوا مر جائز لاينبغي النهي عنه انتهیٰ ماقال عن النابلسی ۔

اب آپ سے تین امروں میں اطمینان قلبی چاہتا ہوں ۔اول حدیث کا ماخذ دوم حضرت عائشہؓ کے فعل سے ثابت ہوتا ہے کہ حضور انور ﷺ کی قبر پر کوئی چیز مثل چادر وغیرہ کی تھی اس کی تصدیق ۔سوم تنقیح فتاویٰ حامدیہ کی عبارت کا مفہوم و تصدیق آپ سے امید واثق ہے کہ وضاحت نامہ سے جواب دیں گے ،حتیٰ تَطْمَئِنَّ قَلْبِیْ، والسلام۔

الجواب: قولہ قبروں کو کپڑے پہنائے جائیں الخ اقول لفظ قبروں غلط چھپا ہے میرے مسودہ میں بجائے اس کے پتھروں ہے ۔قولہ ابی داؤد کی حدیث مانی جائے الخ اقول ہاں یہی حدیث یا اس کے قریب الفاظ کی دوسری حدیث ہے۔

قولہ مکروہ تنزیہی ہے۔اقول اول تو اس کی دلیل کی حاجت ہے غیر مجتہد کا قول تقلیداً نہ مانا جاوے گا دوسرے اگر مکروہ تنزیہی ہی ہو مگر جب مکروہ وغیر مرضی شرع کو کوئی عبادت و موجب برکت سمجھنے لگے تو تحریم میں کیا شبہ ہوگا اور ظاہر ہے کہ عوام کا ایسا ہی اعتقاد ہے، پھر یہ کہ جب حیطان وغیرہ کا ڈھانکنا مکروہ ہے باوجودے کہ اس میں کسی قدر حاجت بھی ہے تو قبور میں تو بدرجۂ اولیٰ اشد کراہت ہے کیونکہ اس میں کوئی معتدبہ حاجت نہیں قولہ سنن ابی داؤد میں ایک مقام پر ہے الخ اقول الفاظ محفوظ نہیں ان (۱) کو دیکھ کر کچھ کہا جا سکتا ہے دوسرے وہاں غرض تقریب نہ تھی۔ قولہ نحن الآن نقول الخ،اقول نقول کا قائل اگر ان فقہاء سے بڑھ کر ہو جو کراہت کا حکم کر رہے ہیں تب جواب کی حاجت ہوگی ،والّا لا، کیونکہ اگر کم ہے تو راجح کے سامنے مرجوح قابلِ عمل نہیں اور اگر برابر ہے تو اذا تعارض المحرم والمبیح کے قاعدہ سے منع کو ترجیح ہوگی علاوہ اس کے جو مصلحت بیان کی ہے اس سے بڑھ کر مفسدہ اعتقادیہ ہے جو اوپر ذکر

---

(۱) اس کے بعد فرصت مل گئی تو ابوداؤد کی روایت دیکھی اس میں کوئی لفظ ایسا نہیں ہے جس سے قبر کا چادر وغیرہ سے مستور ہونا معلوم ہوتا ہو، درخواست میں ہے اکشفی لی اور اجابت میں ہے فکشفت لی الخ،سو چونکہ قبر شریف حجرہ میں ہے، ظاہر یہ معلوم ہوتا ہے کہ دروازہ بند ہونے سے قبریں مخفی تھیں انہوں نے دروازہ کھول کر قبریں دکھلا دیں اور اگر اس کا ظاہر ہونا کوئی قبول نہ کریں تو اقل درجہ اس کا احتمال تو ہے ۔واذا جاء الاحتمال بطل الاستدلال ۔۱۲ منہ

کیا گیا ۔قولہ جواب دیں گے ،اقول سب کا جواب اوپر عرض کر دیا ہے ۔قولہ حتیٰ یطمئن قلبی،اقول یہ خدا کے قبضہ کی بات ہے ۔ ۲۱ ذیقعد ۱۳۲۸ھ (تتمہ اولیٰ ،ص ۲۴۲)

مولانا شاہ عبدالعزیزؒ کی ایک عبارت سے کھانے پر فاتحہ دینے کا ثبوت مع جواب

السوال: عشرۂ محرم کے سوال و جواب نہم میں مولانا شاہ عبدالعزیز صاحب قدس سرہ تحریر کرتے ہیں کہ طعامیکہ ثواب آن نیاز حضرت امامین نمایند وبران فاتحہ وقل و درود خوانند متبرک می شود وخوردن آں بسیار خوب ست لیکن بسبب بردن طعام پیش تعزیہ ہا ونہادن آن طعام پیش تعزیہ ہا تمام شب تشبہ بکفار وبت پرستان می شود پس ازیں جہالت کراہت پیدا می شود، واللہ اعلم ،لہٰذا شاہ صاحب قدس سرّہ کی مندرجہ بالا عبارت سے کیا مطلب نکلتا ہے ،یا موضوع ہے تحریر کیجئے کیونکہ اس عبارت سے ایک گونہ تردّد ہے؟

الجواب :اول تو یہی امر محتاج سند صحیح ہے کہ یہ جواب حضرت شاہ صاحب قدس سرہ کا ہے اگر ان ہی کا تسلیم کر لیا جاوے تو میرے نزدیک اتنا لکھ دینا رفع وحشت کے لئے ہے کیونکہ اصل مقصود وہ ہے جو آگے لکھتے ہیں لیکن بہ سبب بردن الخ ،چونکہ اس سے احتمال تھا کہ عوام الناس منکر سمجھ کر اس حکم سے متاثر نہ ہوں گے اس لئے اس شبہ کے رفع کرنے کو یہ بھی لکھ دیا تاکہ اس حکم منع کو قبول کر لیں اور فی نفسہٖ یہ حکم صحیح ہوسکتا ہے لیکن اس سے یہ لازم نہیں آتا کہ باوجود عقائد عوام کے کہ اس ہیئت فاتحہ کو موقوف علیہ وصول ثواب کا جانتے ہیں ،نیز درست ہے چونکہ یہ عارض بھی موجب منع ہے ،مثل اس عارض کے جو شاہ صاحب نے لکھا ہے اور ان عوارض ہی کے سبب علماء منع کرتے ہیں ۔ ۹ جمادی الاولیٰ ۱۳۲۹ھ (تتمہ اولیٰ ص ۲۴۴)

ایضاً ۔السوال : حضور اقدس ملاحظہ ہو ،از شاہ ولی اللہ صاحب عبارت یکم از کتاب انتباہ فی سلاسل اولیاء اللہ پس دہ مرتبہ درود بخوانند ختم تمام کنند و بر قدرے شیرینی فاتحہ بنام خواجگان چشت عموماً بخوانند و حاجت از خدا تعالیٰ نمایند ،عبارت دوئم ،ایک سوال کے جواب میں جیسا کہ مجوزین فاتحہ پیش کر رہے ہیں ، اگر ملیدہ وشیر برنج بنا بر فاتحہ بزرگے بقصد ایصال ثواب بروح ایشاں پزند و بخورانند مضائقہ نیست وطعام نذر اللہ اغنیاء را خوردن حلال نیست واگر فاتحہ بنام بزرگے دادہ شد پس اغنیاء ہم خوردن جائز است ۔انتہی

از شاہ عبدالعزیز صاحبؒ عبارت سوم: جواب سوال نہم سوالات عشرہ محرم طعامیکہ ثواب آں نیاز حضرات امامین نمایند و براں فاتحہ وقل و درود خواند تبرک می شود خوردن آں بسیار خوب است لیکن بہ سبب بروں طعام پیش تعزیہ ہا و نہادن آں طعام پیش تعزیہ با تمام شب تشبہ بکفار بت پرستاں می شود پس ازیں سبب کراہت پیدا می کند، واللہ اعلم انتہی، از کتاب جامع الاوراد عبارت چہارم: اگر بر طعام فاتحہ کردہ بفقراء دہند البتہ ثواب می رسد، انتہیٰ

اب حضور والا سے بصد ادب یہ گذارش ہے کہ آیا ہر چہار عبارت اصلی اور ان ہی حضرات کی ہیں یا نہیں؟ اگر ہوں تو مندرجہ ذیل سوالوں کا جواب مع توضیح عبارت زیب قلم فرما کر عنداللہ ماجور، عندالناس مشکور ہوجئے۔

۱۔ عبارت اول میں الفاظ "قدرے شیرینی فاتحہ" سے اور عبارت دوم میں "اگر فاتحہ بنام بزرگے دادہ شد" اور عبارت سوم میں "و براں فاتحہ وقل و درود خوانند" سے اور عبارت چہارم کل عبارت سے "جواز فاتحہ بر طعام" وغیرہ قبل خوردن نکلتا ہے یا نہیں؟ لہٰذا فاتحہ مروّجہ بر طعام جائز ہے یا نہیں؟

۲۔ عبارت سوم میں الفاظ" تبرک می شود و خوردن آں بسیار خوب است" سے یہ معلوم ہوتا ہے کہ کچھ طعام پر چند آیات اللہ پڑھنے سے وہ طعام تبرک بن جاتا ہے، بناء بریں جو طعام بغرض ایصال ثواب پکاویں اس پر فاتحہ وقل و درود شریف پڑھنے سے طعام میں کوئی قباحت پیدا نہیں ہوتی ہے، بلکہ بقول شاہ عبدالعزیز صاحبؒ تبرّک ہو جاتا ہے۔ پس ہر انسان طعام ایصال ثواب کو تبرّک بنا کر کھانا چاہتا ہے تو شاہ صاحب کے فرمان کے مطابق بسیار خوب ہے، تو فاتحہ مروّجہ بقول شاہ صاحبؒ جائز اور مستحسن ہے یا نہیں؟

مذکورہ بالا اقوال سے مجوزین فاتحہ کو بڑی تقویت پہنچ گئی ہے، اس لئے حضور والا سے امید قوی ہے کہ نہایت توضیح سے ارشاد فرماویں تا کہ ہر دو گروہ کو یعنی مجوزین کو کافی تردید اور مانعین کو شافی تسکین ہاتھ آوے، والسلام۔ ۱۱ جون ۳۱ھ

الجواب: جب دلائل صحیحہ سے ان رسوم کا خلاف سنت ہونا ثابت ہے پھر اگر کسی ثقہ سے اس کے خلاف منقول ہوگا اس کی تاویل واجب ہے اور تاویلیں مختلف ہوسکتی ہیں ایک یہ کہ ثبوت میں کلام کیا جاوے جیسے اس کے قبل میں بزرگوں کے کلام میں الحاق کے احتمال سے جواب دیا گیا ہے دوسرے یہ کہ دلالت میں کلام کیا جاوے جیسا بعض عبارات میں اس کی گنجائش ہے تیسرے بعد تسلیم ثبوت دلالت یہ کہ یہ مقید ہو عدم مفاسد کے ساتھ اور منع مقید ہو

مفاسد کے ساتھ اور اب چونکہ مفاسد مد غالب ہیں اس لئے بلا قید منع کیا جاوے گا۔

۲۱ محرم ۱۳۵۰ھ

(النور، ص ۷، شعبان ۱۳۵۰ھ)

ایضاً: السوال: فتاویٰ عزیزیہ جلد اول صفحہ ۷۱ مجتبائی میں ایک صاحب نے یہ عبارت فاتحہ کے استدلال میں پیش کی جس سے احقر کو سخت حیرت ہے وہ عبارت یہ ہے تحقیق کا خواستگار ہوں۔

سوال: خوردن چیز ها که برتعزیه وغیره نیاز ونذر می آرند ودرانجنا نها ده فاتحه مید هند و نهاده می دارندوشب عاشوراء قابهاے حلوه زیر تخت ضرائح و تعزیه ها می نهند وصباح برداشته تبرکاً تقسیم می کنند.

الجواب: طعامیکہ ثواب آں نیاز حضرت امامین نمایندو براں فاتحہ وقل و درود خواندن تبرک می شودو خوردن بسیار خوب است لیکن بہ سبب بروں آں طعام پیش تعزیہ ہاونہادن پیش تعزیہ وغیرہ تمام شب بلکہ پیش قیور حقیقۃ ہم تشبہ بکفار وبت پرستان می شودپس ازیں جہت کراہت پیدا کنند۔

الجواب: اول تو اس میں کلام ہے کہ وہ فتاویٰ حضرت شاہ صاحبؒ کا ہے بھی مجھ کو تو قوی شک ہے دوسرے سوال میں گو نہادہ کا لفظ ہے مگر جواب میں تو اس نہادہ کو ناجائز فرمار ہے ہیں اور جس چیز کو تبرک فرمارہے ہیں اس کا نہادہ ہونا جواب میں مذکور نہیں تبرک کی وجہ سورتوں کا پڑھنا فرماتے ہیں سو پڑھنے کے لئے سامنے نہادہ ہونا ضروری نہیں اور لفظ براں کے معنی بہ نیت آں ہو سکتے ہیں باقی حقیقی معنی تو برآں کے یہ ہیں کہ برآں دمیدہ شودسو اس کے تو وہ لوگ بھی قائل نہیں پس وہ بھی مجاز ہی لیں گے تو ان کے مجاز کو ہمارے مجاز پر کیا ترجیح ہے۔

۱۶ صفر ۱۳۵۱ھ (النور، ص ۷، شوال ۱۳۵۱ھ)

بیماری میں بکرا ذبح کرنا

السوال: زید سخت بیمار ہوا اس وقت اس کے خویش و اقارب نے ایک بکرا لاکر زید کی جانب سے ذبح کر کے اس کا گوشت للہ فقراء کو تصدق کر دیا اور یہ عام رواج ہو گیا ہے اور اس طریقہ کو دم نام رکھا ہے، آیا یہ طریقہ شرعاً کیسا ہے اور اس کا ثبوت کہیں ہے یا نہیں؟

الجواب: چونکہ مقصود فدا ہوتا ہے اور ذبح کی یہ غرض صرف عقیقہ میں ثابت ہے اور جگہ نہیں اس لئے یہ طریقہ بدعت ہے۔ فقط

۲۵ جمادی الاخریٰ ۱۳۲۹ھ (تتمہ اولیٰ ص ۲۴۴)

ذبح جانور برائے شفائے مریض

سوال: چونکہ درمیان مردماں خواص وعوام ایں دیار رسم است کہ بوقت الحاق مرضے یا مصیبتے بر سر مریض یا عند وقوع الواقعہ بغرض صدقہ رد بلا ذبح جانور می کنند یا می گویند کہ یا الٰہ العالمین ایں مریض را شفاء دہ ما برائے خدا ذبح جانور خواہیم کرد، چونکہ اندریں موقعہ خاص نزول رحم وکرم مرام است نہ کہ غضب بر جانور آیا ایں چنیں رسم جائز یا غیر جائز در زمان خیرالقرون بود یا نابود؟

الجواب: گو بودن ایں عادت در خیر القرون بنظر نگذشتہ مگر نظراً الیٰ القواعد الکلیۃ الشرعیہ فی نفسہ اباحت وارد لیکن بسبب بعض عوارض بر بدعت بودنش فتویٰ دادن معمول من است و آں عارض ایں کہ اکثر مردمان دریں عمل نفس صدقہ را مقصود نافع نمی پندارند بلکہ خصوصیت ذبح واراقہ دم را فدیۂ مریض می دانند ایں امر غیر قیاسی است محتاج بنص ونص مفقود است ودلیل بر ایں اعتقاد راضی نبودن ایشاں است بر تصدق بقدر قیمت جانور۔

۹ ربیع الاول ۱۳۳۶ھ (تتمہ ثانیہ ص ۲۰)

صبح کی نماز کے بعد مصافحہ کرنے پر التزام کرنے اور صلوٰۃ اوابین وضحیٰ وغیرہ کے التزام میں فرق

سوال: صبح کو بعد نماز مصافحہ کرنے کو بدعت میں شمار کرتے ہیں اور صلوٰۃ ضحےٰ اور صلوٰۃ الاوابین اور تحیۃ المسجد اور تحیۃ الوضو وتسبیح واوراد وغیرہ کی مداومت تمام حسنات میں شمار ہووے فرق نہیں سمجھ میں آیا اگر مشرح ارشاد فرماویں تو باعث اعزاز دارین ہوگا۔

الجواب: اگر اس مصافحہ کو جائز رکھ کر اس کے دوام کو بدعت کہتے تو یہ شبہ صحیح تھا، خود اس مصافحہ کو بدعت کہتے ہیں، اس لئے کہ غیر محل مشروع میں ہے۔ کیونکہ اس کا محل اول لقاء ہی اتفاقاً یا وداع بھی ہے اختلافاً اور یہاں صرف صلوٰۃ کی وجہ سے کیا جاتا ہے، جو کہ غیر ہے محل مشروع کا اس لئے بدعت ہے، بخلاف مقیس علیہ کے کہ جس وقت میں ان کو ادا کیا جاتا ہے وہ ان کا محل مشروع ہے، البتہ اگر مصافحہ بعد الصلوٰۃ ثابت ہوتا اور پھر اس کے دوام کو منع کیا جاتا تو وجہ فرق پوچھنا صحیح ہوتا اور اگر علاوہ مصافحہ کے یہی فرق ایسے اعمال میں پوچھا جاوے جن کی

اصل ثابت ہے تو وہاں یہ جواب ہو گا کہ دوام کو منع نہیں کیا جاتا بلکہ التزام اعتقادی یا عملی کو منع کیا جاتا ہے ،التزام اعتقادی یہ کہ اس کو ضروری سمجھے اور التزام عملی یہ کہ اس کے ترک پر ملامت کریں اور مقیس علیہ میں ایسا التزام نہیں ہے اور دوام جائز ہے۔

۱۲ شعبان ۱۳۳۰ھ (تتمہ اولیٰ ص ۲۴۴)

علاوہ قربانی اور عقیقہ کے جان کے بدلے جان ذبح کرنے کی تحقیق

سوال :۱۔صدقہ میں علاوہ قربانی اور عقیقہ کے جان کے عوض جان ذبح کرنا جائز ہے یا ناجائز ؟

الجواب :اس کی کوئی اصل نہیں۔

سوال :۲۔اگر جائز ہے تو کون سی روایت سے اور ناجائز ہے تو کون سی دلیل سے؟

الجواب :دلیل یہی ہے کہ اراقۃ دم قربت غیر مدرکہ بالقیاس ہے ،اس کے لئے نص کی ضرورت ہے اور نص اس باب خاص میں وارد نہیں۔

۲۷ ذی قعدہ ۱۳۳۰ھ (تتمہ اول ص ۲۴۵)

تحقیق شبہات متعلقہ مضامین القاسم

سوال :فخر قرآن یادگار بزرگان جناب مولانا اشرف علی صاحب مدت فیوضکم ،کمترین بعد سلام مسنون گذارش پرداز ہے ،جناب کی ہمت اصلاح بامت بہر نوع قابل شکر گذاری ہے بندہ کو اپنی کم فہمی اور قلتِ اعتناء باموردینی سے آپ کے بعض مضامین پر کچھ شبہے ہو جایا کرتے ہیں مگر بوجوہ مذکورہ باشتغال مشاغل فاسدہ دینویہ وقت کے ساتھ ہی رفت وگذشت ہو جاتے ہیں ۔بعض دفعہ استفہاماً واستفادۃً کچھ عرض بھی کرنا چاہتا ہوں مگر وجوہ مسطورہ کے ساتھ میری علمی بے بضاعتی اور اخلاصی فرومائیگی دست کشی پر آمادہ ہو جاتی ہے ۔ان دنوں شعبان کے القاسم کے صفحہ نمبر ۱۴،نمبر ۱۶ کے دیکھنے سے پھر وہی کیفیت پیدا ہوئی[(۱)] ،وجوہ مذکورہ تو اب بھی مانع عرض حال ہیں مگر ۲۹ رجب گذشتہ کو چند منٹ کی حصول نیاز مقام اس دفعہ معرض کی تفریب کرتی ہوئی نظر آتی ہے لہذا نہایت ادب سے مختصراً عرض ہے کہ بندہ آپ کے مضمون صفحہ ۱۱۴

---

(۱) یہ عبارت جواب کے حاشیہ میں پوری منقول ہے ۔۱۲

القاسم کے اس جملہ کو نہیں سمجھ سکا اور اگر مقصود اس عمل سے حق تعالیٰ ہے اور ان بزرگ کو محض ثواب بخشا ہے تو وہ اس حد تک (یعنی شرک تک) تو نہیں پہنچا اور ظاہراً جائز بھی ہے۔ مولانا آپ مضمون شرط کو لفظ مقصود اور لفظ محض سے اتنا مضبوط و محفوظ فرما چکے ہیں کہ یہ عمل و عقیدہ ہر حد اسأت سے دور اور ظاہراً باطناً جائز اور مستحسن ہو گیا ہے۔ پس یہی جواب شرط ہونا چاہیے تھا نہ کہ وہ اس جا تک تو نہیں پہنچا الخ اور نہ اس محفوظ و مضبوط مقدم سے کوئی استدراک ہو سکتا ہے اور جناب اپنی تفتیش اور معلوم خیالی کے واسطے جدا مسئلہ قائم فرما سکتے تھے، حاشا وکلا کہ مجھے آپ کے بیان سے کوئی مزاحمت یا سیاق سے کوئی مناقشہ مدنظر ہو مگر آپ کے اس بیان سے اس مسئلہ کا مفہوم جو میں سمجھ سکا ہوں وہ یہ ہے کہ جس صدقہ نافلہ میں مقصود فقط حق تعالیٰ ہو اور بزرگوں کو محض ثواب بخشا ہو وہ بھی برا اور گناہ ہے، اور ظاہراً جائز اور باطناً منع ہے۔ مولانا مجھے اپنے کان لم یکن معلومات میں کوئی ایسا مسئلہ معلوم نہیں ہوتا جس کو ظاہر شرع نے جائز قرار دیا ہو اور وہ بغیر عروض کسی فاسد خارجی کے ناجائز ہو سکے اور مبحوث عنہ میں آپ کی لفظی اور معنوی حد بست حملۂ خوارج کا سدباب کر چکی ہے۔ لہذا یہ عمل مطلقاً جائز اور مستحسن ہونا چاہیے۔ عقیدہ مدد از بزرگان کی جناب نے دو صورتیں نکالی ہیں، ایک عقیدۂ مدد تصرف باطنی جس کو صفحہ ۱۴ میں قریب شرک اور صفحہ ۱۶ میں شرک فرمایا ہے۔ دوسری صورت عقیدہ مدد از دعا تصرف باطنی کے اس ہیبت ناک مفہوم کی تصریح سے پہلے (جس کا عقیدہ کرنے سے ایک کلمہ خواں نماز گزار روزہ دار مومن باللہ وبالرسول وبالیوم الآخر، غرض عامل ارکان اسلام کو اِنَّ اللّٰہَ لَا یَغْفِرُ اَنْ یُّشْرَکَ بِہٖ کی سخت ترین وعید کے تحت میں خلود فی النار کا مستوجب بنا دے) یہ حکم تصرف باطنی کے ظاہری مفہوم پر جو بحالت غلو بھی کسی مسلمان کی سمجھ یا عمل میں آ سکتا ہے نہایت شدید بلکہ متجاوز عن الحق معلوم ہوتا ہے۔ اگر صفحہ ۱۶ کے اس جملہ کو (وہ خوش ہو کر ہمارا کام کر دیں گے) تصرف باطنی کے مفہوم شرک کی تصریح بھی مان لی جاوے تو یہ تصریح خود محل توجیہ و تاویل ہے، کام کر دیں گے یعنی دعا کر دیں گے، شفاعت کر دیں گے، ان کی دعا خدا تعالیٰ قبول فرما لے گا تو ہمارا کام ہو جائے گا، گویا انہوں نے ہی ہمارا کام کیا وسایط سے افعال کی نسبت مجازاً ہر زبان میں رات دن کا روز مرّہ ہے۔ قرآن و حدیث میں بھی ایسی نسبتیں بکثرت موجود ہیں، غایت فی الباب یہ کہ احتیاط اگر کسی مدبر و مصلح قوم کو دور اندیشی سے لوگوں کو اس سے باز رکھنے کی ضرورت ہو تو وہ

مشرک اور کافر قرار دینے کے سوا بھی اور ترہیبی و ترغیبی طریقوں سے ہو سکتی ہے، اور زیادہ کیا

عرض کروں قرآن وحدیث وتعامل صحابہ وقرون خیر و اتفاق صلحاء سلف وخلف ایسی سخت گیری سے کس قدر مانع ہے وہ جناب کے خدام مجلس کی نظر سے بھی پوشیدہ نہیں ،اس وقت اس حکم کی شدت ہی میری گھبراہٹ کا باعث ہوئی ورنہ من خراب کجا وصلاح کار کجا ،عقیدۂ مدد از دعا میں بعد جواز عقیدۂ احتمال دعاء دو عقیدے فاسد آپ نے ظاہر فرمائے ہیں ،ایک عقیدۂ وقوع احتمال دعا دوسرا بفرض وقوع عقیدہ اجابت دعا ،ان عقیدوں کے فساد پر عدم ثبوت آپ نے دلیل پیش کی ہے ،میں بغیر اس کے کہ اندریں مسئلہ عدم ثبوت دلیل فساد ہونے پر کچھ عرض کروں ،عقیدۂ اولیٰ کی صحت وثبوت میں یہ حدیث پیش کرتا ہوں جس کو علامہ ابن القیم نے کتاب الروح میں نقل کیا ہے:

قال ابو عبداللہ بن مندة و روی موسیٰ بن عبدة عن عبداللہ بن یزید عن ام کبشة بنت المحرور قالت دخل علینا رسول اللہ ﷺ فسئلناه عن هٰذه الارواح فوصفها صفةً ابکی اهل البیت فقال ان ارواح المؤمنین فی حواصل طیر خضرته عما فی الجنة و تأکل من ثمارها و تشرب من ماء ها و تاوی الی قنادیل من ذهب تحت العرش یقولون ربنا الحق بنا اخواننا و اٰتنا ما وعدتنا فتلک دعوتهم قد وقعت لاخوانهم الاحیاء وقدوم الی ما دامت السمٰوات والارض .

اسی عقیدہ اول کی صحت وثبوت میں قرآن شریف کی یہ آیت بھی پیش کرتا ہوں: اَلَّذِیۡنَ یَحۡمِلُوۡنَ الۡعَرۡشَ وَمَنۡ حَوۡلَهٗ یُسَبِّحُوۡنَ بِحَمۡدِ رَبِّهِمۡ وَ یَسۡتَغۡفِرُوۡنَ لِمَنۡ فِی الۡاَرۡضِ مَنۡ حَوۡلَهٗ کے مفہوم میں اگرچہ مفسرین نے ان بزرگوں کو شامل نہ کیا ہو جن کو میں شامل کرنا چاہتا ہوں مگر سرورِ کائنات ﷺ کی بعض تصریحات اندریں باب اس احقر کائنات کے ممد ومعاون ہیں ۔چنانچہ ام کبشہ کی حدیث مذکور میں تاوی علی قنادیل من ذہب تحت العرش آیا ہے اور بعض حدیثوں میں الیٰ قنادیل معلقة بالعرش ومدایة تحت العرش آیا ہے ومعلوم ان تحت العرش داخل فی حول العرش والمعلقات بالعرش ہے من حول العرش ،

تیسرا ثبوت **قال ابن عبد البرثبت عن النبی ﷺ انه قال ما من مسلم یمر علیٰ قبر اخیه کان یعرفه فی الدنیا فیسلم علیه الا رداللہ علیه روحه حتی یرد علیه السلام** ۔اور سلامتی بہترین دعا ہے اور ما من والا کی نفی واثبات سے اس کی ضروری الوقوع اور ہر گونہ احتمالات سے بالاتر ہونے پر ایک تجلی پڑتی ہے اور حضرت ابو ہریرہ کی حدیث

میں (رضی اللہ عنہا) عرفہ اولا یعرفہ رد علیہ السلام بھی ہے ۔فتلک دعواتهم لنا بغیر احسان منا والمعاوضة فکیف اذااحسنا الیهم ووصلنا هم وار سلنا الیهم الهدا یاوهم متنعمون متکرمون عند ربهم فرحون بما آتا هم الله من فضله وهو تعالیٰ یطلع الیهم فیقولُ هل تشتهونَ شیئاً فکیف یدعوننا فی مثل هذا الوقت من الدعاء لنا واهدا یا نا تصل الیهم وربنا القدیر یسئلهم هل تشتهون شیئا والحمد لله رب العالمین ،

عقیدہٗ ثانیہ یعنی بعد فرض وقوع دعاء اس دعاء کے بالقطع قبول ہونے کا عقیدہ کرنا اس کا ثبوت عقیدہ اولیٰ کے ثبوت میں تقریباً آ ہی چکا ہے مگر علیحدہ بھی اس کے ثبوت میں حضرت ابو ہریرہؓ کی حدیث پیش کرتا ہوں ۔عن ابی هریرة رضی الله عنه قال قال رسول الله ﷺ ادعوا الله وانتم موقنون بالاجابةرواه الترمذی ۔اس میں شک نہیں کہ دعاء تو بعض اوقات انبیاء علیہم السلام کی بھی قبول نہیں ہوتی تھی مگر ہم کو بصراحت دعاء کے بالقطع قبول ہونے کا عقیدہ رکھنے کا حکم ہے ،ادعو االله وانتم موقنون بالا جابة والسلام.اب میں زیادہ جناب کی تضیع اوقات نہیں کرتا ،چونکہ بندہ کو فقط تحقیق حق مقصود ہے ،اگر جواب عنایت ہو تو تحقیقی اور مختصر دوم بالعافیۃ ۔

الجواب : مخدومی معظمی دامت فیوضکم ،السلام علیکم ورحمۃ اللہ و برکاتہ !مئیں آجکل سفر میں ہوں ،سفر ہی میں مکرمت نامہ نے مشرف فرمایا ۔خیر خواہی سے ممنون ہوا ،اگر جواب لکھنے کا حکم نہ ہوتا تو جواب کو سوءِ ادب سمجھ کر اس کی جرأت نہ کرتا ،مگر حکم ہونے کے بعد جواب عرض نہ کرنا سوءِ ادب تھا ،اس لئے کچھ عرض کرتا ہوں ۔میں نے صاف دل سے غلو ذہن کے ساتھ اپنا پورا مضمون (۱) القاسم میں بغور دیکھا ،کوئی خدشہ معلوم نہیں ہوا ،والا نامہ کو مقرر دیکھا تب بھی

---

(۱) وہ پورا مضمون یہ ہے :ایک کوتاہی یہ ہے کہ بعضے آدمی جو صدقۂ نافلہ نکالتے ہیں ان کا دل گوارہ نہیں کرتا کہ محض حق تعالیٰ کی خوشنودی کے لئے خرچ کریں بلکہ وہ ہر چیز کو کسی پیر فقیر ،شہید ،ولی کے نام زد کر دیتے ہیں سو اگر خود وہ بزرگ ہی اس سے مقصود ہے تب تو وہ وَما اُہِلَّ بِہٖ لِغَیرِ اللہ میں داخل ہو کر بڑی دور یعنی حد شرک تک پہنچ گیا اور بعض غلاۃ جہلاء کا واقعی یہی عقیدہ ہے سو ایسی چیز کا تناول بھی درست نہیں اور اگر مقصود اس عمل سے حق تعالیٰ ہے اور ان بزرگ کو محض ثواب ہی بخشنا ہے تو وہ اس حد تک تو نہیں پہنچا اور ظاہراً جائز بھی ہے ،لیکن عوام بلکہ بعض خواص کالعوام کے حالات وخیالات کی تفتیش سے معلوم ہوتا ہے کہ (باقی حاشیہ اگلے صفحہ پر)

کوئی خدشہ پیدا نہیں ہوا، غالباً آپ کو جملہ ظاہراً جائز بھی ہے کے بعد استدراک سے خلجان ہوا ہے۔سو بقرینہ سیاق اس جملہ کا مطلب یہ ہے کہ ظاہراً علی الاطلاق جائز بھی ہے، پس باعتبار قید علی الاطلاق کے یہ استدراک کیا گیا ہے اور گو علی الاطلاق کا لفظ اس مقام پر مصرح نہیں مگر سیاق کو ملا کر دیکھنے سے مطلب واضح ہے۔

پس میں بزرگوں کے نفس ثواب کو منع نہیں کرتا، جس پر یہ شبہ مذکورہ والا نامہ متوجہ ہو سکے کہ جس صدقۂ نافلہ میں مقصود فقط حق تعالیٰ ہو اور بزرگوں کو محض ثواب بخشنا ہو وہ بھی برا اور گناہ ہے، اور یہ مطلب کیسے ہو سکتا ہے جب کہ آٹھ سطر بعد ہی اس میں یہ مصرح ہے کہ جب بزرگوں کو کچھ بخشنا ہو اپنی حاجت کا خیال اس میں نہ ملایا کریں الخ بلکہ مطلب وہی ہے جو اوپر مذکور ہوا کہ گو ظاہراً علی الاطلاق جائز معلوم ہوتا ہے مگر بعد تامل و تفتیش حال عوام اس باطنی مفسدہ سے جو بعد استدراک مذکور ہے اور واقعی یہ عدم جواز بغیر عروض کسی قبیح خارجی کے نہیں ہوا بلکہ قبیح کے عروض ہی سے ہوا اور وہ قبیح دو عقیدے ہیں، ایک اعتقاد وقوع دعا دوسرا اس کا بالقطع مقبول ہونا اور جس امر کو میں نے شرک یا قریب شرک کہا ہے وہ ایسا ہی شرک ہے جیسے

(بقیہ حاشیہ پچھلے صفحہ سے) وہ لوگ محض ثواب ہی پہنچانے کو مقصود نہیں سمجھتے بلکہ ان کی نیت یہ ہوتی ہے کہ فلاں ولی کو ثواب پہنچے گا تو وہ خوش ہوں گے اور ہماری اس حاجت میں مدد کریں گے خواہ تصرف باطن سے اور زیادہ عقیدہ یہی ہے اور اس کا بھی قریب شرک ہونا ظاہر ہے اور خواہ دعا سے، سو احتمال دعا کا عقیدہ تو ناجائز نہیں لیکن دو عقیدے اس میں بھی فاسد ہیں، ایک اس احتمال کے وقوع کا اعتقاد کرنا کہ جس پر کوئی دلیل نہیں اور بلا دلیل عقیدہ کرنا کذب نفس اور مخالفت ہے آیۂ ولا تقف ما لیس لک بہ علم، کی۔ دوسرے بعد فرض وقوع دعا کے اس دعا کے بالقطع ہو جانے کا عقیدہ کرنا، دعا تو بعض اوقات انبیاء علیہ السلام کی بھی کسی مصلحت سے قبول نہیں ہوتی تا بغیر انبیاء چہ رسد؟ اس لئے مصلحت یہی ہے کہ جب بزرگوں کو کچھ بخشنا ہو اپنی حاجت کا خیال ان میں نہ ملایا کریں کہ توحید کے خلاف ہے کما ذکر اور بہت ہی احتیاط کی تو اخلاص کے تو خلاف ہے۔ ایسی مثال ہو گئی کہ کسی زندہ کو ہدیہ دیا وہ سمجھا کہ محبت سے دیا اور خوش ہوا، پھر معلوم ہوا کہ کسی مطلب کو دیا فوراً وہ مکدر ہو گیا۔ صفحہ ۱۴ مسئلہ۔ بعضے لوگ بزرگوں کو اس ثواب پہنچاتے ہیں کہ وہ خوش ہو کر ہمارا کام کریں گے سو یہ شرک ہے اور اگر یہ سمجھیں کہ دعا کریں گے اور وہ دعا ضرور قبول ہو گی تو یہ دونوں مقدمات بھی غلط ہیں نہ تو کہیں یہ ثابت ہے کہ وہ ضرور دعا کریں گے اور نہ یہ ثابت ہے کہ دعا ضرور قبول ہو گی۔ پس ایسی مشکوک بات کا پختہ یقین کر لینا یہ بھی گناہ ہے۔ ۱۲ منہ

من حلف بغیر اللہ فقد اشرک، چنانچہ اس کا لفظ قریب بہ شرک سے تعبیر کرنا اس کا مؤید ہے، باقی اس تصرف باطنی کے عقیدہ کی جو تاویل کی گئی ہے جو لوگ ان میں منہمک ہیں ان کی تصریحات اس تاویل کو رد کرتی ہیں اور تشدد جو سلف کے خلاف ہے وہ تشدد ہے جو محل عدم تشدد میں ہو، اور یہ عقیدہ خود محل تشدد ہے۔ چنانچہ اس سے اہون امور پر حدیثوں میں شرک کا اطلاق آیا ہے اور وقوع دعا میں جو حدیث نقل فرمائی ہے اس میں جو دعا منقول ہے وہ خود اس استدلال کا جواب ہے۔ یعنی اس سے صرف ایک معین دعاء کا وقوع ثابت ہے۔ بناء الحق بنا احوانا اور دعویٰ عدم ثبوت دوسری دعا کا ہے۔ یعنی جس حاجت کے لئے یہ شخص ایصال ثواب کرتا ہے مثلاً ترقی معاش وصحت اولاد ونحو ذٰلک، تو اس کا ثبوت اس حدیث سے کیسے ہوا؟ اسی طرح قرآن مجید کی آیت میں اگر من حولہ کو بلا دلیل عام بھی لے لیا جائے تب بھی اس سے خاص دعا کا ثبوت ہوتا ہے نہ کہ دعا متکلم فیہ کا، اسی طرح سلامتی کی دعا خاص ہے۔ اس سے ہر دعا کا وقوع اور خاص کر ایصال ثواب کے بعد اس کا وقوع جیسا کہ عقیدہ عوام کا ہے یہ کیسے ثابت ہوا؟ باقی اس پر جو دوسری ادعیہ کو قیاس کیا ہے وہ مع الفارق ہے، اور وہ فارق اذن ہے، ممکن ہے کہ یہ دعا ماذون فیہ ہو اور دوسری دعائیں غیر ماذون فیہ جب تک کہ نقل صحیح سے ثابت نہ ہو اور جب دعاء ہی ثابت نہیں تو اجابت کے یقین کا کیا ذکر اور انتم موقنون بالاجابۃ سے مراد خاص قبول متعارف نہیں، اس کی قطع کی نفی کی گئی ہے اور جب اجابت واقع نہ ہو لازم آتا ہے کہ ہم کو ایک غیر واقعی امر کا یقین دلایا گیا، اس کا کوئی متدین قائل ہوسکتا ہے، بلکہ مراد اجابت سے عام ہے جیسا کہ اس آیت میں ہے: ادعونی استجب لکم اور عوام اجابت متعارفہ کا قطع کرتے ہیں، بہت غور درکار ہے اور اصل بات جو بناء ہے میرے منع کی وہ یہ ہے کہ عوام الناس یہ اعتقاد رکھتے ہیں کہ اس طریق سے گویا وہ کام ان بزرگوں کے سپرد ہوگیا اور وہ ذمہ دار ہوگئے۔ وہ جس طرح بن پڑے گا خواہ تصرف سے یا دعا سے ضروری ہے اس کو پورا کرلیں گے، اور ان کا ایسا دخل ہے کہ ان کی سپردگی کے بعد اندیشہ تخلف نہیں رہا اور اگر تخلف ہوگا تو یہ احتمال نہیں ہوگا کہ ان کی قوت میں کچھ عجز ہے بلکہ اپنے عمل میں کمی سمجھیں گے بعینہ جیسے اللہ تعالیٰ کے ساتھ یہی اعتقاد ہوتا ہے۔

بس یہ اگر شرک نہیں تو کیا ہے؟ حسب الحکم مختصر لکھا ہے۔ اس سے زیادہ میں عرض کرنا نہیں چاہتا نہ اب نہ پھر، اس سے فیصلہ نہ ہوا ہو تو بہتر یہ ہے کہ اپنی تحقیق القاسم میں یا اور کسی پرچہ میں طبع کرا دیجئے تاکہ مسلمانوں کی اصلاح ہو جائے۔ میں بھی اگر سمجھ لوں گا تو رجوع

اعلان کر دوں گا، ورنہ میں اس کا وعدہ کرتا ہوں کہ اس کا رد نہ لکھوں گا باقی خود اپنا عقیدہ اپنی تحقیق کے موافق رکھنے میں معذور ہوں گا۔ ۲۱ محرم ۱۳۳۱ھ (تتمہ ثانیہ ص ۸)

شبہ متعلق بوسہ قبر

سوال: ایک مسئلہ کے متعلق شبہ ہے اس کی تحقیق سے سرفراز فرمائیں وہ یہ ہے کہ آنحضور نے نشر الطیب میں جواز توسّل کے مقام پر روایت نقل فرمائی ہے کہ قبر شریف بھی بوجہ ملابس ہونے کے مورد رحمت ہے۔ اس سے معلوم ہوا کہ ملابست بھی سبب ورود رحمت ہے جس طرح ملبوسات یعنی کپڑا وغیرہ اولیاء اللہ کا بوجہ ملابستہ قابل تقبیل ہے اور اس کا چومنا اور آنکھ سے لگانا جائز، اسی طرح مزارات اولیاء اللہ بھی بوجہ ملابستہ ان کا بھی چومنا اور آنکھ سے لگانا جائز ہونا چاہیئے حالانکہ ہمارے فقہاء علیہم الرحمۃ قبور کے بوسہ وغیرہ کو حرام فرماتے ہیں، خواہ قبر کسی بزرگ کی ہو یا والدین کی اور بظاہر بوجہ ملابست بوسہ وغیرہ جائز ہونا چاہیئے جیسا کہ کپڑے کا بوسہ، تحقیق اس میں کیا ہے؟ اور ماخذ حرمت حضرات فقہاء علیہم الرحمۃ کی کون سی حدیث ہے مدلل تحریر فرما کر عزت بخشیں۔

الجواب: یہ ضرور نہیں کہ تمام ملابسات سب احکام میں متساوی ہوں، تقبیل ثواب میں کوئی دلیل نہی کی نہیں، اس لئے اباحت اصلیہ پر ہے بخلاف قبور کے کہ اس کی تقبیل پر دلیل نہی موجود ہے فافترقا۔ اور وہ دلیل نہی ہم مقلدوں کے لئے تو فقہاء کا فتویٰ ہے اور فقہاء کی دلیل تفتیش کرنے کا ہم کو حق حاصل نہیں مگر تبرعاً کہا جاتا ہے کہ وہ دلیل مشابہت ہے نصاریٰ کی، کما قالہ الغزالی اور احتمال ہے افضاء الی العبادۃ کا۔ چنانچہ قبور کو سجدہ وغیرہ کیا جاتا ہے، حتیٰ کہ اگر ثواب میں کہیں ایسا احتمال ہو تو وہاں بھی یہی حکم ہو گا۔ چنانچہ حضرت عمرؓ کا شجرِ حدیبیہ کو قطع کرا دینا اس کی دلیل ہے۔

۱۹ ربیع الاول ۱۳۳۱ھ (تتمہ ثانیہ ص ۲۰)

ایضاً: السوال: میں چند روز سے بوستان مترجم دیکھتا ہوں، اس میں ایک مصرعہ سے الجھن ہو رہی ہے اور دل نے اس کو قبول نہیں کیا ہے۔

اگر بوسہ بر خاکِ مرداں زنی بمردی کہ پیش آیدت روشنی
کسانیکہ پوشید چشم دل اند ہمانا کزیں توتیا غافل اند

اور حضور والا نے تعلیم الدین میں بوسۂ قبور کو بدعت تحریر کیا ہے، اس لئے مجھے اس مصرعہ سے

الجھن ہوئی ہے کہ حضرت سعدیؒ نے کیوں اور کیا خیالات تصور کر کے تحریر کیا ہے جس سے اہل بدعت کو اور سند ملتی ہے کہ بوسۂ قبور جائز ہے جب کہ سعدی نے اپنی کتاب میں لکھا ہے۔ براہ کرم تحریر کیا جاوے تا کہ دل کی تسلی ہو۔

الجواب: اس کی کیا دلیل ہے کہ یہاں حقیقی معنی مراد ہیں، خطوط میں جو لکھتے ہیں ''بعد قدمبوسی،، کیا یہاں بھی معنی حقیقی مراد ہوتے ہیں۔

۱۹ محرم ۱۳۵۵ھ۔ (النور، ص ۲۵، ذی قعدہ ۱۳۵۵ھ)

بدعت بودن ادخال نام مرشد در خطبۂ جمعہ

ایک رسالہ آیا تھا جس میں اس امر کا رد تھا جو کہ بعض لوگوں نے ایجاد کیا تھا کہ خطبۂ ثانیہ میں حضرات صحابہ و اہل بیت کے ساتھ اپنے مرشد کا نام اسی طرز پر داخل کیا تھا، اس رسالہ پر بطور تصحیح یہ عبارت لکھی گئی، خطبہ میں اپنے پیر کا نام داخل کرنا بدعت ہے جس سے تحرز واجب ہے اور قیاس کرنا اس کا دعاء للوالدین پر یا دعاء للسلطان پر یا ذکر حضرات صحابہ و اہل بیت و مسلمین و مسلمات پر مع الفارق ہے۔ والدین پر تو اس لئے کہ اس کے ساتھ نام تو نہیں ہوتا ہر شخص وہ عبارت پڑھ سکتا ہے، بخلاف مقیس کے کہ وہ خطبہ ہر شخص جو اس پیر کا معتقد نہ ہو نہیں پڑھ سکتا، اور سلطان پر اس لئے کہ اس کا ذکر بطور بزرگی کے نہیں ہوتا بلکہ اس کے لئے دعا ہوتی ہے توفیق لخدمۃ الاسلام فانی ہذا من ذاک، اور صحابہ و اہل بیت پر اس لئے کہ ان کے فضائل بالخصوص منصوص ہیں بخلاف دوسروں کے اور مسلمین و مسلمات پر اس لئے کہ اس کا کوئی مصداق متعین نہیں کیا جاتا، یہ وصف جس پر عند اللہ جس پر صادق ہو وہ داخل ہو جاوے گا۔ اور تعیین میں تو بالخصوص دعویٰ ہے اس کی مقبولیت عند اللہ کا جو خود نصوص حدیث کے خلاف ہے۔ ولا یزکی علی اللہ احد، بالخصوص خطبہ میں جو کہ بعض احکام میں مثل صلوٰۃ کے ہے۔

۲۰ ربیع الاول ۱۳۳۱ھ (تتمہ ثانیہ، ص ۲۱)

تحقیق فرق درمیان دوام اصرار

سوال: اگر کوئی مستحب پر عمل دواماً کرے اور وہ موجب فساد اعتقاد عوام ہو تو اس کو علماء اس عمل کرنے سے روکتے ہیں، اس کی کیا وجہ ہے کہ فساد اعتقاد عوام کی نسبت دوام عمل کی طرف کی جاتی ہے اور ترک واجب کی طرف نہیں کی جاتی۔ قال النبی الکریم ﷺ طلب

العلم فریضۃ علی کل مسلم و مسلمۃ اس کے اوپر جمیع فرائض اور واجبات وغیرہ کا جاننا واجب تھا۔ اگر جاننا تو دوسرے کے مستحب پر دوام کرنے سے اس کو واجب نہ سمجھتا کیونکہ اس کو جمیع واجبات معلوم نہیں اور یہ ان میں سے ہے نہیں اور حدیث دیگر سے بھی یہی ثابت ہوتا ہے۔ قال النبی الکریم ﷺ خیر العمل ما دیم علیہ اور اصرار اور دوام میں فرق نہیں، تو فقہاء کا یہ کہنا کہ اصرار مستحب پر کرنا مکروہ ہے درست نہ ہوگا اور ان کا یہ استدلال حدیث ابن مسعود سے کہ انہوں نے کہا ہے کہ جو شخص یہ سمجھ لے کہ مجھ پر حق ہے کہ نماز پڑھ کر داھنی طرف پھروں تو اس میں شیطان نے دخل پا لیا ہے درست نہیں، کیونکہ ان سے دوسری روایت ہے کہ بائیں طرف پھر بیٹھنا مستحب ہے، تو اس حدیث میں نہی غیر مستحب کو واجب العمل سمجھ لینے سے ہے نہ کہ مستحب پر التزام کرنے سے، نیز اگر کچھ ثابت ہوتا ہے تو مستحب کے واجب سمجھنے کا منہی عنہ ہونا ثابت ہوتا ہے نہ کہ اس پر التزام کا منع ہونا۔

الجواب: قولہ اس کی کیا وجہ ہے کہ فساد اعتقاد عوام الخ اقول یہ شبہ تو جب ہو جب کہ صرف دوام عمل کی طرف نسبت کی جاوے۔ مگر ایسا نہیں بلکہ دونوں کی طرف نسبت کرتے ہیں، اسی لئے ایسے دوام سے بھی منع کرتے ہیں اور ترک واجب سے بھی منع کرتے ہیں۔ یعنی تحصیل علم کو بھی فرض کہتے ہیں۔

قولہ اصرار اور دوام میں الخ اقول فرق کیوں نہیں وہ فرق یہ ہے کہ اگر ترک پر ملامت وشناعت ہو تو یہ اصرار ہے ورنہ دوام مشروع۔

جواب شبہ بر منع سراج علی القبور

سوال: زید کہتا ہے کہ شب عرس کو چراغاں کرنا ناجائز ہے بموجب حدیث شریف لعن رسول اللہ ﷺ زائرات القبور والمتخذین علیھا المساجد والسراج۔ رواہ ابو داؤد والترمذی والنسائی ھکذا فی المشکوٰۃ۔ عمرو کہتا ہے کہ اس حدیث سے سراج علی القبر کی ممانعت نکلتی ہے، سراج حول القبر کی ممانعت نہیں نکلتی ہے۔ لہٰذا اگر گرد قبور یا مزار پر چراغ روشن کئے جائیں تو اس حدیث میں نہیں آتا ہے، کیا کسی حدیث وفقہ کی کتاب میں سراج عندالقبر کی بھی ممانعت ہے اور اگر نہیں ہے تو اس حدیث سے کس طرح حول القبر کی ممانعت نکلتی ہے؟ عمرو اپنی تائید میں یہ بھی کہتا ہے کہ مدینہ منورہ میں قبر نبویؐ پر چراغ جلائے جاتے ہیں، اس کا جواب تسلی بخش عوام کیا ہے؟ یہ امر بھی دریافت طلب ہے کہ چراغ جلانے کی ممانعت کیوں فرمائی گئی؟ کیا

صرف اسراف کی وجہ سے؟

الجواب : خود حدیث ہی میں حدیث کی شرح موجود ہے، متخذین علیہا کے دو معمول ہیں مساجد اور سراج، اور ظاہر ہے کہ مساجد خاص قبر کے اوپر نہیں ہوتیں بلکہ اس کے حول ہی میں ہوتی ہیں، فکذا السراج یہی ترکیب قرآن مجید میں بھی وارد ہے۔ اصحاب کہف کے قصہ میں لَنَتَّخِذَنَّ عَلَيْهِم مَّسْجِدًا تو کیا مسجد کا سنگِ بنیاد خاص ان کے سینہ پر رکھا گیا تھا اور مدینہ طیبہ کی رسم سے اگر احتجاج مقصود ہے تو مستدل سے سوال کیا جاوے کہ یہ حجج اربعہ میں سے کون سی حجت ہے؟ اگر تائید مقصود ہے تو حجت اس کے علاوہ ہونا چاہیے وانّٰی لہ ذلک، اور حکمت منع کی اسراف بھی ہے اور اعتقاد قربت وتقرب الی الاموات بھی، اس کے علاوہ تفتیش علت کی منصوص میں بلا ضرورت جائز بھی نہیں اور ضرورت کوئی ہے نہیں، صرف مجتہد کو تعدیہ حکم کی ضرورت ہوتی ہے جو یہاں اور خصوص ہمارے لئے مفقود ہے۔

۸ جمادی الثانی ۱۳۳۱ھ (تتمہ ثانیہ ص ۴۳)

عدم جواز چراغ بر قبور باوجود نیت تعظیم اہل قبور

سوال : ایک شخص کہتا ہے کہ تعظیم قبر کے لئے چراغ جلانا منع ہے لیکن تعظیم روح صاحب قبر کے لئے منع نہیں، کیونکہ شیخ عبدالغنی نابلسی نے حدیقہ ہدیہ شرح طریقہ محمدیہ میں واما اذا کان موضع القبور مسجدا او کان هناک احد جالس او کان قبر ولی من الاولیاء او عالم من المحققین تعظیماً لروحه المشرقة علی تراب جسده کاشراق الشمس علی الارض اعلاما للناس انه ولی لیتبرکوابه ویدعوالله تعالیٰ عنده قد ستجاب لهم فهوامر جائز لا منع له والاعمال بالنیات.

اسی طرح علامہ سبکی نے قنادیل ذھب و فضہ کی تعلیق حجرۂ شریفہ کے لئے جائز فرمائی ہے۔ چنانچہ وفاء الوفاء میں علامہ نے لکھا ہے :وقد الّف سبکی تالیفاسماہ تنزل السکینة علی له قنادیل المدینة و ذهب فیه الی جواز ہ صحة وقفها و عدم صحةصرف شئی منها العمارة المسجد .

ان سب باتوں سے یہ ثابت کرنا ہے کہ تعظیم قبور یعنی خشت وگل کے لئے چراغ ناجائز ہے ،لیکن تعظیم روح صاحب قبر کے لئے جائز ہے اور تعظیم قبر و تعظیم روح قبر کا فرق اس طرح نکالتا

ہے کہ امام احمد بن حنبل کے مسند میں بسند حسن روایت ہے :اقبل مروان یوماًفوجد رجلاً و اضعاًوجهه علی القبر فآخذه مروان برقبته قال هل تدری ما تصنع فاقبل علیه فقال نعم الی لم اٰت الحجرانما جئت رسول الله ﷺ ولن اٰت الحجر سمعت رسول الله صلی الله علیه وسلم یقول لا تبکرا علی الدین اذا ولیه اهله ولکن ابکرا علی الدین اذا ولیه غیر اهله ۔اس حدیث میں رجل سے مراد حضرت ابو ایوب انصاری ہیں یہ بحث درحقیقت محمد رضا خان کی ہے اور جناب والا کے شایان شان نہیں ہے کہ ایسے شخص کی طرف متوجہ ہوں ،لیکن میری تسکین کے لئے جواب شافی مرحمت فرمایا جاوے؟

الجواب :اول تو جب تک اصل کتابیں نہ دیکھی جاویں نقل کے ناقص ہونے کا احتمال ہے خصوص اس زمانے میں کہ اس کا قصداً ارتکاب کیا جاتا ہے ،دوسرے اگر نقل کی صحت تامہ بھی تسلیم کر لی جاوے تب بھی مسئلہ چراغ میں نہی کی نص صحیح مطلق موجود ہے تاوقتیکہ ویسی ہی دلیل تصید کی نہ ہو،یا کوئی نص صحیح معارض اس کی نہ ہو،تاویل وتقیید صحیح نہیں خصوص جبکہ تاویل کرنے والا مجتہد بھی نہ ہو ،خصوص جبکہ مذہب کی صحیح ومعمول بہ روایات میں منع مصرح ہو۔ چنانچہ کتب فقہیہ میں ان امور کا ممنوع ہونا موجود ہے،اور مسند احمد سے جو استدلال جب تک اس کے رجال کو فرداً فرداً نہ دیکھا جاوے حجت نہیں ۔پھر اس سے قیاس کیا ہے جو غیر مجتہد کا معتبر نہیں اور ان سب سے قطع نظر کر کے غایة ما فی الباب اباحة فی نفسها ثابت ہوگی اور فقہی قاعدہ ہے کہ جس مباح یا مندوب میں مفاسد ہوں اس کو روکا جاتا ہے اور مفاسد اس وقت مشاہد ہیں ۔پس کسی طرح اس میں گنجائش جواز نہ رہی ۔کما لا یخفی علیٰ ماهر الشریعة۔ ۲۵ربیع الثانی ۱۳۳۲ھ (تتمہ ثانیہ ص ۱۳۶)

تفاضل در امامت درمیان مقلّد بدعتی وغیر مقلد غیر غالی

تفاضل در امامت درمیان مقلّد غیر بدعتی وغیر مقلد غیر غالی

استخفاف محدثین وحکم بدعت بر غیر مقلّدین ،حکم منکر تقلید شخصی

سوال :ایک شہر میں بعض لوگ حنفی کہلاتے ہیں اور مولود خوانی ،فاتحہ خوانی ،تیجہ،دسواں ،بیسواں چالیسواں وغیرہ سب کچھ کرتے ہیں اور بعض لوگ غیر مقلّد کہلاتے ہیں اور ان امور مذکورہ سے

مجتنب اور از حد نافر ہیں اور ائمہ اربعہ کو اصحاب فضائل و مناقب جانتے ہیں مگر وجوب تقلید شخصی کے منکر ہیں۔ پس نماز میں ان دونوں فریق میں سے کس کی اقتداء کرنی چاہئے؟
ایک شخص غیر مقلد ہے اور بزرگان دین کو علی سبیل المراتب بزرگ جانتا اور شرک وبدعت سے از حد نافر اور اپنے آپ کو کتاب وسنت کا متبع بتلاتا اور احادیث صحیحہ کو اقوالِ ائمہ عظام ؒ پر ترجیح دیتا بلکہ واجب التقدیم جانتا اور وجوب تقلید شخصی کا منکر ہے اور ایک شخص حنفی مذہب کا پورا پابند ہے، سرِ مو اس کا خلاف نہیں کرتا، اب دونوں میں کس کی اقتداء درست ہے؟ اگر دونوں کی درست ہے تو کس کی اقتداء اولیٰ وافضل ہے؟
جو شخص غیر مقلد مذکور الحال کو بدعتی جانتا اور ائمہ محدثینؒ مثل امام بخاریؒ وغیرہ کو پنساری (مفردات و مرکبات ادویہ فروش) وغیرہ اور ائمہ مجتہدین مثل امامنا الاعظمؒ کو حکیم و طبیب کہتا ہے یعنی محدثینؒ کو الفاظ خفیفہ سے یاد کرتا ہے، تو یہ شخص بدعتی ہوگا یا نہیں؟ اور ائمہ محدثینؒ کو ان لفظوں سے یاد کرنا درست ہے یا نہیں؟ منکر وجوب تقلید شخصی عنداللہ ملام و معاتب ومعاقب وخارج از اہل سنت والجماعت ہوگا یا نہیں؟ بینوا توجروا۔
الجواب: غیر مقلد مذکور فی السوال اگر اور کسی اعتقادی یا عملی بدعت میں مبتلا نہ ہو جیسا کہ اس زمانہ میں بعض غیر مقلدین ہو گئے ہیں صرف انکار وجوب تقلید شخصی سے کہ ایک فرع مختلف فیہ ہے خارج از اہل سنت نہیں ہے اور اسی طرح مقلد مذکور فی السوال الثانی بھی داخل اہل سنت ہے۔ البتہ حنفی مذکور فی السوال الاول والثالث اور اسی طرح جو غیر مقلد کسی اعتقادی یا عملی بدعت میں مبتلا ہو دونوں مبتدع ہیں اور مبتدعین کی اقتدا مکروہ ہے اور غیر مبتدعین جبکہ اور صفات میں مساوی ہوں، امامت میں برابر ہوں گے۔ البتہ جس کی امامت موجب تقلیل جماعت ہو اس کی امامت اس عارض کے سبب خلافِ اولیٰ ہے۔
۴ رجب ۱۳۳۱ھ (تتمہ ثانیہ ص ۴۸)

درود شریف اور اثنائے وعظ برائے تنشیط حاضرین

سوال: ما قولکم رحمکم اللہ تعالیٰ، اس مسئلہ میں کہ ہمارے یہاں اس امر کا رواج ہے کہ اگر کسی کو وعظ ونصیحت سننا غرض ہو تو ایک مولوی صاحب کی دعوت کر کے اپنے گھر لے جاتے ہیں اور مولوی صاحب شام کو کھانا کھانے کے بعد نماز عشاء باجماعت ادا کرتے ہیں بعد اس کے تعوذ تسمیہ پڑھ کر بآواز بلند: إِنَّ اللّٰهَ وَمَلٰئِكَتَهُ يُصَلُّوْنَ عَلَى النَّبِيِّ يٰٓأَيُّهَا الَّذِيْنَ

اٰمَنُوْا صَلُّوْا عَلَیْہِ وَسَلِّمُوْا تَسْلِیْماً، پڑھتے ہیں، بعد ازاں مولوی صاحب و حاضرین مجلس بآواز بلند صلی اللہ علیٰ سید نا محمد و الہ واصحابہ وسلم ، پڑھتے ہیں ۔دس مرتبہ اس طرح پڑھ کر مولوی صاحب کو جس امر کا بیان منظور ہو لوگوں کو بیان کرتے ہیں اور سامعین کے مزاج میں جب سستی و کاہلی آ جاتی ہے تو مولوی صاحب درود مرقوم بالا بآواز بلند خود بھی پڑھتے ہیں اور لوگوں کو بھی پڑھواتے ہیں ،اور اسی طرح درود شریف پڑھنا اور پڑھوانا ہمارے یہاں کے بعض مولوی صاحب منع کرتے ہیں اور عبارت ردالمحتار مشعر جواز اس امر پر ہے اور اسی کتاب میں چند فائدے معدودہ ذکر جہری میں ذکر فرمائے ہیں کہ وہ ذکر خفی میں نہیں ہیں بشرطیکہ خالی از مانع شرعی ہو .حیث قال ولتعدی فائدۃ السامعین و یوقظ قلب الذاکر فیجمع همه الی الفکر و یصرف سمعه الیه و یطروالنوم ویزید النشاط اھ ملخصاًو تمام الکلام هناک فراجعه و فی حاشیة الحموی عن الامام الشعرانی اجمع العلماء سلفاً وخلفاًعلیٰ استحباب ذکر الجماعة فی المساجد وغیرها الا ان یشوش جهر هم علی مصلٍ او قائم او قار الخ آخراس میں تحقیق کیا ہے؟ بینوا توجروا۔

الجواب : نشاط کا آثار ذکر سے ہونا مستلزم اس کے جواز کو نہیں کہ نشاط کو اس کی غایت بھی قرار دی جاوے جیسا کہ صورت مسئولہ میں مقصود ہے، فقہاء نے تصریحاً لکھا ہے کہ اگر کوئی چوکیدار اس قصد سے ذکر جہر کرے کہ نیند جاتی رہے تو ناجائز ہے، باوجودیکہ ایقاظ کو آثار و فوائد میں سے فرمایا ہے مگر پھر بھی اس کا غایت بنانا درست نہیں ۔

۱۰ رجب المرجب ۱۳۳۱ھ (تتمہ ثانیہ ،ص ۵۵)

تمت بالخیر

ابو العباس محی الدین سید شیخ احمد کبیر رفاعی الحسینی قدس سرہ کی
فنِ تصوف پر شہرۂ آفاق عربی کتاب کا اردو ترجمہ

البنیان المشیّد

ترجمہ

البرہان المؤیّد

محدث العصر حضرت مولانا ظفر احمد عثمانی رحمۃ اللہ علیہ

*

پبلشرز، بک سیلرز، ایکسپورٹرز

اِدارہ اِسلامیات

دینا ناتھ مینشن، مال روڈ، لاہور - فون: ۷۳۲۴۴۱۲ - فیکس: ۷۳۲۴۷۸۵-۴۲-۹۲

۱۹۰، انارکلی، لاہور، پاکستان - فون: ۷۲۴۳۹۹۱ - ۷۳۵۲۲۵۵

موہن روڈ، چوک اردو بازار، کراچی ـــــ فون: ۷۷۲۲۴۰۱